يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

نبراس السالک

(فی طریق المسالک)

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم محمد عبد الرحمٰن شاہ صاحب نقشبندی مجددی

خلیفہ و مجاز

[illegible]

[illegible]

بار اول	
سائز	۱۸
مقام اشاعت	کیت والی مسجد محلہ مقبرہ دوئم مراد...
موئف	حضرت مولانا قاری حکیم محمد عبدالرحمٰن شا...
ناشر	محمد اخلاص نقشبندی مجد...
مطبعہ	جمال پرنٹنگ پریس، د...
قیمت	چھ روپے پچاس
کتابت	ضیا النعیمی

— ملنے کا پتہ —

کیت والی مسجد محلہ مقبرہ دوئم۔ مرادآباد (یوپی)

— دوسرا پتہ —

VA ABDUS SAMAD SAHEB,

RAM PUR . BUDGE BUDGE

4 PARGANAS (W.B) INDIA

Chinia Bazar

چند غلطیاں صحت

غلط
سورہ بنی اسرائیل ع
سورہ ذاریٰت ع
رَطَب
هُدَى
وَكَذٰلِكَ
الْاَمَانَتَ
وَالْجِبَالَ
سورہ سبا
تَرَبَّصُوا
سورہ مومن
سورۃ النمل
نُفِخَتْ
فَتَعُوْ...
الْهٰكُمُ
سورۃ النساء
يُفْسِدُ
سورۃ الاحزاب
[illegible]
يُوْ...
خَلَ...
ذٰلِكَ

ئیں رہ گئیں ناظرین قبل از ملاحظہ اس صحت نامہ سے کتاب درست فرمالیں

صحیح	صفحہ	سطر
سورہ بنی اسرائیل ع۵	۶	۵
سورہ ذاریات ع۱	۶	۹
رَطْبٍ	۷	۱۸
هَدًى	۸-۱۲	۶-۵
وَكَذٰلِكَ	۱۱	۳
الْاَمَانَةَ	۱۳	۱۰
وَالْجِبَالِ	۱۳	۱۰
سورہ احزاب	۱۳	۱۱
سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا	۱۳	۱۹
حٰمٓ السجدۃ ع۶	۱۳	۱۹
سورۃ النحل	۲۴	۷
نَفَخْتُ	۳۲	۴
فَقَعُوْا	۳۲	۴
الہیّۃُ	۳۴	۷
سورۃ الانبیاء ع۲	۳۴	۷
يَسْفِكُ	۳۴	۱۱-۱۸
سورۃ الاحزاب ع۷	۳۹	۱۱
رکوع ۳۶	۴۴	۱۱
يُوْتٰى ع۲	۴۵	۱
خَلَقْتُ	۴۷	۱۰
ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ	۵۰	۱۷

غلط	صحیح	صفحہ	سطر
اِنَّ	اِنْ	۹۹	۱
نَهٰكُمْ	نَهٰكُمْ	۱۰۳	۷
بِاَيْدِكُمْ	بِاَيْدِيْكُمْ	۱۳۱	۹
رکوع ۱۲	رکوع ۱۵	۱۴۸-۱۵۲	۱-۲
خُفْيَةً	خُفْيَةً	۱۵۱-۲۰۹	۱۳-۴
ناپاک	مدہوش	۱۵۱	۱۸
تُنْصَرُوْنَ ع۵	تُنْصَرُوْنَ ع۶	۱۷۴	۳
ع۳	رَبَّنَا اٰتِهِمْ ع۴	۱۷۴	۷
مَنَّ	مِنْ	۱۷۹	۴
سورۃ التغابن	سورۃ المنٰفقون	۱۸۴	۷
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ	اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ	۲۰۶	۶
رَبّانی	زبانی	۲۰۷	۱۲
تلتِ نقام	تلتِ منام	۲۲۵	۱۸
سورۃ النساء ع۱۰	سورۃ النساء ع۱۱	۲۵۰	۷
الْاِنْسَانَ	الْاِنْسَانُ	۲۶۱	۹
وَلٰكِنْ	وَلٰكِنِ	۲۷۱	۹
سورۃ الانعام ع۸	سورۃ الانعام ع۹	۲۷۵	۱۰
بَعْضُهُمْ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
وَهِيَ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
رَشَدًا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بے حد اور بے محدود ثنا اس ذاتِ احد کو جس نے بنی آدم کے دلوں کیواسطے فیضان انوار کے مستعد بنایا۔ جسکی بخشش کا نتیجہ کہ انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔ اس کو اپنے اسمار و صفات کے عکس سے منور کیا اور جسکی حمد و ثنا موجودات کا ہر وجود کر رہا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴) (موجودات میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تحمید و تسبیح نہ کہتی ہو) وہ ایسا خالق ہے کہ جس نے اپنی عجیب فطرت اور صنع حکمت سے محض اپنے فضل و کرم کے قلم سے نفوس کے نقوش کو عدم کے صحیفہ سے وجود کے صفحہ پر بنایا۔ اور معرفت کے آبِ حیات کو انسانی خلقت کی صفات کی ظلمات میں رکھا چنانچہ ارشاد فرمایا۔ وَفِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ سورۃ الذّٰریٰت ع (خود تمہارے نفسوں میں موجود ہے کیا تم اسے نہیں دیکھتے) اور پھر طلب کے جنگل کے پیاسوں کے لئے جو قلندروں کی طرح ہیں سکندر کی طرح صدق قدم سے صفات بشری کی راہ کو طے کرنا آسان فرمایا۔ اور بے بہا عنایتوں سے جو خضر کی صفت والوں کو جو آتش محبت کے جلے ہوتے ہیں مغفرت کے آبحیات کے چشمے [illegible] اللہ [illegible]

[illegible]

بِهٖ فِی النَّاسِ۔ سورۂ انعام ع ۱۵ (وہ شخص جو کفر، جہل اور گمراہی کے سبب مردہ تھا اسے ہم نے علم السلام اور ہدایت سے زندہ کیا اور ہم نے اسے نور دیا تاکہ وہ اس نور کے ذریعہ لوگوں میں چل پھر سکے۔

اور درودِ لامحدود اُن امام الانبیاء خاتم المرسلین اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کہ اسم پاک ان کا مُحَمَّدٌ ہے، اور ذات ان کی باعث تخلیق اٹھارہ ہزار عالم ہے اور صفت ان کی رحمۃٌ للعٰلمین اور شفیع المذنبین ہے اور اُمت ان کی خیر الامم اور علماء ان کی اُمت کے مثل انبیاء بنی اسرائیل ہیں اور دین ان کا تمام ادیان و مذاہب کا ناسخ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورۂ صف، رکوع ۱) (وہ ذاتِ حق ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ تاکہ باقی دینوں پر اسے ظاہر کر دے خواہ مشرک لوگوں کو یہ ناگوار گزرے) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین سے باقی دین منسوخ ہو گئے۔

کتابوں اور دینوں کے منسوخ ہونے سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ انھیں باطل سمجھا جائے اور یہ کہ ان پر ایمان نہ لایا جائے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ مختلف حقائق جو دوسری کتابوں میں تھے اور جو اسرار شریعتوں میں متفرق پڑے تھے ان سب کو قرآن اور شریعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک جگہ اکٹھا کر دیا

کرنے والا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص پرورش سے تعلق رکھتا تھا اسی سے کرتے ہیں۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ. سورۂ المائدہ ع (تم پر میں نے اپنی (کل) نعمت پوری کردی) تا کہ اگر ہر ایک اُمت کسی خاص پیغمبر کی مقتدی ہوتی۔ اور ایک صاحبِ دولت کی تابعداری کا پھل اٹھاتی تو یہ اُمت تمام انبیاء کی مقتدی بن سکے۔ اور سب کی پیروی کا پھل اٹھائے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. سورۂ انعام ع۔ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس تو اس کی ہدایت کی پیروی کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دوسری نبوتوں کے ساتھ وہی نسبت ہے جو آفتاب کو ستاروں سے ہے اور ابتدار میں جبکہ دین نے کمال حاصل نہیں کیا تھا خلق خدا دین کی رات میں تھی، اور ہر ایک اُمت ہر قرن میں کسی خاص نبوت کے ستارہ سے راہ حاصل کرتی رہی ؛ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ. سورۂ نحل ع (ستاروں سے وہ راہ حاصل کرتے ہیں) لیکن جب دین کے کام نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. سورۂ المائدہ ع۔ (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کردیا اور اپنی نعمتیں تمہیں پورے طور پر دے چکا اور تمہارے مذہب اسلام کو پسند کیا) کا کمال حاصل کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب کو آفتاب کی طرح خلقت میں بھیجا گیا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ہ سورۂ سبا ع (ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر سب انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا) اس وقت دین کی راہ دکھنی تبدیل ہوگئی اور مالک یوم الدین کی صفت ظاہر ہوئی۔ ستاروں کی راہبری اور رہنمائی اسی

ت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ آفتاب نہ نکلے اذا طلع الصباح استغنی عن المصباح (جب صبح ہوجائے تو چراغوں کی ضرورت نہیں رہتی) جب سیاروں کا بادشاہ اپنا جمال دکھاتا ہے تو شعاعوں کی تلواروں سے ستاروں کی روشنی کے سر جدا کر دیئے جاتے ہیں۔

ازروئے حقیقت اس سوال کا جواب یہ ہے کہ موجودات کے پیدا کرنے سے اصلی مقصود انسانی وجود تھا اور انسانی وجود سے معرفت مقصود تھی اور جسے اللہ تعالیٰ نے امانت فرمایا وہ معرفت ہی ہے اور اس امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل انسان ہی ہوا اور معرفت دین میں ہے جس قدر آدمی کو دین سے زیادہ لگاؤ ہوتا ہے اسی قدر اسے معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے جس شخص کو دین سے بہرہ حاصل نہیں وہ معرفت سے بھی بے نصیب ہے۔ اور دین کی کمالیت کے بوجھ کا متحمل مطلق انسان ہوسکتا تھا نہ کہ ایک مقررہ شخص جس طرح پھل کو درخت سہار سکتا ہے نہ کہ ایک شاخ۔ ابتدار میں جب ایک شاخ زمین سے نکلتی ہے تو اس پر پھل نہیں آتا۔ تا وقتیکہ سارا درخت پورا مکمل نہ ہولے۔ پس انسانی وجود دنیا میں ایک ہے اور ہر شخص اس وجود کے لئے بمنزلہ ایک خاص عضو کے ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اس وجود کے اعضاء رئیسہ ہیں اعضائے رئیسہ سے وہ اعضاء مراد ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے۔ جیسے کہ سر۔ دل جگر۔ پھیپھڑا وغیرہ۔ ان سب میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ دل کے ہیں، دل ہر ایک شخص میں ہوتا ہے اور یہی انسانی وجود کا خلاصہ ہوتا ہے اس واسطے کہ انسانی وجود میں وہ مقام جو انوار روح کا مظہر ہوتا ہے اور اس میں جسمانیت ہوتی ہے وہ یہی دل ہوتا ہے۔ اکیلا دل دین میں مشغول نہیں ہوسکتا جو کہ معرفت

کا پھل لاتا ہے۔ اسے ضرور دوسرے اعضاء کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جو
دین کا ثمرہ ہے وہ معرفت سے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کی کمالیت
کا ثمرہ بھی دل ہی کو حاصل ہوتا ہے گو دوسرے اعضاء کو بھی اسمیں حصّہ ملتا ہے
اور دل میں وہ خاصیت ہے جو کسی دوسرے عضو میں نہیں پائی جاتی وہ یہ کہ دل
میں ایک خاص جان ہے جس سے باقی اعضاء زندگی حاصل کرتے ہیں اور نیز دل بھی۔
دوسرے یہ کہ دل کو عالمِ اجسام کے خلاصہ سے بنایا گیا اور دل کو جان عالم ارواح
کے خلاصہ سے بنائی گئی ہے چنانچہ مفرد اور مرکّب اجسام کی ساری لطافت لے کر اسے
نباتات کی غذا بنایا۔ اور جو انسانی غذا کی لطافت تھی اس سے آدمی کا بدن بنایا۔
اور جو بدن کی لطافت تھی اس سے دل کی صورت بنائی اور اسیطرح ارواح انسانی
ارواح ملکی کی لطافت سے بنے اور سارواح ملکی ارواح جن کی لطافت سے اور ارواح
جن ملکوتیات کی لطافت سے جو انسانی روح کی لطافت تھی اسے لے کر دل کی
جان بنایا۔

پس اس بیان کے مطابق دل جسمانی اور روحانی دونوں عالموں کا خلاصہ
ہوا۔ اسلئے معرفت کا مظہر دل ہی بنا۔ اسی واسطے فرمایا كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ
الْاِيْمَانَ سورۂ مجادلہ ع۳ (ان کے دلوں میں ایمان لکھا گیا) انسان میں کوئی
مقام سوائے دل کے کتابتِ حق کے قابل نہ معلوم ہوا۔ اور کوئی مقام سوائے دل
کے مقر بین الاصبعین کے مناسب معلوم نہ ہوا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دل کے مانند تھے اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جان بھی ایک خاص عطا
ہوئی جو کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہوئی اور نبوت کی جان جو تمام نبیوں کو

حاصل تھی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی۔ یُلْقِی الرُّوحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ سورۂ مومن ع۲ (اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اپنے امر سے روح کی القا کرتا ہے) لیکن خاص جان وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ (اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے امر سے ایک روح بطور وحی ارسال کی) ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہی مقام محمود ہے۔ جو شفاعت کی حقیقت ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے پس جس طرح معرفت میں تمام اعضاءِ رئیسہ دل کے تابع ہیں اسی طرح نبوت میں تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں اسی واسطے سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی۔ مشکوٰۃ (اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کی کوشش کرتے) اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام دین پروری کے کام میں برسرکار رہے لیکن دین کی کمالیت کا مظہر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عہدِ مبارک ہی تھا۔

اللہ تعالےٰ نے کمال حکمت خداوندی سے دین کی حقیقت کو انبیاء علیہم السلام کی پرورش کے تصرف میں رکھا۔ جس طرح کہ گیہوں سے نان (روٹی) تیار ہونے تک کئی صاحب صنعت استاد کام کرتے ہیں۔ کوئی گیہوں صاف کرتا ہے۔ کوئی پیستا ہے کوئی خمیر کرتا ہے۔ کوئی پیڑے بناتا ہے۔ کوئی چوڑا کرتا ہے اور کوئی تنور میں لگاتا ہے لیکن جو تنور میں لگاتا ہے مکمل روٹی اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ مگر باقیوں کو بھی اپنا اپنا کام کرنا پڑتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت

تک ہرایک نبی علیہ السلام دینی کام کا خمیر تیار کرتا رہا۔ لیکن آتشِ محبت سے تپا ہوا تنور حبیبِ الٰہی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل تھا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نقطۂ نبوت سے اس پیڑے کی پرورش ہوگئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دیا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ۞ سورۂ انعام رکوع ۱۰

(وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے پھر انھیں کی ہدایت کی پیروی کر) جنھوں نے اسے محبت کے تنور میں لگایا۔ اور دین کی روٹی نبوت کے تئیس سال میں کمال کو پہنچ گئی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

(آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا)

اور تنورِ محبت سے نکل کر "بُعثت الی الخلق کافۃً" کی دعوت کی دوکان پر رکھی گئی تاکہ "علی فترۃ من الرسل" کے قحط زدہ بھوکے اس روٹی کی قیمت کے بدلے اپنا جان و مال خرچ کریں کہ وَجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سورۂ انفال رکوع ۱۰ (اپنی جان اور مالوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرو) اور جس پختہ نان کی آرزو میں کئی ہزار امتوں نے جانیں دیدیں اس کے لئے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ (تم بہتر امت میں ہو) خطاب سے مخصوص ہوئے۔ (سورۂ آل عمران) رکوع ۱۲

اور آپ کی آل واصحاب ازواج اور خلفائے راشدین اور مہدیین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب پر بہت بہت سلام ہو۔

پس تخلیق انسانی سے مقصود خداوند قدوس کی ذات و صفات کی معرفت ہے۔ جیسا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے پوچھا تھا۔ یارب لما خلقت الخلق اے! پروردگار تو نے خلقت کو کیوں پیدا کیا تو جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے خلقت کو پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانیں اور معلوم کریں) حقیقی معرفت انسان کے سوا اور کسی کے لئے مناسب نہیں، کیونکہ گو عبادت میں فرشتے اور جن بھی انسان کے ساتھ شریک تھے لیکن معرفت کی امانت کا بوجھ اٹھانے میں یہی حضرتِ انسان سب سے ممتاز رہا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ سورۃ سبا رکوع ۹

(بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کو پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔ لیکن انسان نے اسے اٹھالیا)۔ کیونکہ انسانی وجود اللہ تعالےٰ کا جمال نما آئینہ تھا اور تمام صفاتِ الٰہی کا مظہر تھا جیسا کہ فرماتے ہیں۔ خلق اللہ آدم علےٰ صورتہٖ (اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا) اور انسانی نفس کا خلاصہ آئینہ ہے اور دونوں جہان اس آئینے کا غلاف ہیں اور حضرت الوہیت کی جلالی و جمالی صفات کا ظہور اسی آئینے سے ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ۔ سورۃ مومن رکوع ۲

(عنقریب ہی ہم اپنی قدرت انھیں آسمان کے کناروں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائیں گے)

چونکہ انسانی نفس دو دل آئینہ بننے کے لائق ہے۔ اس لئے اسکی تربیت ہونی چاہیئے تاکہ یہ اپنے کمال کو پہنچ جائے اور تمام صفات کے ظہور کا اپنے آپ میں مشاہدہ کرسکے اور اپنے نفس کو پہچان سکے کہ وہ کس واسطے پیدا کیا ہے جب اسے من عرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کیا ہے اور کون ہے اور کس بھید کی وجہ سے اسے کرامت اور فضیلت حاصل ہوئی ہے۔

لیکن انسانی نفس کو صفا آیئنے کے کمال مرتبہ تک پہنچنے کے لئے بہت سے خطرناک اور مہلک مقام طے کرنے پڑتے ہیں اور یہ بات سوائے شریعت طریقت اور حقیقت کی سیدھی راہ کے حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ بتدریج حاصل ہوتی ہے جیسا کہ لوہے کو جب کان سے نکالتے ہیں تو اس کو طرح طرح کی پکاوٹیں دیتے ہیں۔ کبھی آگ میں ڈالتے ہیں اور کبھی پانی میں بجھاتے ہیں۔ تب کہیں آئینہ بنتا ہے اسی طرح انسانی وجود بھی شروع میں لوہے کی کان کی طرح ہوتا ہے۔ الناس معادن كمعادن الذهب والفضة۔ مشکوٰۃ۔ (انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں) اس لوہے کو انسانی وجود کی کان سے بڑی عمدہ تدبیروں سے نکالنا چاہیئے اور تربیت سے اسے آئینہ ہونے کے مرتبے تک پہنچانا چاہیئے اور یہ بغیر پیر و مرشد کامل کے اس درجے

کو کوئی طے نہیں کر سکتا۔ عارف باللہ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

نفس را نکشد بغیر ظلِّ پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

یعنی نفس کو بغیر پیر کے سایہ کے نہیں مار سکتا۔ لہذا اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔

ہیچ کس از زد خود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد
ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار
تا کہ شاگرد شکر ریزے نہ شد

یعنی کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہے کو دیکھئے کہ خود وہ کتنا ہی اعلیٰ قسم کا ہو مگر لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتی۔ مٹھائی کو لیجئے وہ بھی حلوائی کی شاگردی کے بغیر نہیں بنائی جاتی اگرچہ اس کے اجزاء معلوم ہوں۔ جب دنیا کے ایسے ایسے کاموں میں استاد کی ضرورت ہے تو اس خاکی پتلے کو اوج اور کمال پر پہنچنے کے لئے اور آئینہ بننے کے لئے بدرجہ اولیٰ مرشد کی ضرورت ہے۔

عارف کامل حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ باوجود کہ علم ظاہر میں کمل ہوتے کے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے علم باطن اخذ کیا اور یہ فرمایا ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

یعنی مولوی قطعاً اس وقت تک مولائے روم نہ ہوا جب تک شمس تبریزیؒ کا غلام نہ بنا

لیکن چونکہ اس زمانے میں نااہل اور گمراہ پیر بزرگانِ دین متقدمین و متاخرین کے خلاف طریقہ درویشی اکثر نام کے پیروں نے جاری کیا ہے۔ تصوف و سلوک کا وہ غلط طریقہ جاری کر رکھا ہے جو صوفیائے کرام کی مقدس جماعت اور مشائخ عظام کے سراسر خلاف اور اصولِ شریعت و طریقت کے قطعاً مخالف ہے یہ جاہل پیر اپنے مریدین و معتقدین میں طرح طرح کی بدعتیں اور شرکیہ باتیں پھیلاکر تصوف اور اہلِ تصوف کو بدنام کررہے ہیں۔

اس زمانے کے بعض صوفی و پیر کچھ دن مجاہدہ کرکے یا دو چار چلّہ کشی کرکے یہ دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ ہم کو سب حالات کھل گئے ہیں اور اولیاء اللہ کے تمام مقامات حاصل ہوگئے ہیں، اور حال ان کا یہ ہے کہ خلاف شرع کام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔ اور اگر ان سے ان کے اعمال کی بُرائی بیان کرو تو کہنے لگتے ہیں۔ میاں یہ علم ظاہر میں حرام ہے اور ہم تو باطنی علم والے ہیں اور یہ سب باتیں علم باطن میں حلال ہیں۔ اور خدا کا تقرب بدون چھوڑنے علم ظاہری کے حاصل نہیں ہوتا۔ تم تو قرآن و حدیث سے احکام حاصل کرتے ہو اور ہم مجاہدہ چلّے اور تنہائی اور پیر کی مدد سے خدا تک پہنچ جاتے ہیں اور ہم پر سارے علوم کھل جاتے ہیں۔ ہم کو تو کتابوں کے مطالعہ کی اور استاد سے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ اور اگر ہم سے کوئی مکروہ یا حرام کام ہو جاتا ہے تو خواب میں ہمکو ممانعت ہوجاتی ہے اس سے ہم حلال اور حرام کو سمجھ لیتے ہیں اور جس چیز کو تم حرام بتاتے ہو اس سے ہم کو خواب میں منع نہیں کیا گیا۔ اس سے ہم نے جان لیا کہ یہ حرام نہیں ہے۔

اسی طرح کی خرافات باتیں جو سراسر بے دینی اور گمراہی کی ہیں بکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ملتِ اسلامیہ حنفیہ اور شریعت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور قرآن وحدیث اور اجماعِ اُمت پر بے اطمینانی ہے۔

پس جو شخص یہ باتیں اُن گمراہ صوفیوں و پیروں سے سُنے اسپر واجب ہے کہ بے تامّل اور بلا تردد اور بغیر توقف ان باتوں کا انکار کرے اور اس کلام کو بیہودہ اور واہیات سمجھے نہیں تو وہ بھی اسی گروہِ گمراہ میں داخل ہوگا۔ اور اس پر بھی زندیقی کا حکم لگ جائے گا۔ کیونکہ جن لوگوں کا اعتقاد اس درجہ تک پہنچ جائے تو سمجھ لو کہ اس میں اور شیطانِ لعین میں ایک ربط و تعلق اور لگاؤ پیدا ہوگیا ہے اور شیطانِ مردود ان کو بعض دفعہ کچھ تجلی و روشنی وغیرہ دکھا دیتا ہے جس سے یہ صوفی و پیر دھوکہ کھا کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہمارے اعمال نیک ہیں اور ہم خدارسیدہ ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ شیطان ہمیشہ اہلِ خلوت و ریاضت کے دلوں میں اس بات کی خوبی بٹھا دیتا ہے کہ اپنے توہمات اور خوابوں پر عمل کریں اور شریعت کے احکام کا لحاظ نہ کریں۔ بلکہ بعض اوقات شیطان ان کے جسم کے اندر حلول کر جاتے ہیں اور اُن نام نہاد صوفیوں و پیروں کی زبانیں گفتگو کے لئے کھول دیتے ہیں جس سے وہ عربی فارسی وغیرہ زبانوں میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسے عام طور پر آسیب زدہ مریضوں کو دیکھا جاتا ہے حالانکہ وہ اُن زبانوں سے ہرگز واقف نہیں ہوتے۔ یہ لوگ شریعت سے خارج ہونے پر بھی آگ میں گھس جاتے ہیں اور جلتے نہیں۔ وجہ یہی ہے کہ شیطان ان کے اندر حلول کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے اجسام کا احساس زائل کر دیتے ہیں جس ۔۔۔

(مرگی) کے مریض جس طرح کسی تکلیف کو محسوس نہیں کرتے کیونکہ احساس سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی آگ کی گرمی اور سختی محسوس نہیں کرتے۔ شیطان کبھی آگ میں گھسالے جاتے ہیں، کبھی ہوا میں اُڑائے پھرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان لوگوں پر صرع کے مریضوں کی طرح ایک بے خودی طاری ہوجاتی ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے بہت سے کام بعض اوقات قوال کے گانے اور تالیوں کی چوٹ اور ہارمونیم کی آواز پر بھی جب وجد میں آجاتے ہیں اور کرگزرتے ہیں۔

لیکن اس طرح کے احوال اُن پر نہ نماز میں طاری ہوتے ہیں اور نہ تلاوتِ قرآن کے دوران میں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ عبادتیں شرعی، ایمانی، اسلامی اور محمدی ہیں (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو شیطانوں کو دفع کر دیتی ہیں... برخلاف انکے یہ عبادتیں بدعیہ، شرکیہ اور شیطانیہ ہیں۔

بعض صوفی و پیر یہ بھی کہتے ہیں کہ جب دل خدا کی طرف لگ جاتا ہے تو اس کے خیالات غلطی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات ان کے حق میں بڑا شیطانی دھوکہ ہے کیونکہ خطراتِ تین طرح کے ہوتے ہیں:

رحمانی۔ شیطانی۔ نفسانی

پس اگرچہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ کے انتہائی درجہ پر پہنچ جائے تاہم شیطان اور نفس اس کے ہمراہ ہیں جو موت تک اس سے جُدا نہ ہوں گے اور شیطان اس کے جسم میں ایسا پھرتا ہے جیساکہ بدن میں خون اور گناہوں سے معصوم ہونا صرف پیغمبروں کا حصّہ ہے جو اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان احکامِ الٰہی کے پہنچانے اور وعدہ و وعید سنانے

کے واسطے ہیں۔ اور سوا اُن کے کوئی معصوم نہیں اور جو شخص یہ خیال کرے کہ دین کو رسول کے لائے ہوئے احکام کی حاجت نہیں ہے اور اپنے نفسانی خیالات کو کافی سمجھے وہ اعلیٰ درجہ کا کافر ہے۔ کیونکہ جو خطرہ دل میں آتا ہے اس میں احتمال ہے کہ نفسانی ہو یا شیطانی۔ اس لئے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ نہ قابلِ توجہ ہے تا وقتیکہ احکامِ شریعت پر پیش کر کے اس کی موافقت جانچ نہ لی جائے۔ اس لئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو کچھ انسان عالمِ خواب یا بیداری میں دیکھے ہمیشہ صحیح ہوا کرے۔ بلکہ بعض اوقات بعض باتیں خطرات نفسانی اور بعض وسوسۂ شیطانی ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ اہلِ الہام اور محدثین کے سردار تھے۔ جن کی شان میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے ولقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر (متفق علیہ) یعنی بے شک تم سے پہلے کی امتوں میں محدثین (الہام والے) لوگ تھے پس اگر میری اُمت میں کوئی ہے تو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔

جب کبھی آپ کے دل میں خطرات آتے آپ اُس طرف التفات اور توجہ نہ فرماتے، نہ اس پہ کوئی حکم لگاتے اور نہ اس پر عمل کرتے تا وقتیکہ اس کا قرآن و حدیث سے مقابلہ نہ کر لیتے۔

ان جاہلوں کا یہ حال ہے کہ اگر کسی نے کبھی کوئی ادنےٰ درجہ کی چیز بھی دیکھ لی تو اپنے خطرات کو قرآن و حدیث پر ترجیح دیتا ہے اور کتاب و سُنت

کی طرف کچھ توجہ نہیں کرتا۔

حالانکہ طریقت کے علماء محققین نے قرآن و حدیث ہی کو سند سمجھا ہے اور اپنے افعال اور مجاہدات اور مکاشفات کو قرآن و حدیث سے مقابلہ کیا ہے جس بات کو انھوں نے قرآن اور حدیث کے خلاف پایا اور ان دونوں میں اس کا ثبوت نہ دیکھا تو اس کا اعتبار نہیں کیا اور نہ اس کی جانب التفات کیا۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اکثر تصوف کے بعض نکتے آتے ہیں لیکن میں انکو قبول نہیں کرتا تاوقتیکہ میں اس کو دو عادل گواہوں یعنی قرآن وحدیث سے تصدیق نہ کرلوں۔ حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جو باطن کہ ظاہر کے خلاف ہو وہ باطل ہے یعنی تصوف کی جو بات قرآن وحدیث کے ظاہری احکام کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگرچہ کوئی ہوا میں اڑتا ہو یا پانی میں چلتا ہو ان باتوں سے دھوکہ مت کھائیو! تاوقتیکہ یہ دیکھ نہ لو کہ ان کا اعمال احکام شریعت و مطابق سنّت ہے یا نہیں۔

حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت منصور رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (حلاّج) کے قتل کا فتویٰ اس بات پر دیا تھا کہ اس نے انا الحق کہا تھا پس طالبان حق کو دیکھنا چاہیئے کہ یہ تمام بزرگ باوجودیکہ بڑے بڑے مشائخ طریقت اور اہلِ حقیقت کے سردار تھے پھر بھی شریعت ہی سے سند پکڑتے اور کسی چیز میں شریعت کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔

الغرض ایک طرف یہ جاہل اور پیشہ ور صوفی و پیر جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قطعاً بے بہرہ اور علم شریعت و طریقت سے ناواقف راہِ اعتدال و صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے اور عقائدِ باطلہ و اعمالِ فاسدہ کو مذہب میں شامل کر کے خود بھی اور اپنے مریدوں کو بھی چاہِ گمراہی میں گراتے ہیں۔ طرح طرح کی بدعتیں اور شرک کی باتیں بتلاتے ہیں، بعض اپنا نام، بجائے ذکرِ خدا کے تعلیم کرتے ہیں۔

بعض صوفی و پیر طواف اور سجدہ کو جو خدائے تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے اپنے اور مزاراتِ اولیاء اللہ کے لئے جائز ٹھہراتے ہیں۔

بعض اہلِ قال پیر جو ذکرِ قلبی اور سلطان الاذکار سے بھی ناآشنا ہوتے ہیں اہلِ حال اولیاء اللہ کی نقل کر کے "ہمہ اوست" کی تعلیم دیتے ہیں۔

بعض رہنمائے طریقت عورتوں کو بے پردہ اپنے سامنے بٹھا کر بیعت کرتے ہیں اور اپنے کو باپ بیان کر کے پردہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

اور بعض پیر تو ان باتوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھ کر اپنے مریدین کو نماز و روزہ سے بھی چھٹی دلادیتے ہیں۔

دوسری طرف بعض علماءِ ظاہر جو نورِ علمِ باطن سے محروم ہیں اس زعم و فکر میں مبتلا ہیں کہ جو کچھ کتابوں کے ذریعہ ہمارے پاس ہے وہی مکمل دین ہے اور علمِ طریقت جو مغزِ شریعت و مغزِ اسلام اور مغزِ ایمان ہے جو صوفیائے کرام کے پیش کردہ نظامِ تصوّف ہے۔ اس کو بے اصل سمجھ کر خود دینِ حق کے

ہم شعبہ ہے اور احسان و اخلاص جیسی اعلیٰ و ارفع روحانی و قلبی کیفیات سے محروم ہیں اور اس کے مجتہدین اور متبعین پر زبانِ طعن کھولی اور بجائے تعریف و توصیف کے ان کی مذمت کو اپنا شیوہ بنایا۔ جب میں نے ان لوگوں کو افراط و تفریط میں پایا تو دل میں خیال ہوا کہ ایک ایسی کتاب بامحاورہ اور عام فہم اردو میں تالیف کی جائے جس سے ہر مسلمان اور طالبانِ حق کو فائدہ پہنچے اور نام کے صوفی و پیر جو اپنے ذاتی فوائد کے واسطے ناواقف مسلمانوں کے دین و ایمان، مال و عزت لوٹتے ہیں۔ ان سے مسلمان آگاہ اور خبردار ہو جائیں اور سچے پیر اور کھوٹے کھرے کا امتیاز ہو جائے۔

پس اس کتاب میں راہِ دین کے سلوک اور صفات ربانی کی معرفت کا بیان ہے جو چار بابوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کتاب کا نام نبراس السالک (فی طریق المالک) رکھا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

خادم العلماء والفقراء

محمد عبد الرحمٰن نقشبندی مجددی

۲۴ پرگنوی۔ مقیم حال مرادآباد

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

گزارش

اب ناظرینِ کرام سے ملتجی ہوں کہ اگر کسی جگہ غلطی اور خطا دیکھیں تو بمقتضاء الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اس عاصی کو حرف گیری سے باز رکھیں اور بجائے تنقیدی نگاہ ڈالنے کے عفو وکرم کی نگاہ ڈالیں۔ اوّل یہ عاصی ایک غیر زبان ہونے کے لحاظ سے اسکا نائد مستحق ہے۔ دیگر اس حقیر کو علم میں چنداں مہارت نہیں ہے۔ صرف بخیال اپنی مغفرت اور رضاء مولیٰ کیلئے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔

مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قالبِ انسانی کی پیدائش کا بیان

جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا وقت قریب آیا تو ربّ العزت نے فرمایا۔ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ سورۂ ص رکوع ۵ (میں مٹی سے آدمؑ بنانا چاہتا ہوں) آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے میں خود بنانا چاہتا ہوں۔ سب فرشتوں کو شبہ ہوا اور کہنے لگے۔ خدایا کیا آسمانوں اور زمینوں کو تو نے پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یہاں پر ایک خاص خصوصیت ہے کیونکہ باقی سب عالم کو میں نے کُن کے کہنے سے پیدا کیا۔ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ سورۃ النحل رکوع ۵ (جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہم اسے کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) لیکن اس کو میں خود بغیر وسیلہ اپنے ہاتھ سے بناؤں گا۔ کیونکہ اس میں گنجِ معرفت رکھنا ہے۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ روئے زمین پر جا کر تھوڑی سی مٹی لاؤ۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مٹی اٹھانی چاہی تو خاک نے پوچھا کہ اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ کیا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تجھے بارگاہِ الٰہی میں لیجانا چاہتا ہوں۔ تاکہ تجھ سے خلیفہ تیار کیا جائے۔ خاک نے قسم دی کہ تجھے پروردگار کی قسم، مجھے نہ لے جا۔ کیونکہ مجھ میں آدمؑ کے قرب کی تاب نہیں۔ میں نے بڑی دوری اختیار کر رکھی ہے تاکہ قہرِ الوہیت کی سختی سے خلاصی پاؤں۔ کیونکہ قرب میں بہت خطرہ ہوتا ہے۔ المخلصون علیٰ خطرٍ العظیم (مخلصوں کو بڑا خطرہ رہتا ہے)

جب جبرئیلؑ نے قسم سُنی تو واپس آکر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ خاک اس بارے میں انکار کرتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ تو جا کر لا۔ وہ بھی یہی قسم سن کر واپس چلے آئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اگر نرمی اور تابعداری سے آجائے تو بہتر ورنہ اسے جبراً و قہراً لے آؤ۔

عزرائیل علیہ السلام نے آکر زبردستی زمین سے ایک مٹی خاک اٹھالی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ عزرائیل علیہ السلام نے تمام روئے زمین سے چالیس ہاتھ مٹی اٹھالی۔ اور اس میں تمام ذریاتِ آدمؑ کے ذرّے آگئے۔ اور جس وقت کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کی مٹی لائی گئی تھی۔ پس حکم ہوا کہ اس مٹھی بھر خاک کو مکّہ اور طائف کے درمیان میں اتارا جائے۔ اب عزرائیل علیہ السلام بھی واپس چلے گئے۔

ابھی تخمیر کا بھید ظاہر بھی نہ ہوا تھا کہ عشق فوراً آموجود ہوا۔ پہلا شرف جو خاک کو حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اسے اس قدر قاصد بلانے کے لئے گئے اور وہ ناز

کرتی رہی۔ لیکن چونکہ قاعدے کی بات ہے کہ جس قدر کوئی شخص عشق کا منکر ہوتا ہے جب وہ عاشق ہوتا ہے۔ تو عاشقی میں وہ اعلیٰ رتبہ ہوتا ہے۔ ابھی ٹھہرو۔ تاکہ قلب کا معاملہ پیش آئے۔

تمام فرشتے یہ حالت دیکھکر انگشت بدندان رہ گئے کہ یہ کیا بھید ہے کہ ذلیل خاک کو بارگاہِ الٰہی میں بڑی عزّت کے ساتھ بلایا جاتا ہے اور خاک باوجود ذلیل، حقیر اور خوار ہونے کے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس قدر ناز کرتی ہے۔ آپس میں یہی باتیں کر رہے تھے کہ ربی حکمت نے فرشتوں کو فرمایا:
اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ سورہ بقرہ رکوع ۴۔ (میں جو کچھ جانتا ہوں تمہیں نہیں معلوم) کہ ہمیں اس مٹھی بھر خاک سے ازل سے لے کر ابد تک کیا کیا کام درپیش ہے۔ تم تھوڑے دن صبر کرو۔ تاکہ میں اس مٹھی بھر خاک پر اپنی کاریگری کروں۔ اور اسکی فطرت کے آئینہ کے چہرے پر سے خلقیت کی تاریکی کا زنگار دور کروں تاکہ تم اس آئینے میں قسم قسم کے نقوش دیکھ سکو۔ اور یاد رکھو کہ یہ وہ نقش ہوگا جسے تم سب سجدہ کروگے۔ پس کرم کے بادل سے رحمت کا مینہ آدم کی خاک پر برسا اور اس خاک کا کیچڑ بنا۔ اور اللہ تعالےٰ نے دستِ قدرت سے اس مٹی کا دل بنایا۔

تمام فرشتے اس حالت کو دیکھکر حیران تھے کہ اللہ تعالےٰ چالیس روز تک اپنے دستِ قدرت سے آدمؑ کی مٹی کو بنا رہا ہے اور کوزہ گر کی طرح مٹی کو بناتا سنوارتا ہے اور اس کا خمیر کر رہا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ سورۃ الرحمن رکوع ۱۔ (کھڑکھڑی مٹی سے انسان پیدا کیا) اس کے ہر ذرہ میں دل

بنایا ہے۔ اور نظرِ عنایت سے اس کی پرورش کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حکمتِ ازلی نے فرشتوں سے کہا کہ تم مٹی کی طرف نہ دیکھو بلکہ دل کی طرف دیکھو۔

بعض روایتوں کے بموجب چالیس ہزار سال مکہ اور طائف کے درمیان آدم علیہ السلام کی آب و گِل پر دستِ قدرت کی دستکاری ہوتی رہی۔ اور اس کے اندر باہر مناسب صفاتِ خداوندی کے نشان بنائے۔ تاکہ ہر ایک اس صفت کا مظہر ہو سکے۔ یہاں تک کہ مشہور قول کے موافق ایک ہزار ایک نشان ایک ہزار ایک صفت کے موافق بنائے۔

صاحبِ جمال کے پاس اگرچہ جواہرات، موتی اور لباس کتنا ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی اس کے نزدیک آئینہ سے بڑھ کر قابلِ اعتبار کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اگر صاحبِ جمال کے موتی یا لباس میں کسی قسم کا خلل آجائے تو بغیر آئینہ وہ خود ٹھیک نہیں کر سکتے لیکن اگر تھوڑا سا غبار آئینہ پر ہو تو فوراً لطف و کرم کی آستین سے وہ غبار دور کر دیتا ہے۔ اگرچہ گھر میں ہزاروں قسم کے جواہرات موتی اور لباس ہوں یا اس کے ہاتھ میں ہوں یا کان میں سب سے منھ پھیر کر آئینے کو ضرور دیکھتا ہے۔

ہر ایک آئینہ جو آدم علیہ السلام کے وجود میں رکھا گیا وہ جمال نما آئینہ کو جمال بین آنکھ عنایت کرتا تھا تاکہ جب وہ آئینہ میں اپنی ایک ہزار ایک کھڑکیاں دیکھے تو آدم علیہ السلام بھی اسے ایک ہزار ایک آنکھ سے دیکھ سکے۔

الغرض اسی طرح چالیس ہزار سال تک آدمؑ کا قالب مکہ اور طائف کے درمیان پڑا رہا اور ہر لحظہ اس میں غیبی خزانوں کے موتی اور آبدار گوہر رکھتے رہے یہاں تک کہ غیبی خزانوں کی تمام نفیس چیزیں اس میں رکھی گئیں جب دل کی باری

آئی تو دِل کی مٹی بہشت سے لائی گئی اور ابدی آبحیات سے اسے گوندھا گیا اور تین سو ساٹھ نظرِ رحمت سے اسکی پرورش کی۔

تین سو ساٹھ کی خصوصیت اس واسطے کہ چالیس ہزار سال کا عرصہ تخمیر ہوتے ہوئے گزرا۔ اس عرصہ میں تین سو ساٹھ ہزار اربعین ہوتی ہیں۔ ہزار ہزار اربعین کے بعد وہ ایک نظرِ رحمت کا مستحق ہوتا رہا۔ اور اس پر نظرِ رحمت کیگئی چونکہ تین سو ساٹھ ہزار اربعین کا عرصہ گزرا اس لئے وہ تین سو ساٹھ نظرِ عنایت کا مستحق ہوا۔

جب دل کا کام اس کمالیت کو پہنچ گیا، تو ایک موتی جو غیب کے خزانے میں تھا۔ جو ملکوتی خزانچیوں کی نظروں سے بھی پوشیدہ رکھا گیا تھا اور جس کی خزانہ داری خود اللہ تعالےٰ نے کی تھی۔ فرمایا کہ اس کے لائق آدمؑ کے دِل کے سوا اور کوئی خزانہ نہیں۔ وہ موتی محبت کا موتی تھا۔ جسے معرفت کی امانت کی سیپی میں رکھا گیا تھا۔ اور تمام ملک اور ملکوت کو دکھلایا گیا۔ لیکن کوئی بھی اس کا خزانچی بننے کا مستحق نہ ٹھہرا۔ اس کا خزانچی ہونا آدمؑ کے دل کے لئے مناسب تھا۔ کیونکہ اس نے نظرِ رحمتِ الٰہی سے پرورش پائی تھی اور آدمؑ کی جان اسکی خزانہ داری کے لائق تھی۔ کیونکہ اس نے کئی ہزار سال جلالِ احدیت کی صفات کے نور کے پرتو سے پرورش پائی تھی۔

تعجب تو یہ ہے کہ بے علّت عنایت سے ہزارہا لطف و عنایات آدم علیہ السلام کے دل اور جان پر ہو رہی تھیں لیکن مقرب فرشتوں میں سے کسی کو خبر تک نہ تھی اور نہ ہی وہ اسے پہچانتے تک تھے۔ ایک ایک کر کے آدم علیہ السلام کے

پاس آتے اور دیکھ کر کہتے کہ یہ بڑا عجیب نقش بنایا جا رہا ہے۔ یہ کونسی عجیب چیز ہے
جو پردۂ غیب سے ظہور میں لا رہے ہیں آدم علیہ السّلام لبوں میں ہی کہتے کہ اگرچہ
تم تو مجھے نہیں پہچانتے۔ لیکن میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ ذرا صبر کرو۔ مجھے اس
خوابِ خوش سے جاگنے دو۔ پھر میں ایک ایک کا نام تمہیں بتلادوں گا۔ کیونکہ جو
جواھرات مجھ میں رکھے گئے ہیں ان میں سے ایک تمام اسماء کا علم بھی ہے۔
وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ سورۃ بقرہ رکوع ۴۔ (آدمؑ کو ان سب کے نام
سکھلادیئے) فرشتے بہتیری دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کرتے۔ لیکن ان کی سمجھ میں
کچھ نہیں آتا۔ کہ یہ کس قسم کا مجموعہ ہے

ایک مرتبہ مکّار شیطان علیہ اللعنۃ، آدم علیہ السّلام کے گرد پھر رہا تھا۔ اور
کن انکھیوں سے غور کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ اس نے آدم علیہ السّلام کے منہ کو کھلا
ہوا پایا۔ یہ دیکھکر فرشتوں سے کہنے لگا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں ابھی اس مشکل کو حل کئے
دیتا ہوں۔ میں اس سوراخ کی راہ اندر جاکر دیکھتا ہوں۔ کہ یہ کیا چیز ہے۔ جب
اندر جاکر دیکھ بھال کی تو آدم علیہ السّلام کے وجود میں وہ تمام چیزیں دیکھیں،
جو عالمِ بزرگ میں پائی جاتی ہیں۔ اُسے آدم علیہ السلام کا سر آسمان کی طرح معلوم
ہوا۔ آسمان کے ساتوں پردوں کی بجائے یہاں سات قویٰ بشری متخیلہ[۱]۔
متوہمہ[۲]۔ متفکرہ[۳]۔ حافظہ[۴]۔ ذاکرہ[۵]۔ مدبرہ[۶] اور حسِ مشترک دیکھیں جیسے آسمان
میں فرشتے ہیں۔ اسی طرح آدم علیہ السّلام کے وجود میں دیکھنے۔ سونگھنے۔ سننے۔ چھونے
اور چکھنے کی طاقت پائی اور سارے بدن کو زمین کی طرح پایا اور جس طرح زمین
میں درخت۔ گھاس۔ ندیاں اور پہاڑ ہوتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام کے بدن

ہیں بعض بال بڑے بمنزلہ درخت کے اور بعض چھوٹے بمنزلہ گھاس کے، اور رگیں بمنزلہ ندیوں اور ہڈیاں بمنزلہ پہاڑوں کے دیکھیں۔

عالمِ کبریٰ یعنی عالمِ دنیا میں چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمی۔ سردی۔ برسات بہار۔ اسی طرح آدم علیہ السلام میں بھی چار طبع حرارت۔ برودت، رطوبت اور یبوست چار چیزوں صفرا، سودا، بلغم اور خون میں ملی ہوئی پائی ہیں۔ اور جس طرح عالمِ کبریٰ میں چار ہوائیں: بادِ بہاری۔ بادِ تابستانی، بادِ خزانی، بادِ زمستانی، ہوتی ہیں تاکہ بادِ بہاری سے درختوں میں پھل لگیں اور پتے نکلیں اور سبزیاں پیدا ہوں۔ اور گرمی کی ہوا انھیں پکاتے اور موسمِ خزاں کی ہوا انھیں سکھائے اور جاڑے کی ہوا انھیں گرادے۔ اسی طرح آدم علیہ السّلام کے وجود میں جو کہ عالمِ صغریٰ ہے چار ہوائیں یعنی جاذبہ۔ ہاضمہ۔ ماسکہ اور دافعہ ہیں۔ تاکہ قوتِ جاذبہ حلق میں طعام گزار کر ہاضمہ کے سپرد کرے اور وہ غذا کو پکا کر ماسکہ کے سپرد کردے تاکہ اس میں سے مفید مفید لے لے اور باقی فضلہ قوتِ دافعہ کے حوالے کرے اور قوتِ دافعہ باہر پھینک دے۔ اور جس طرح ان چار ہواؤں میں سے اگر ایک عالمِ کبریٰ میں نہ ہو تو جہاں خراب ہو جاتا ہے اسی طرح اگر عالمِ صغریٰ میں ان چار ہواؤں میں سے ایک نہ ہو تو انسانی قالب کا قوام ٹھیک نہیں رہ سکتا۔ اور جس طرح عالمِ کبریٰ میں چار قسم کا پانی: آبِ شور۔ آبِ تلخ۔ آبِ منتن اور آبِ خوش ہوتا ہے اسی طرح انسانی وجود میں بھی چار قسم کا پانی ہوتا ہے اور قدرتِ کاملہ سے ایک خاص مقام پر ہر ایک کو رکھا گیا ہے چنانچہ آبِ شور یعنی کھاری پانی آنکھ میں رکھا ہوا ہے کیونکہ آنکھ میں جو چربی ہے وہ آبِ شور ہی

سے قائم رہ سکتی ہے اور چربی سے آنکھ کی حفاظت ہوتی ہے اور آنکھ سے سفیدی کی حفاظت ہوتی ہے اور سفیدی سیاہی کی حفاظت کے لئے ہے اور سیاہی آنکھ کی پتلی کی حفاظت کرتی ہے۔ اور آنکھ کی پتلی کو نظر کا مقام ٹھہرایا۔ اور نظر کو دیکھنے کا سبب ٹھہرایا۔ اور چونکہ دیکھنا قوتِ باصرہ کے نور پر منحصر تھا اس لئے آنکھ کے نو مختلف طبقے پردے اور چربی کے بنائے تاکہ یہ چربی قوتِ باصرہ کو مدد دے سکے۔ جیسا کہ شمع کی روشنی کو موم کی مدد پہنچتی ہے۔ اور آبِ تلخ یعنی کڑوے پانی کو کان میں رکھا تاکہ کیڑے مکوڑے کان کے اندر نہ جا سکیں اور آبِ منشی یعنی ترش پانی کو ناک میں رکھا تاکہ جو دماغی فضلہ ہو وہ ناک کی راہ بہہ جائے اور آبِ خوش یعنی میٹھا پانی منہ میں رکھا تاکہ منہ خوشبودار رہے اور زبان باتیں کر سکے اور طعام کے لئے بدرقے کا کام دے اور حلق تک پہنچائے۔ ہر ایک بات میں بیشمار حکمتیں ہیں۔ اگر سب شمار کی جائیں تو ایک طویل کتاب ہو جائے۔

مختصر یہ کہ جب شیطان نے اچھی طرح دیکھ بھال کر لی تو سب باتوں کو یاد رکھا۔ لیکن جب دل کے قریب پہنچا تو اسے ایک محل کی طرح پایا جس کے سینے کا میدان بنا ہوا ہے۔ بہتیری کوشش کی لیکن دل کے اندر جانے کی راہ نہ ملی۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان دل کے اندر نہیں جا سکتا۔

یہ دیکھکر شیطان کہنے لگا۔ کہ پہلے جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ تو سہل کام تھا۔ اب مشکل یہاں آن پڑی ہے۔ اگر مجھے انسان سے کسی قسم کی تکلیف پہنچتی بھی ہے تو یہیں سے پہنچے گی۔

اگر اللہ تعالیٰ کو آدم سے کچھ سروکار ہے تو فقط اسی مقام (دِل) سے ہے۔ اور اگر کچھ رکھنا ہے تو بھی اسی میں رکھے گا۔

لاکھوں دلیلیں سوچتا ہوا نا امید ہو کر واپس آیا۔ چونکہ شیطان کو دِل کے اندر جانے کی راہ نہ دی گئی اور اسے دور ہی رکھا گیا اس لئے تمام جہان کا مردود بن گیا۔

تو جب شیطان شرمندہ ہو کر اور خسارہ اٹھا کر باہر آیا تو فرشتوں کو کہنے لگا کہ یہ شخص اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس کو غذا کی ضرورت پڑے گی دوسرے حیوانوں کی طرح صاحبِ شہوت ہو گا۔ اس لئے اس پر آسانی کے ساتھ قبضہ کیا جا سکے گا۔

لیکن اس کی صدر گاہ میں ایک محل ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں۔ اس کے اندر جانے کی مجھے راہ نہیں ملی اور نہ ہی مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہے کیا چیز فرشتوں نے کہا: کہ ابھی مشکل حل نہیں ہوئی۔ جو اصل بات تھی وہ تو ہمیں معلوم ہی نہیں ہوئی۔ پھر بارگاہِ الٰہی میں واپس آئے اور عرض کی۔ کہ اے پروردگار مشکلوں کو تو ہی حل کرتا ہے اور گرہیں تو ہی کھولتا ہے۔ علم تو ہی بخشتا ہے اور جہالت بھی تو ہی عنایت کرتا ہے۔ مدّت سے تو اس مٹھی بھر خاک پر اپنی کارگیری کر رہا ہے اور اس میں تو نے ایک اور چھوٹا سا جہان بنا لیا ہے۔ اور اس کے بہت سے خزانے مخفی رکھے ہیں۔ لیکن ہمیں اس امر کی بالکل اطلاع ہی نہیں اور نہ تو نے کسی کو اس سے واقف کیا۔ ازراہِ عنایت یہ تو فرمائیے گا [illegible] ذاتِ الٰہی سے حکم ہوا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

(میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) لیکن ابھی وہ مکمل نہیں ہوا۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اور اسے نہیں پہچانتے۔ یہ ابھی صرف اس کا گھر منزل گاہ اور تخت گاہ ہے۔ جب میں سب ٹھیک ٹھاک کر لوں گا اور تختِ سلطنتِ خلافت پر بٹھاؤں گا تو تم سب کو اسے سجدہ کرنا ہوگا۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ۔ سورۃ الحجر رکوع ۳۔ (جب میں نے اسے ٹھیک بنالیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔ تو سب نے اسے سجدہ کیا) فرشتے آپس میں کہنے لگے کہ اب تو مشکلات اور بھی زیادہ ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سے اُسے سجدہ کرائے گا اور اسے اپنا نائب بنائے گا۔ ہمیں تو یہ معلوم نہ تھا کہ کوئی اور شخص بھی اس کی نیابت اور خلافت کے لائق ہے۔ یا یہ کہ اس کے سوا کوئی اور مسجود ہونے کے لائق ہے ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ پاک پروردگار بے شریک بے مثل بے مانند اور بے خویش و بے پیوند ہے۔ اچھا اب جاکر خوب غور سے اس کے گرد پھرتے ہیں اور اس گھر کو (آدم علیہ السلام) کو دیکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایک نے آدم علیہ السلام کے قالب کے گرد پھرنا شروع کیا۔ اور غور سے دیکھتے رہے۔ سب یہی کہتے تھے کہ ہمیں تو سوائے پانی اور مٹی کے یہاں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس سے خلافت کا جمال تو ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس میں مسجود ہونے کا استحقاق نظر آتا ہے۔

سب نے یہ کہا۔ کچھ سمجھ میں تو آتا نہیں لیکن شاید یہ استحقاق اسے صفات کی وجہ سے حاصل ہو۔ اس لئے اس کی صفات کو دیکھنا چاہیئے۔ جب انھوں نے صفات کی طرف غور کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا قالب چار عناصر خاک، باد، آب، آتش یعنی مٹی، ہوا۔ پانی اور آگ سے بنا ہوا ہے۔

جب چار عناصر کی صفات کی طرف غور کیا تو خاک میں سکونت کی خاصیت اور ہوا میں حرکت کی خاصیت دیکھی اور خاک کو ہوا کی ضد پایا۔ پانی کو سفلی اور آگ کو علوی پایا اور یہ بھی ایک دوسرے کی ضد تھیں۔ جب انھوں نے غور کیا تو خاک کی طبع خشک اور ہوا کی تر اور پانی کی سرد آگ کی گرم پائی۔ سب کی سب ایک دوسرے کی ضد دیکھیں۔

تو آپس میں کہنے لگے کہ جہاں دو ضدیں جمع ہوں وہاں ضرور فساد برپا ہوتا ہے۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ سورۃ الانبیاء رکوع ۱۔ (اگر اس میں اور خدا بھی ہوتا، تو بڑا فساد برپا ہوتا) چونکہ عالم کبریٰ میں ضدین کے باعث فساد ہوتا ہے اس لئے عالم صغریٰ میں بھی ضدین کے باعث فساد کا ہونا لازمی ہے۔ یہ سوچکر پھر بارگاہِ الٰہی میں لوٹ آئے اور عرض کرنے لگے کہ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ سورۃ البقر رکوع ۴ (کیا تو زمین پر ایسے شخص کو پیدا کرنے والا ہے جو خون ریزیاں کرے گا اور فساد برپا کرے گا حالانکہ ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی کا ذکر کرتے ہیں) خلافت کا حق ہمارا ہے اور ہم اس سے بہتر ہیں۔

پہلا شخص جسے ملامت کی گئی وہ حضرت آدم علیہ السلام تھا۔ اور اول ہی اول جس نے ملامت کی وہ فرشتے تھے۔ اگر سچ پوچھو تو پہلے پہل اللہ تعالیٰ پر ہی انھوں نے اعتراض کیا کہ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ۔ اس سے ظاہر ہے کہ عشق بازی کی بنا ملامت پر رکھی ہے۔

زبانِ حال سے آدم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے عرض کی کہ ہم نے امانت کا بوجھ
ملامت کی رسّی میں باندھ کر پیٹھ پر اٹھالیا ہے اور سلامتی بیچ کر ملامت خرید لی ہے ایسی
باتوں کا ہمیں کوئی ڈر نہیں۔

کیا آدمؑ کے لئے یہ شرف کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمانوں، زمینوں
اور ان کی ساری چیزوں کو چھ دن رات میں بنایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِی
سِتَّۃِ اَیَّامٍ۔ سورۂ یونس رکوع ۱۔ (آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں بنایا) اور
بِیَدِیْ کا شرف نہ عنایت کیا۔ حالانکہ وہ عالمِ کبریٰ تھا۔

لیکن یہاں آدم علیہ السلام کو جو عالمِ صغریٰ ہے چالیس روز میں خود اپنے دستِ
قدرت سے بنایا۔ یہ صرف اس واسطے ہے تاکہ بے خبروں اور طعن کنندوں کو یہ واضح
ہو جائے کہ آدمی کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں وہ اختصاص حاصل ہے جو موجودات
میں سے کسی اور کو نہیں۔

دوسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش میں بِیَدِیْ کی خصوصیت میں ایک
خاص بھید ہے کہ تمام موجودات پیدائش میں اس کے بھید کے تابع ہیں۔ یہ سارا شرف
اسی قلب کو حاصل ہے جو عالمِ صغریٰ ہے اور روح کو جو وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ
سورۃ الحجر رکوع ۳۔ (اور اس میں میں نے اپنی روح پھونک دی) کا اختصاص حاصل ہو
اس کے مقابلے میں دنیا اور آخرت اور جو کچھ اس میں ہے سب عالمِ صغریٰ ہے۔
یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رُوح کو کس قسم کا شرف حاصل ہوا ہوگا۔ کیونکہ وہ
قربِ حق میں کئی ہزار سال رہ چکا ہے اور پھر جب روح کا تعلق قالب سے پیدا
کیا ہوگا تو کیا کیا سعادتیں اس پر نثار کی ہوں گی۔

اس کی سواری کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور اسے انسانیت کی سلطنت میں خلافت
کے تخت پر بٹھایا۔ اسی وقت تمام کروبیوں اور روحانیوں نے اس کے قالب
کے تخت کے سامنے سجدہ کیا (فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ
سورۃ الحجر رکوع ۳۔ (تمام فرشتوں نے سجدہ کیا) جبرئیل علیہ السلام اس درگاہ
میں دربان بنا۔ میکائیل علیہ السلام خزانچی اور تمام فرشتوں اور آسمانوں کے
سپرد خاص خاص کام کئے گئے۔ جب سیاست کے قاعدہ کو تمہید دینی چاہی، تو ایک
کو سولی چڑھایا تاکہ ملک اور ملکوت میں کوئی اور اس خلافت کی مخالفت کا دم نہ
مارے وہ مغرور سیہ پوش جو ایک مرتبہ بے اجازت چوری چوری آدم علیہ السلام
کے قالب میں گیا تھا اور اس کی خلافت کی سلطنت کو چشم حقارت سے دیکھا تھا
اور چاہا تھا کہ اس کے دل کے خزانے کو نقب لگائے لیکن اس سے ہو نہ سکا۔
اسے چوری کی تہمت دے کر پکڑ لیا۔ اور بدبختی کی رسّی سے اس کی مشکیں
کس کر باندھیں اور سجدے کے وقت جب سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس سے
نہ ہو سکا۔ کیونکہ اسی روز سے بدبختی کی رسّی سے باندھا ہوا تھا۔ اس واسطے کہ
بغیر اجازت کے کارخانۂ غیب میں گیا تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جب خلقت میدان میں
حاضر کی جائے گی یَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ۔ سورۃ القلم۔
(جس دن پردہ اٹھایا جائے گا اور لوگ سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے) تو اللہ تعالے
کا ایک نور چمکے گا جسے ساری مخلوق سجدہ کرنا چاہے گی لیکن وہی سجدہ کر سکے گا
جس نے دنیا میں سجدہ کیا ہوگا۔ اور جس نے دنیا میں دنیاوی خواہشات اور بتوں کو

سجدہ کیا ہے وہ نہیں کر سکے گا۔ اس واسطے کہ ان کے سر بدبختی کی رسی سے باندھے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے امر و نہی کے برخلاف عمل کیا کرتے تھے۔ اور سجدہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اس رسی کو ہم ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ جس کی باطنی آنکھ کھلی ہو وہی اسے دیکھ سکتا ہے۔ اسی لئے وہ توبہ اور استغفار کی قینچی سے اس رسی کے بند کاٹتا ہے۔ اگر دنیا میں اسکی فکر نہ کرے تو قیامت کو انھیں زنجیروں اور طوقوں میں گرفتار عرصات کے بازار میں لایا جائے گا۔ جیسا کہ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ۔ سورۃ مومن رکوع ۸۔ (جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہیں) سے ظاہر ہے پس مکار ابلیس کا سر جس نے تمام فرشتوں سے گستاخی کی باندھا گیا۔ اور یہی کارخانۂ غیب میں بلا اجازت گیا تھا۔ اور اس حکم کی خلاف ورزی کی کہ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ۔ سورۃ الاحزاب رکوع ۷ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں نہ داخل ہو، تاوقتیکہ تمہیں اجازت نہ مل جائے) اسی واسطے قہر کی رسی سے اس کا سر باندھا گیا اور یہی وجہ تھی کہ وہ انسان کو سجدہ نہ کرسکا جیسا کہ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ سورۃ البقر رکوع ۴۔ (مگر شیطان نے جس نے انکار کیا اور اپنے تئیں بڑا جانا) سے ظاہر ہے اور لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس نے سجدے کے وقت انکار کیا اور اپنے آپ کو بڑا خیال کیا۔ واقعیٔ ظاہرا طور پر تو یہ بات سجود کے وقت ظہور میں آئی جو درخت کے پھل کی طرح ہے لیکن اس انکار اور استکبار کی حقیقت جو بمنزلہ بیج کے ہے وہ اس روز شیطان کی بدبختی کی زمین میں بوئی گئی جس روز اس نے ادب سے انکار

گیا۔ اور بے اجازت خانۂ غیب میں گیا۔ اور جب باہر نکلا تو اپنے آپ کو بڑا خیال کیا اور کہا خلق مجوفا لا یتماالک (اندر سے کھوکھلی شے بنائی ہے۔ اس کی تو کچھ حقیقت ہی نہیں ہے۔ بزرگی کی آنکھ سے اپنے آپ کو دیکھا۔ اور یہ سبب تکبر کے حقارت کی نگاہ سے خلیفۂ حق کو دیکھا۔ اسی واسطے وہ بیج بڑھتا رہا یہاں تک کہ سجدے کے وقت اسی تکبّر کا پھل نمودار ہوا۔ اور یہی وجہ تھی کہ بدبختی کی رسی سے لعنت کی سولی پر لٹکا دیا گیا۔ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ سورۂ ص رکوع ۵۔ (بے شک قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت رہے گی اور ابد تک اسے سولی سے نہیں اتارا جائے گا، تاکہ بعد ازاں تمام فرشتوں میں سے کسی کو اس بات کی جرأت نہ ہو کہ خلیفۂ حق کی بے حرمتی کرے۔ اور جو اس لعین کی متابعت کریگا وہ بھی اسی زنجیر میں جکڑا ہوا دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ سورۂ ص رکوع ۵۔ (البتہ میں دوزخ کو تجھ سے اور تیرے تمام تابعین سے پُر کردوں گا)

کہتے ہیں کہ جس وقت روحِ آدم (علیہ السلام) کے قالب کے پاس آئی اور بدن کے تمام مسالک کو پھر کر دیکھا۔ تو اسے وحشت ناک تاریک گھر پایا کہ جس کی بنیاد چار متضاد چیزوں (آگ، ہوا، پانی، مٹی) پر رکھی گئی ہے روح کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے اس پر کچھ دل نہ لگایا۔ اور جب اور بھی غور سے دیکھا تو اس میں حشرات الارض سانپ، بچھو اور طرح طرح کے درندوں، چوپاؤں اور کتوں وغیرہ کے ہزارہا اقسام آپس میں گتھم گتھا

دیکھے اور دیکھا کہ اس پر حملہ کیا چاہتے ہیں اور ہر طرف سے ایک ایک زخم لگا دیتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں۔ نفس امارہ کو دیکھا کہ سات سر والے ایک اژدہے کی طرح منہ کھولے اسے نگلنے کو دوڑتا ہے۔ اس کے سات سر حسب ذیل تھے:

حرص[۱]، حسد[۲]، غضب[۳]، شہوت[۴]، بخل[۵]، کینہ[۶] اور کبر[۷]۔

نازنین روح جس نے کئی ہزار سال رب العالمین کے قرب میں ہزار ہا ناز سے پرورش پائی تھی۔ ان وحشتوں سے بہت گھبرا گئی اور اللہ تعالیٰ کے انس کی قدرومنزلت جو اسے اس وقت تک معلوم نہ تھی اب معلوم ہو گئی۔ اور نعمت وصال پر ہمیشہ مستغرق رہنے کے باوجود اس کا ذوق اسے معلوم نہ ہوتا تھا۔ اب معلوم ہوا۔ اور مفارقت کی آگ اس کی جان میں بھڑک اٹھی۔ اور جدائی کا درد اس کے سر پر غالب ہوا۔ تو فوراً اس وحشت سے اس کا سر پُر ہو گیا۔ اور چاہا کہ جس راہ سے آئی تھی، اسی راہ واپس چلی جائے۔ واپس جانے کے لئے نفخ کی سواری طلب کی۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر جائے کیونکہ وہ سوار ہو کر آئی تھی۔ اور پیدل نہیں جا سکتی تھی۔ سواری نہ پاکر بڑی شکستہ دل ہوئی۔ اسے کہا گیا کہ ہمیں بھی شکستہ دلی مطلوب ہے۔ اس سے اس پر قبض غالب آئی۔ اس نے ٹھنڈا سانس لیا۔ تو اسے کہا گیا کہ ہم نے اسی سرد آہ کیلئے بھیجا تھا۔ اس آہ کا بخار اس کے دماغ کی چھت پر پہنچا اور فوراً آدم (علیہ السلام) کو چھینک آئی اور اس میں حرکت پیدا ہو گئی۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ عالم صورت کا فراخ کوچہ دیکھا اور آفتاب کی روشنی کا مشاہدہ کیا اور کہا الحمد للہ۔ بارگاہ الٰہی سے خطاب ہوا۔ یرحمک اللہ یعنی ہماری حمد و ثنا کرنا تیرے لئے ہماری رحمت کا موجب ہے۔ جب خطاب کا ذوق پایا تو قدرے تسلی اور سکونت کی لیکن

پھر بھی جس وقت اللہ تعالےٰ کی نزدیکی اور محبت کا اسے خیال آتا اور عالمِ ارواح کی فضا کی وسعت اور بے واسطہ رزق کی یاد کا خیال آتا تو چاہتی کہ قالب کے پنجرے کو توڑ ڈالے اور آب و گِل کے لباس کو پھاڑ کر اپنے اصلی گھونسلے کو اڑ جائے۔

جس طرح بچوں کو رنگین چیزوں گھنٹیوں وغیرہ سے بہلاتے ہیں اسی طرح آدم (علیہ السلام) کو کبھی فرشتوں کی معلم بنا رہا ہے تو کبھی فرشتوں سے سجدہ کرا رہا ہے کبھی آسمانیوں کے گرد گھما رہا ہے تو کبھی منبر پر کھڑا کر رہا ہے تاکہ جمالِ حضرت حق کے اشتیاق کی آگ کی چنگاری مدہم پڑ جائے اور جدائی کی وحشت اس سے جاتی رہے آخر حکم ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام) تو بہشت میں جا کر سکونت اختیار کر اور جو چاہے کھا پی یارہ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا سورۃ البقر رکوع ۴۔ (اے آدم (علیہ السلام) تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جہاں اور جو چاہو حسب منشار کھاتے رہو) مگر آدم علیہ السلام کی وحشت کسی طرح کم نہ ہوتی۔ اس لئے اُنھیں کی جان سے حوا علیہا السلام پیدا کی گئیں اور آدم علیہ السلام کی بغل میں بٹھایا تاکہ اپنے ہم نشین کو دیکھ کر اس سے الفت پیدا کرے جیساکہ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا سورۃ الاعراف رکوع ۲۴ (اسی سے اس کی زوجہ بنائی تاکہ اس سے الفت کرے) جب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا علیہا السلام کے جمال کو دیکھا تو سویا ہوا نفس جاگ اٹھا۔ اور اس معاملے کا ذوق بھرپور پایا۔ شہوت کا ناگ جنبش کرنے لگا اور اس صفت کا غلبہ ہوا جو کہ حیوانی صفات میں کامل ہے اور اس سے بڑے پردے

حائل ہو جاتے ہیں۔ اس کا پردہ روح اور بارگاہِ الٰہی کے انس کے درمیان حائل ہو گیا
پھر عمدہ کھانے اور مزے سے سونے کے سبب باقی ماندہ حیوانی صفات نے
ہوائے نفس اور اقتضائے طبیعت کے موافق غلبہ کیا اب حجاب اور بھی بڑھ گئے اور
اسی قدر بارگاہ الٰہی کی محبت کم ہو گئی۔ کیونکہ جس قدر حیوانی لذتوں اور خواہشوں
لے انسانی نفس ذوق حاصل کرتا ہے اور اس سے الفت کرتا ہے اسی قدر الفتِ الٰہی
اس کے دل سے دور ہو جاتی ہے۔

الغرض جب انسانی روح کو رب العالمین کے قرب وجوار سے قالب کے
عالم اور عناصر کی تاریکی اور دنیا کی وحشت سرائے سے تعلق دیا تو اسے ملک اور ملکوت
کے تین سو ساٹھ ہزار عالم سے گزارا۔

پس اتنے ہزار روحانی اور جسمانی عالموں سے عبور کرتے ہوئے قالب سے
ملنے تک روح کو ستّر ہزار نورانی اور ظلماتی حجاب حاصل ہوئے۔ نورانی حجاب روحانیت
کے عالم سے حاصل ہوئے اور ظلماتی حجاب جسمانیات کے عالم سے۔ کیونکہ ہر عالم
میں ہر ایک چیز کو اس کا دیکھنا اگرچہ دوسری حالت میں اس کے کمال اور ازار خواہش
تھی لیکن اس وقت ہر ایک روح کے لئے حجاب ہو گیا۔ جس کے سبب وہ ملکوت کے
مطالعہ جمالِ حق کے مشاہدہ۔ احدیت کے مخاطب کے ذوق اور قربت کے شرف سے
محروم رہا۔ اور قربت کے اعلیٰ علیین سے طبیعت کے اسفل السافلین میں آگرا۔

روح اور جسم کے چندروزہ تعلق میں باوجود خلوتِ خاص میں ہزار سال قربت
سے مشرف ہونے کے اس قدر حجاب ظاہر ہوئے کہ ان دوستوں کو بالکل فراموش
ہی کر ڈالا۔ نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ سورۃ التوبہ رکوع ۹۔ (انھوں نے اللہ تعالےٰ

کو بھلا دیا اور اس نے ان کو بھلا دیا ۔) اور آج کتنا ہی اُس عالم کی بابت سوچتا ہے ۔ لیکن کچھ بھی یاد نہیں آتا ۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ سورۃ العصر (مجھے عصر کی قسم بے شک انسان نقصان میں ہے) کے ابدی نقصان میں رہا ۔ قسمیہ فرماتا ہے " کہ انسانی روح قالب کے تعلق کی وجہ سے نقصان کی آفتوں میں گرفتار ہے ۔ مگر وہ شخص جنھوں نے ایمان اور عمل صالح کے وسیلے روح کو ان آفتوں اور صفات قالب کے حجابوں سے خلاصی دی اور اصلی جائے قرار پر آ پہنچے ۔ قالب سے انسانی روح اور اس کی آفات کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس بیج ہو ۔ اگر وہ اس کو بوئے اور اس کی پرورش کرے تو ایک کے سو یا سات سو ہو جاتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ ۔ (اس کی مثال اس دانے کی سی ہے جو اُگے اور اُس میں سات خوشے لگیں اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالےٰ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی کئی گنا کر دیتا ہے)

اسی طرح دنیاوی قابلیت میں بھی یہ قابلیت رکھی ہے کہ وہ آخرت کی کھیتی بن سکے ۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ حدیث (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) اور اس میں نیک عملوں کے بیج بوئے جائیں تاکہ قیامت کے دن ایک کے سو یا سات سو حاصل کر سکیں جیسا کہ نکل حسنۃ یعملها تکتب له بعشر امثالها الی سبع مائۃ ضعف بخاری شریف ۱۲ ۔ (نیکی کی ویسی ہی دس سے لیکر سات سو تک نیکیاں ملتی ہیں) سے ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اَن گنت اور بے شمار حاصل ہوں جیسا کہ

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ سورۃ الزمر رکوع ۱ (بے شک صابروں کو بغیر حساب کے اجر ملتا ہے) سے ظاہر ہے۔ اس طرح انسانی قالب کی زمین کو یہ استعداد عنایت کی ہے کہ جب وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي سورۃ ص رکوع ۵۔ (اور اس میں میں نے اپنی روح پھونکی) کی روحانیت کا بیج اس میں بوئیں اور عبادت کے پانی اور شریعت کے آفتاب سے اس کی پرورش کریں۔ تو اس میں قرب اور معرفت کے اسقدر پھل حاصل ہوتے ہیں جو کسی مخلوق کے وہم اور فہم سے باہر اور کسی کہنے والے کا بیان اسکی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر وہ بیج اسی طرح رہے تو بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن جب بیج زمین میں بو کر اس کی پرورش نہ کرے۔ تو مٹی کی یہ خاصیت ہے کہ بیج سڑ جائے اور بیج کے پھوٹ نکلنے کی استعداد کو باطل کر دے۔ پس انسانی روح کا بیج پیشتر اس کے کہ قالب کی زمین میں ڈالا گیا، اس میں کلامِ حق کے سننے کی قابلیت تھی جیسا کہ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ سورۂ اعراف رکوع ۲۲۔ کے عہد سے معلوم ہوتا ہے اور بلیٰ کے جواب کی لیاقت اس میں تھی۔ اگرچہ یہ کاشتکاری اس واسطے کی کہ روح کے بیج کو بینائی، شنوائی اور گویائی جو اس میں پہلے سے موجود ہے تو سو گنی یا سات سو گنی ہو جائے لیکن جب تک اس بیج کو ایمان کا پانی اور عمل صالح کی تربیت نہ کی جائے اس کی حالت نقصان پذیر رہتی ہے اور اس حقیقی بینائی، شنوائی اور گویائی سے محروم رہ جاتا ہے۔

آپ غور کریں کہ دنیاوی بیج کو اس کے کمال تک پہنچانے کے لئے کسقدر سامان، آلات اور اوزار وغیرہ درکار ہوتے ہیں جیسا کہ زمین جس میں بیج ڈالتے ہیں اور آسمان کہ جس سے پانی حاصل ہوتے ہیں۔ ہوا جو زمین کی سردی اور آفتاب کی

گرمی کو معتدل کرتی ہے۔ نیز دوسرے اسباب اور آلات۔ مثلاً کوئی کسان جب بیج بوتا ہے تو اسے بیلوں کی ضرورت ہوتی ہے اور نیز لوہا۔ لکڑی اور رسی درکار ہوتی ہے۔ ان کے لئے بڑھئی، لوہار اور رسے بٹنے والے درکار ہیں جو ان آلات کو درست کر سکیں۔ نیز ان شخصوں کو بھی بہت سی خلقت درکار ہے تاکہ وہ اپنا کام چلا سکیں۔ جیسے نانبائی قصاب، بنئے، باورچی۔ سبزی فروش۔ کاتنے والے۔ بننے والے۔ دھونے والے اور سینے والے وغیرہ وغیرہ اور پھر ان کو بھی اور لوگوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ اپنے کام میں اچھی طرح مشغول ہو سکیں جیسے چکی چلانے والے۔ چرانے والے۔ سوداگر وغیرہ۔

غرضیکہ ہر ایک قسم کے شخصوں کو دوسرے پیشہ وروں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اپنے مصلحت کو قائم رکھ سکیں اور ان سب باتوں کے بعد ایک عادل بادشاہ کی ضرورت ہے تاکہ خلقت کو مساوی طور پر خیال کرے اور زبردستوں کی زبردستی اور ظلم کو کمزوروں سے روکے اور رعیت کا حامی اور نگہبان رہے تاکہ ہر ایک شخص امن اور فراغت سے اپنے کام میں مشغول ہو سکے۔ جب آپ غور کی نگاہ سے دیکھیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں آسمان، زمین، چاند، ستارے، مفرد۔ مرکبات، نباتات، حیوانات، فرشتے۔ جن، انسان، کاریگر، اہلِ حرفہ، تاجر، عالم، امین، وزیر، بادشاہ وغیرہ سب کو ایک بنیادی بیج کی خاطر کام میں مشغول رہنا پڑتا ہے، تو خیال کرو کہ جہاں پر روحانیت کے بیج کی کھیتی باڑی ہوگی، جو کہ من روحی کے خاص انبار سے نکال کر ونفخت فیہ کے طعنہ کے بغیر انسانی قالب کی زمین میں بویا گیا ہے۔ اس کی پرورش میں اسے درجہ کمال یعنی مقام

معرفت تک پہنچانے کے لئے کس قدر آلات، اوزار اور اسباب درکار ہوں گے۔

پس جب آپ حقیقت کو غور سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت، آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ اسی کی پرورش کے لئے درکار ہے تاکہ یہ معرفت کا ثمرہ حاصل کر سکے اور یہ معرفت ہو۔ وصل کرنے کا تعلق وجود انسانی میں صرف قلب (دل) ہی کو حاصل ہے۔ یہ د دل ہے جسکے اسرار بھید راز و نیاز ابلیس لعین سمجھنے سے قاصر ہے اور یہ فیصلہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو وجودِ آدم (علیہ السلام) سے کچھ سروکار ہے تو فقط اسی مق دل سے ہے اور جو کچھ رکھنا ہے تو بھی اسی میں رکھیگا۔

دِل جمالِ الٰہی کے نظارے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ جب دل اس نظارہ مشغول ہوا بندہ خدا کی درگاہ کا خادم بنا اور حق تعالیٰ نے جو فرمایا وَمَا خَلَقْ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ سورۃ الذاریات رکوع ۳۔ (جنوں اور انسانو کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) یعنی پہچاننے کے لئے۔ اس کے یہی معنی ہیں۔ دل کو پیدا کر کے اسے ملک اور لشکر اور سواری بدن اسی واسطے دی ہے کہ عا خاک سے اعلیٰ علیین کی سیر کرے۔ اگر کوئی اس نعمت کا حق ادا کرنا اور بندگی شرط بجالانا چاہے تو چاہیئے کہ بادشاہ کی طرح سلطنت کی مسند پر بیٹھے او کی درگاہ کو اپنا مقصود اور قبلہ بنائے اور آخرت کو اپنا وطن اور ٹھہرنے کی جگ ٹھہرائے۔ اور دنیا کو منزل۔ بدن کو سواری، ہاتھ پاؤں کو خدمتگار، عق وزیر۔ خواہش کو مال کا نگہبان۔ غصہ کو کوتوال، حواس کو جاسوس بنا ہرایک کو ایک ایک کام پر مقرر کرے کہ وہاں کی خبر لائیں اور قوت خیال جو دما

اگلی طرف ہے اسے اخبار کے ہر کام کا افسر بنائیے تاکہ جاسوس سب پرچہ اخبار اسکے
پاس لائیں اور قوتِ حافظہ جو دماغ میں پچھلی طرف ہے اس کو اخبار کا محافظ دفتر
کرکے اخبار کے پرچے اس افسر سے لے کر حفاظت سے رکھے اور وقت پر وزیرِ
عقل سے عرض کرے اور وزیر ان سب چیزوں کے موافق جو ملک سے اسے
پہنچتی ہیں ملک کا انتظام اور بادشاہ کے سفر کی تدبیر کرتا رہے۔ وزیرِ عقل بھی اگر
دیکھے کہ لشکریوں سے کوئی مثلاً خواہش، غصہ، غضب، شہوت، حرص، حسد
وغیرہ بادشاہ سے پھر گیا اور اطاعت سے باہر ہوگیا اور راہ زنی کیا چاہتا ہے تو اس
کی تدبیر کرے اور جہاد کی طرف متوجہ ہو کہ پھر راہ پہ آجائے اور اس کے مار ڈالنے
کا ارادہ نہ کرے کیونکہ سلطنت بغیر ان کے درست نہ رہے گی بلکہ ایسی تدبیر کرے
کہ ان کو اپنے قابو میں لائے کہ جو سفر آنے والا ہے اس میں وہ یار و مددگار رہیں
دشمن نہو جائیں۔ رفاقت کریں چوری ڈکیتی عمل میں نہ لائیں۔ جب ایسا کیا تو سعید ہوا اور
نعمت کا حق ادا کیا۔ اور اس خدمت کے عوض میں سرفرازی کا خلعت وقت پر پائے گا۔
اور اگر اس کے خلاف عمل میں لایا تو ان باغی ڈکیتوں اور دشمنوں سے مل گیا تو نمک حرام
اور شقی ہو گیا۔ اور اس بداعمالی کی سزا پائے گا۔

واضح رہے کہ دل کی وہ صورت ہے جسے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
نے مضغہ یعنی گوشت کا ٹکڑا فرمایا ہے اور جو تمام مخلوقات میں ہے۔ حیوانات میں
صنوبری شکل کا گوشت کا ٹکڑا سینے کے نیچے بائیں پہلو پر ہے اس گوشت کے
ٹکڑے میں روحانی جان ہے۔

اور اس دل کی حقیقت اس عالم سے نہیں ہے۔ ہاں اس عالم میں مسافرانہ آیا

ہے وہ ظاہری گوشت کا لوتھڑا اس دل کی سواری اور ہتھیار اور بدن کے سب اعضاء
اس کا لشکر ہے وہ تمام بدن کا بادشاہ اور افسر ہے۔ خدا کی معرفت اور اس کے
جمالِ بے مثال کا مشاہدہ اُسی دل کی صفت ہے اور اسی پر تکلیفِ عبادت ہے۔
اسی سے خطاب ہے اسی پر ثواب و عذاب ہے۔ اصلی* بدن اس کا تابع ہے اسی
کی حقیقت اور صفتوں کا پہچاننا خدائے تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے وہ ایک عمدہ
گوہر ہے اور گوہر ملائکہ کی جنس سے ہے۔ درگاہ الوہیت اسکا اصلی معدن ہے۔

مگر صفائی کے مرتبہ میں محبت کے نور سے دل کو خاص قسم کی جان حاصل
ہوتی ہے جو ہر شخص کو نصیب نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى
لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ سورہ ق رکوع ۳۔ (یعنی جس شخص کا دل ہوتا ہے اسکے
دل کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔ یہاں دل سے مراد ظاہری دل نہیں بلکہ حقیقی
دل مراد ہے جسے ہم دل وجان کہتے ہیں۔

دل میں سنورنے اور بگڑنے کی قابلیت ہے۔ اس کا سنورنا اسکی صفائی میں
ہے اور اس کا بگاڑ اسکی کدورت میں ہے۔ دل کی صفائی حواس کی سلامتی پر
منحصر ہے کہ تمام عالم شہود کا انھیں پانچ حواس کے ذریعہ ادراک کرتا ہے۔ اسیطرح
دل میں پانچ حواس ہیں کہ جب وہ سلامت ہوتے ہیں تو ان سے عالمِ غیب
یعنی ملکوتیات اور روحانیات کا ادراک کرسکتا ہے

چنانچہ دل کی آنکھیں ہیں جن سے مشاہداتِ غیبی کو دیکھتا ہے۔ اور کان ہیں
جن سے اہلِ غیب اور حق کے کلام کو سنتا ہے۔ اور سونگھنے کی طاقت ہے جس سے
غیبی خوشبوؤں کو سونگھتا ہے اور تالو ہے جس سے ایمان کی حلاوت، محبت کے ذوق

* سعادت اور شقاوت اسی کے لئے ہے ان سب باتوں میں

اور عرفان کے طعام کو چکھتا ہے۔ اور جس طرح قالب میں چھونے کی طاقت ہر عضو میں ہے تاکہ تمام جسم کے ذریعہ ملوسات سے نفع اٹھا سکے۔ اسی طرح دل میں اس کے مقابلے پر عقل ہے جسکے وسیلے کل معقولات سے نفع اٹھاتا ہے جس شخص میں یہ دلی حواس سلامت ہوں تو اسے دلی اصلاح کی وجہ سے بدنی نجات حاصل ہوتی ہے اور جسکے یہ دلی حواس سلامت نہیں اس کے لئے وہ دل کے بگاڑ اور تمام بدن کے ہلاک ہونے کا باعث ہیں جیسا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان فی جسد ابن آدم لمضغۃ اذا صلحت صلح بہا سائر الجسد واذا فسدت فسد بہا سائر الجسد الا وھے القلب (انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب اسمیں بگاڑ پیدا ہو تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اسی کو قلب کہتے ہیں (بخاری))

اللہ تعالےٰ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ جس کے دلی حواس سلامت ہیں اسیکو نجات اور درجے مل سکتے ہیں:

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ سورۃ الشعراء رکوع ۵۔ اور جس کے دلی حواس میں خلل واقع ہو وہ گویا دوزخ کے لئے پیدا کیا گیا ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ سورۃ الاعراف رکوع ۲۲

(ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے ایسے بنائے ہیں جن کے دل تو ہیں لیکن سمجھتے نہیں اور آنکھیں تو ہیں لیکن دیکھتے نہیں اور کان تو ہیں لیکن سنتے نہیں) اور ایک جگہ یہ فرمایا ہے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (گونگے، بہرے اور اندھے ہیں پس وہ نہیں سمجھتے سوچتے) اور نیز فرماتا ہے:

سورۃ البقرۃ ع ۲

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ. سورۃ حج رکوع ۶۔ (وہ ظاہری آنکھوں سے اندھے نہیں۔ بلکہ سینوں کے اندر ان کے دل اندھے ہیں۔)

اس بارے میں کلام پاک کے اندر بہت جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کا تصفیہ حواس کی سلامتی پر منحصر ہے۔ اور دل کی تربیت اس بات میں ہے کہ بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ کی جائے۔ اور ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق کیا جائے۔ جس کا مختصراً بیان انشاء اللہ العزیز آگے آئے گا۔

باب اوّل

علمِ تصوف کی تعریف

تصوّف اس علم کا نام ہے جس علم سے معصیت کی گندگی و اندھیری سے نکل کر۔ شیطانی وسوسوں اور نفسانی خطرات سے بچکر اور چوپایوں کی سی صفت وحیوانوں کی لذات اور خواہشات کو توڑ کر انوار الٰہی کے ثمرات و رضاء خداوندی حاصل ہوتی ہو اور جس علم سے تزکیۂ نفس اور اخلاقِ حمیدہ اور تعمیر ظاہر و باطن کی حالتیں معلوم ہوتی ہیں اور انسان اس علم سے اللہ رب العزت کی ذاتِ پاک وصفات کی شناخت اور ان کی حقیقت سے آشنا اور اس کے قرب ومعرفت سے مالا مال ہوتا ہے اور اس علم متبرکہ و باطنی خزانہ کو کلامِ پاک و حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چن چن کر نکالا گیا۔ جو مولائے کریم تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے اسیکا نام صراط المستقیم ہے جو انسان اس راہ پر چلیگا۔ بیشک وہ خدا کا پسندیدہ ومقبول بندہ بنے گا کیونکہ اس نورانی علم کا موضوع ذات بحت (خدا) کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

اور اس کی غرض و غایت فنا رنفس حاصل کر کے معرفتِ خداوندی کا حاصل کرنا ہے جس کے لئے یہ انسان پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا تھا:

یارب لماذا خلقت الخلق (اے پروردگار! تو نے خلقت کو کیوں پیدا کیا؟)

تو جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا:

کنت کنزا مخفیا فخلقت الخلق لاعرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے خلقت کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانیں اور معلوم کریں)

اور اس راہ پر چلنے والوں کو صوفی کہتے ہیں۔

تصوّف اور صوفی کی تحقیقات

تصوف عربی کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی پشمینہ پہننا ہے۔ لفظ تصوّف و صوفی ماخوذ ہے لفظ صوف بہ معنی پشم سے۔ غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

فھوفی الاصل صُوفِیٌ علیٰ وَزنِ فُوْعِلَ مَاخُوْذٌ المصافاتِ یعنی عبدٌ اصافَاہُ الحق عزوجل ولھذا قیل الصوفی من کان صَافیاً مِنْ اٰفَاتِ النَّفْسِ۔

یعنی صوفی دراصل فُوعِلَ کا وزن ہے اور مصافات سے مشتق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صوفی وہ شخص ہے جسکو حق تعالےٰ نے صاف کرلیا ہو یعنی جو شخص نفس کی آفتوں اور برائیوں سے صاف ہو اور کل اشیاء میں ذاتِ رب العزت کے جلوہ کے ظہور کو جاننے کا نام تصوف ہے۔ اسے علم طریقت بھی کہتے ہیں، جو صوفی د

فقیر اور درویش لوگ اختیار کرتے ہیں۔

صوفی صوف پہننے والے کو کہتے ہیں یعنی پشمی کمبل وکپڑا پہننے والے کو صوفی کہتے ہیں.

پہلے زمانے کے اکثر اہل اللہ پشمی لباس پہنتے تھے. چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ صوفی کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ غلام کی دعوت قبول فرماتے اور حمار پر سوار ہوتے اور صوف کا لباس پہنتے تھے۔

صوفیہ کی ایک بڑی جماعت کا خیال یہی ہے کہ ظاہر لباس کی نسبت سے ان کا نام صوفیہ رکھا گیا. صوف کا لباس انھوں نے اس لئے اختیار کیا کہ وہ لطیف و ملائم ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پہناوا تھا۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ستر انبیاء پا برہنہ کمبل اور اون کی عبائیں زیب تن کئے ہوئے شہر روحا کے ایک پتھر پر سے گزرے تھے. نیز کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صوف اور اون کی عبا پہنا کرتے تھے.

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہلِ بدر میں سے ستر صحابہ کو دیکھا کہ ان کی پوشاک صوف کی تھی. صوف کا لباس ان حضرات نے اس لئے اختیار کیا کہ وہ زیب وزینت اور آرائش وجمال کے بجائے ستر پوشی پر قناعت کرتے ہوئے اپنے قیمتی لمحات دعوت عبادت اور فکرِ آخرت میں صرف

کرتے تھے۔ انھیں ان اخروی کاموں میں انہماک کی بنا پر راحتِ نفس اور آرائش و زیبائش کی فرصت ہی نہ ملتی تھی۔ اس واسطے کہ جب کوئی صوف پہنتا ہے تو عرب اسکو کہتے ہیں تصوّف یعنی صوف پہنا جس طرح کوئی قمیص پہنے تو کہتے ہیں تقمّص یعنی قمیص پہنی۔

پس اکثر اہل اللہ پشمی لباس پہنتے تھے جس کی وجہ سے لوگوں نے انھیں صوفی کے لقب سے ملقب کیا۔ اور اصطلاح طریقت میں ماسوی اللہ کے خیالات کو دل سے نکال کر دنیوی جھنجھٹ سے دل کو پاک و صاف کرکے اللہ کی طرف اکمل رجوع ہو جانے کا نام صوفی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوّف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ تجھے اپنی ہستی میں فنا کردے اور اپنی ہستی (ذات بحت کے جلوہ) سے تجھے زندہ کردے۔ اور تیری نظر غیر اللہ سے پوری پوری اٹھ جائے

غرض کہ صوفی وہ ہے جو شخص نفس کی آفتوں اور برائیوں سے پاک و صاف ہوکر اللہ کی طرف ایک سُو ہو جائے اور اس کی محبت میں ہمیشہ غرق رہے اور دنیوی محبت اس کے دل سے پوری پوری محو ہو جائے اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر کسی چیز میں اسے آرام محسوس نہ ہو اور اللہ کی اطاعت سے بڑھ کر دیگر کسی چیز پہ لذت نہ آئے۔

اور تصوّف کا اصل منشاء یہ ہے کہ نفس سے تمام بری باتیں ضائع ہو جائیں اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جائیں۔

ایک عارف باللہ نے فرمایا ہے کہ تصوّف کا پہلا قدم یہ ہے کہ دل کا

میدان غیر اللہ سے بالکل پاک وصاف ہوجائے اور خدا کی محبت سے آراستہ ہوجائے اور پچھلا قدم یہ ہے کہ نفس کی شرارتیں بالکل محو ہوکر اوصاف الٰہی تخلقوا باخلاق اللہ سے متصف ہوجائے۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف نہ رسم میں ہے نہ علوم میں، البتہ اخلاق میں ہے۔ کیونکہ تصوف سراسر رسم ہوتا تو اسے کوشش سے پا سکتے، اور اگر علم ہوتا تو سیکھ کر حاصل کر سکتے تصوف تو تخلقوا باخلاق اللہ ہے۔ تصوف آزادی، جوانمردی اور ترک تکلف ہے تصوف، نفس کے حصوں کو حق کے حصے کے واسطے ترک کرنے کا نام ہے اور دنیا سے دشمنی اور مولےٰ سے دوستی کا نام ہے۔

پیران پیر غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد ان آٹھ چیزوں پر ہے:

(۱) سخاوت ابراہیم علیہ السلام (۲) رضاء اسحٰق علیہ السلام (۳) صبر ایوب علیہ السلام
۴۔ مناجات زکریا علیہ السلام (۵) غربت یحییٰ علیہ السلام (۶) خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام
۷۔ سیاحت وتجرد عیسیٰ علیہ السلام ۸۔ فقر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تصوف قولاً فعلاً اور حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔

اثباتِ تصوّف کا بیان

تصوف کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ پرانی ہے۔ عرصہ سے چلی آتی ہے تصوف کی اصل قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (عبادت اخلاص کے ساتھ کرو) سورۃ الزمر رکوع ۱۔

اس اخلاص کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا۔ ہم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا نہیں تھا۔ اس کے کپڑے نہایت سفید تھے وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب گھٹنے سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے۔ ہم نے تعجب کیا۔ وہ باہر سے آئے ہوئے معلوم

نہیں ہوتے تھے کیونکہ ایسے آدمی کے جو سفر کر کے آیا ہو کپڑے بہت میلے اور گندے ہوتے ہیں۔ اس نے سوال کیا ما الایمان (ایمان کیا ہے؟) آپ نے فرمایا:

ان تومن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسولہ وتومن بالبعث بعد الموت والقدر خیرہ وشرہ (اوکما قال) یعنی

(ایمان یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولوں پر اور فرشتوں پر اور قیامت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر)

اس کے بعد سوال کیا۔ اسلام کیا چیز ہے، فرمایا:

ان تشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا

(یعنی تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ ایک ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور روزہ رکھو، زکوٰۃ دو اور استطاعت ہو تو حج کرو (مشکوٰۃ)

اس کے بعد سوال کیا کہ احسان کیا چیز ہے۔ فرمایا:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (یعنی احسان یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اسطرح کرے گویا خدائے عزّوجل کو دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو یہ سمجھ لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے)

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جان لے کہ دین

اور اس کے کمال کی بنیاد فقہ اور کلام اللہ اور تصوف پر ہے۔ اس حدیث نے ان تینوں مقاموں کو بیان کر دیا۔ اسلام اشارہ ہے فقہ کی طرف، جو عمل اور احکام شرعیہ کے بیان کا متکفل ہے اور ایمان اشارہ ہے اعتقاد کی طرف جو کہ علم اصول کے مسائل ہیں۔ اور احسان اشارہ ہے اصل تصوف کی طرف جس سے مراد خدا کی طرف صدق توجہ ہے۔ اسی معنی کی طرف راجع ہیں۔ فقہ و تصوف و کلام اللہ باہم لازم و ملزوم ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر ان میں سے کوئی کامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہ بغیر تصوف کے اور تصوف بغیر فقہ کے صورت پذیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ عمل بغیر صدق توجہ کے تمام و کامل نہیں ہوتا اور یہ دونوں بغیر ایمان کے صحیح نہیں ہوتے۔ جس طرح روح اور جسم ایک دوسرے کے بغیر وجود و کمال اختیار نہیں کرتے اسی واسطے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

(جو شخص صوفی بنا اور فقیہہ نہ ہوا وہ زندیق ہو گیا۔ اور جو فقیہہ بنا اور صوفی نہ ہوا وہ فاسق ہو گیا اور جو دونوں کا جامع ہوا وہ بے شک محقق بن گیا)

کمالِ جامعیت یہی ہے باقی سب کج روی و گمراہی ہے۔ بہرحال احسان کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ کیا گیا ہے۔

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ سورۂ اعراف رکوع ۷

دوسری آیت یہ ہے۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۔ سورۂ رحمن رکوع ۳

اسی طرح کی اور بھی آیتیں ہیں۔

اسی احسان کے حاصل کرنے پر تمامتر تصوّف کا مدار ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن (علم کے) لئے۔ ان میں ایک تو میں نے تمہارے درمیان پھیلادیا رہا دوسرا۔ سو اگر میں اس کو ظاہر کردوں تو میرا گلا کاٹا جائیے۔ اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دو قسم کے علم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حسب تحقیق صوفیائے کرام اور علمائے عظام ایک علم احکام و اخلاق جو کہ خاص اور عام پر مشترک ہے۔ دوسرا علم اسرار ہے جو کہ باریکی و پوشیدگی کے سبب اغیار سے محفوظ ہے اور خاص علمائے باطن یعنی اہلِ عرفان سے مخصوص ہے۔ دوسرے قسم کے علم کے اظہار و انتشار سے ممانعت اس واسطے نہیں کہ وہ علم شریعت کے خلاف ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ علم باطن کی دقّت اور پوشیدگی کے سبب سے عوام اُسے سمجھ نہ سکیں گے اور قائل کو منکرات سے منسوب کریں گے۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَالِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی اِبْنِ اٰدَمَ (مشکوٰۃ) یعنی علم دو قسم پر ہیں۔ ایک علم دل میں اور یہی نفع والا ہے دوسرا علم زبان پر۔ یہ علم خدا کی حجت ہے ابن آدم پر)

آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایمان کیساتھ حاضر ہوتے ہی درجہ احسان حاصل ہوجاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روحانی قوت اتنی قوی تھی کہ جو حاضر ہوتا تھا اسکے قلب پر ایسا اثر پڑتا تھا کہ تمام چیزوں کو بھول جاتا تھا اور اللہ کی طرف کو متوجہ ہو جاتا تھا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی روز حاضر نہ ہوئے جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ اپنے آدمیوں کو یاد فرماتے تھے۔ جب وہ ایک دو وقت نہیں آئے تو فرمایا کہ حنظلہ کیوں نہیں آئے۔ لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں اور خبر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُن کے گھر گئے۔ گھر والوں سے پوچھا کہ حنظلہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کہاں گئے۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں سر جھکائے گوشے میں بیٹھے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اندر جاکر دیکھوں، اندر گئے، دیکھا۔ بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ پوچھا کیوں نہیں آئے؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں منافق ہو گیا ہوں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کیسے؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دنیا کی ساری باتیں فراموش ہو جاتی ہیں۔ اور جب گھر آتا ہوں بال بچوں میں لگ جاتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے اور پھر یہ بھی بیٹھ کر رونے لگے اور فرمایا کہ ہماری تمام مشکلات کو حل کرنے والے وہی آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ اُن کے پاس چلو۔ رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آئی۔

چنانچہ دونوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ہماری ایسی حالت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم ہر وقت ایسے ہی رہو جیسے میرے سامنے رہتے ہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ مگر یہ حالت وقتاً فوقتاً ہی ہوسکتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شان میں ارشاد فرمایا:۔

مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (اللہ تعالےٰ نے کوئی چیز میرے سینے میں نہیں ڈالی، مگر میں نے اسکو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں ڈال دیا) عوارف المعارف

اس سے ثابت ہوگیا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بابرکت سے علمِ باطن حاصل کیا ہے۔ اس زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صحبت سے بڑھکر کوئی فضیلت نہیں تھی اور آپ کی صحبت بابرکت سے بڑھ کر خداشناسی کا کوئی بہترین ذریعہ نہیں تھا۔ پس اس زمانے مبارکہ میں جو اشخاص مسلمان ہوجاتے تھے: وہ بقدر استعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ متبرکہ سے علم ظاہر و باطن کی شرافت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ یعنی وہ اول حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بقدر استعداد نور باطن وہدایت اور کمالات ولایت سے منور ہوجاتے تھے جیسا کہ آئینہ آفتاب کے مقابلے میں ہوجاتا تھا۔ بعد ازاں وہ بقدرِ حوصلہ واستعداد حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام مبارکہ سے استفادۂ علومِ ظاہری و باطنی کرتے تھے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی صحبت میں ریاضت (ہجرت) جہاد مع الکفار، بذلِ جان و مال، قیام اللیل
روزہ ایام کے سبب سے بیحد ترقی کر جاتے تھے۔ ان کی شان میں
کَانُوْا رُھْبَانًا بِاللَّیْلِ وَقِیَامًا بِالنَّھَارِ آیا ہے۔

غرضیکہ صحابۂ کرام کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ اور اس مرتبے پر تھے کہ اُمت میں کوئی اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحابۂ کرام کے بعد قرن ثانی کے لوگ ظاہر و باطن سے فیض یاب ہوئے اور اسی ان کی مصاحبت اور مکالمت اور نفوس شریفہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح قرنِ ثالث میں بھی پہلا سا رویہ رہا۔ مگر صحابہ کرام کی صحبت کی تاثیر ایسی نہ تھی جیسی کہ حضورِ پاک صاحبِ لولاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صحبت کی تھی۔ اسی طرح تابعین کی صحبت کی تاثیر صحابۂ کرام کی صحبت کی تاثیر کو نہ پہنچ سکی۔ بعدازاں صحبت کی تاثیر اور بھی کمزور ہو گئی۔ دوسری صدی ہجری میں اکابرِ دین کی ایک جماعت (مجتہدین) علوم ظاہر کی متکفل ہو گئی اور انھوں نے احکامِ شرعیہ کے استنباط کے لئے قرآن و حدیث سے قواعد اور اصول مرتب کر کے علوم عقائد و فقہ کی تدوین کی۔ اسکے بعد تیسری صدی ہجری میں اکابر دین کی دوسری جماعت نے بنا بر ضرورت علوم ظاہرہ سے بقدر حاجت یعنی صرف فرض عین پر اکتفا کیا اور فرض کفایہ کو دوسروں پر چھوڑ کر ان کے مذہب کی تقلید قبول کر کے حقائق شریعت و کمالاتِ باطن و معرفت کے افادہ و استفادہ کیلئے کمربستہ ہوئے اور اس کے قواعد و اصول منضبط کر کے علم تصوّف و طریقت کی تدوین کی۔ وہ قواعد بھی مثلاً کم کھانا، کم سونا، عوام سے میل جول کم رکھنا، اربابِ تزکیہ قلوب و نفوس مرضیہ کی صحبت میں رہنا، کثرت سے بندگی (ذکر اللہ) کرنا، خلق سے دور رہنا، سنّت کا اتباع کرنا، مشتبہات

سے پرہیز کرنا، لایعنی کا ترک کرنا وغیرہ ہے۔ جو کہ شرع سے مستنبط اور احادیث سے ثابت ہیں۔ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان لائے اور ان کی صحبت بابرکت سے استفادہ حاصل کیا۔ بنا بریں انھیں صحابہ کہا گیا۔ اور دوسرے زمانے میں جو لوگ صحابۂ کرام سے مستفیض ہوئے انھیں تابعین کہا گیا۔ پھر تابعین علیہ الرحمۃ سے مستفیض ہونے والوں کو تبع تابعین کہا گیا۔

بعد ازاں لوگ مختلف ہو گئے اور مراتب ایک دوسرے سے جدا جدا ہو گئے پس خواص کو جنھیں امر دین کی طرف زیادہ توجہ تھی زاہد اور عابد کہا گیا۔ پھر بدعتوں کا ظہور ہوا اور بہت سے دعویدار پیدا ہو گئے۔ ہر ایک فریق مدعی تھا کہ زاہد ہم ہیں بس خواص اہل سنت جو اللہ تعالیٰ کی معیت کو ملحوظ رکھتے تھے اور اپنے دلوں کو غفلت کے حوادث سے محفوظ رکھتے تھے ۲۰۰ھ ہجری سے قبل اہل تصوف کے لقب سے ملقب ہوئے اور صوفی کہلائے۔ ابو ہاشم طبقہ صوفیا میں پہلے بزرگ ہیں جنکو صوفی کہا گیا۔ ان سے پہلے کسی بزرگ کو اس نام (صوفی) سے ملقب نہیں کیا گیا۔

اثباتِ ولایت کا بیان

ولایت کے لغوی معنی حکومت، دوستی۔ ولی ہونا۔ خدا سے بندے کی نزدیکی اعانت کرنا۔ مدد کرنا وغیرہ ہیں۔

لفظ ولایت بکسر الواوٗ ہے اور ایک بفتح الواوٗ۔ یعنی وِلَایَتْ اور وَلَایَتْ پس معلوم ہوا کہ ولایت دو قسم کی ہے ایک عام جو بکسر الواوٗ ہے۔ دوسری جو کہ بفتح الواوٗ ہے۔ ولایت عام ہر مومن کو حاصل ہے۔

بموجب آیۂ کریمہ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے (اللہ ایمان والوں کا دوست ہے) سورۃ البقر رکوع ۳۴۔ اہل اللہ ولایتِ عام سے ترقی کر کے ولایتِ خاص کے مرتبہ میں پہنچتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ (اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر) سورۃ النسار رکوع ۲۰

اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس آیۂ کریمہ میں اہلِ ایمان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ایمان لاؤ۔ اس دعوتِ ایمان ثانی سے مطلب ایمان کو تکمیل کرنا ہے اور کلام ربّانی وارشادِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلّم پر صدقِ اعتقاد رکھ کر اس کے احکام وارکان کی تکمیل کرنا ہے اور شریعتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر جم جانے کا نام ہی ایمانِ ثانی ہے۔ اور اُس لطافت کی طرف اشارہ ہے کہ احکامِ الٰہی اور اطاعتِ رسولِ پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں ایسا چمٹ جائے کہ ان کے جوہر حاصل ہو جائیں اور ان کے انعام واکرام اور انوارِ الٰہی اور اسرار خداوندی کے ثمرات کا مشاہدہ ہونے لگے یہاں تک کہ ان انعامات وثمرات اور فیضان حاصل ہونے کے بعد قربِ خداوند قدوس ومعرفتِ الٰہی کا شرف اور بزرگی حاصل ہو جائے۔ جو راہِ طریقت وعلم تصوّف کا اصل مقصود اور لب لباب اور جوہر ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ اسی جوہر اور معرفت کے طالب تھے کہ علم واجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے ہوئے مشہور بزرگ حضرت بشر حافیؒ کی رکاب کے ساتھ خادمانہ طریقے پر چلتے تھے۔ لوگوں نے اس آداب واحترام کا سبب دریافت کیا تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ بشرؒ کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ حاصل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی عمر کے اخیر دو سال میں اسی مقصدِ اعلیٰ کی تکمیل کی۔ اور ان کا مشہور مقولہ ہے لولا السنتان لهلك النعمان (اگر تکمیل مقصد کے یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا) دیکھو اعمال میں وہ کتنا اونچا درجہ پہلے ہی سے رکھتے تھے۔ اجتہاد واستنباط کی برابر کون سا عمل

ہوسکتا ہے۔ اور درس و تعلیم کے پائے کو کون سی طاعت پہنچ سکتی ہے۔ مگر پھر بھی تکمیل کی طرف مائل ہوئے۔

پس معلوم ہوا کہ ایمان سے شریعت کی طرف اشارہ ہے اور ایمان ثانی کا اشارہ راہِ طریقت و تحصیل معرفت کی طرف ہے۔ ایمان اولیٰ شریعت سے تکمیل ہوتا ہے۔ اور ایمانِ ثانی طریقت (علم تصوف) سے۔ ایمانِ اولیٰ کی نسبت ولایت عام سے ہے۔ اور ایمان ثانی کی نسبت ولایتِ خاص سے۔ ولایتِ خاص والے کو ولی کہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اہلِ ولایت کی شان میں یوں فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (آگاہ ہو کہ اللہ کے دلیوں پر بے شک (دنیا اور آخرت کا) کوئی خوف نہیں (اور نہ وہ لوگ) غمگین ہونگے وہ (اللہ کے دوست) ہیں۔ جو ایمان لائے اور تقویٰ رکھتے ہیں۔ (پرہیز کرتے ہیں گناہوں سے) خوش خبری ہے ان کے لئے۔ (اللہ کی طرف سے خوف اور حزن سے بچنے کی) دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔ نہیں ٹلتی اللہ کی بات (وعدہ) یہی (مذکورہ بشارت ان کے لئے) بہت بڑی کامیابی ہے۔

سورۂ یونس رکوع ۶

مذکورہ آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ ولایت دو چیزوں سے حاصل

ہوتی ہے۔ ایک ایمان، دوسرا تقویٰ۔ جتنا ہی ایمان و تقویٰ قوی ہوگا اتنی ہی ولایت قوی ہوگی۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کو اطاعت کی بدولت قربِ خداوندی حاصل ہونے کے بعد جو معرفتِ مولیٰ بخشش نورِ ہدایت ملتی ہے مطابق ارشاد باریتعالےٰ:

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (راہ دکھاتا ہے اللہ تعالےٰ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے) سورۂ نور رکوع ۵۔

اس نعمتِ عظمےٰ سے اولیا رکرام سرفراز ہونے کے بعد انھیں اطمینانِ قلب وطبیعت اور ایمان کی بلندی حاصل ہوجاتی ہے جو ماسوا اللہ کے طاقتوں سے بے خوف کرنے والی، اور دل سے ہر قسم کے غم اور پریشانی کو مٹانے والی ہے۔ وہ ایسا نور ہے جو اہل اللہ عرفان کاملین کے دل کی گہرائیوں میں سمائے ہوئے جما رہتا ہے اور انھیں راہِ حق دکھاتا ہے اور جب کوئی گناہ کی نوبت آتی ہے تو خدا کا خوف انھیں گھیر لیتا ہے اور گناہ کی ظلمانیت مشاہد ہوتی ہے اور معصیت کے سبب نورِ حق اور نورِ ایمانی ضائع ہوتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اور اس مشاہدہ کے عالم میں وہ خدا کے خوف سے خوفزدہ ہوکر گناہ سے باز آتے ہیں اور گناہ سرزد ہونے کی نوبت نہیں آتی۔

اگر خدانخواستہ کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو وہ توبہ واستغفار کے ذریعہ معاف کرا کر خدائے کریم کی رضامندی حاصل کر لیتے ہیں اور قربِ خداوندی ومعرفتِ مولےٰ کے مرتبہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

پس حاصل مطلب یہ ہوا کہ ایسی حالت اور کیفیت کا نام ہی ولایت ہے

دلیل اوّل در اثباتِ ولایت : حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اے عزیز جان تو خدا تجھے نیک کرے کہ جس طرح انسان میں کمالاتِ ظاہری ہیں اور وہ صحیح اعتقاد موافق قرآن وحدیث اور اجماع اہلِ سنت والجماعت اور نیک اعمال اور ادائے فرائض و واجبات وسنن ومستحبات و ترک محرمات ومکروھات ومشتبہات و بدعات کا چھوڑنا ہیں۔ اسیطرح انسان میں دوسرے کمالات باطنی ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک اجنبی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا کہ اسلام کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا کلمۂ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور روزے رمضان کے مہینہ کے، اور حج بشرطِ قدرت ، اس شخص نے کہا آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا، پس ہم نے تعجب کیا کہ سوال بھی کرتا ہے اور اس کی تصدیق بھی خود کرتا ہے۔

پھر ایمان کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان لائے تو خدا پر، اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور یہ کہ نیکی اور بدی تمام اللہ تعالےٰ کی مقرر کی ہوئی ہے۔

اس شخص نے کہا سچ فرمایا، پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ؟

آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو خدا کی عبادت ایسی کرے کہ جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو تو یہ جانے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

پھر قیامت کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا پھر اس نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیامت کی نشانیاں بتلائیں، پھر آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، تمہیں دین سکھلانے آئے تھے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے عقائد اور اعمال کے کوئی اور دوسرا کمال بھی ہے جس کا نام احسان ہے جسکو ولایت کہتے ہیں۔
درویش پر جب محبتِ خدا غالب ہوتی ہے جسکو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں فنائے قلب کہا جاتا ہے۔ اس کا دل محبوبِ حقیقی (اللہ تعالےٰ) کے دیکھنے میں ہمہ تن مصروف اور اسی میں فانی رہتا ہے اور سوائے اللہ کے کسی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی، اس حالت میں حقیقتاً خدا کو نہیں دیکھتا کیونکہ دیکھنا اللہ کا دنیا میں محال ہے، لیکن سالک پر اس وقت ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ گویا واقعیؔ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس حالت سے پہلے سالک تکلّف سے اپنے کو اس حالت پر رکھتا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت کی خبر دی ہے کہ تو یہ جان لے کہ خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ رسولِ مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (متفق علیہ) کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ اچھا ہے تو تمام بدن اچھا ہے اگر وہ خراب ہے تو تمام بدن خراب ہے اور وہ دل ہے)

اس میں شک نہیں ہے کہ اصلاحِ دل اصلاحِ بدن کا باعث ہے اسکو صوفیائے کرام فنائے قلب کہتے ہیں جب محبتِ الٰہی میں فانی ہوتا ہے اور نفس اسکی ہمسائیگی میں اس سے تاثیر پاکر اپنے مکروفریب سے باز رہتا ہے تو پھر محبت اور بغض اللہ کے لئے حاصل کرتا ہے۔ یقیناً تمام بدن تابعدار اور فرمانبردار شرع شریف کا ہوتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اصلاحِ دل ایمان اور عمل سے ہے۔ اس کے سوا نہیں، تو کہا جائے گا کہ حدیث شریف میں اصلاحِ دل کو اصلاحِ بدن کا باعث فرمایا ہے اور اصلاحِ بدن سے مقصد اعمالِ صالح ہیں۔ پس اصلاحِ قلب اگر محض ایمان کو کہا جائے تو صرف ایمان غالباً بغیر اصلاحِ بدن بھی ہوتا ہے اور اگر مجموعہ ایمان و اعمال کو اصلاحِ قلب کہا جائے۔ پس اسکو سبب اصلاحِ جسم کہنا درست نہیں ہوگا۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ یہ متفقہ فیصلہ ہے تمام امت میں صحابۂ کرام افضل ہیں اگرچہ کوئی صحابۂ کرام سے علم و عمل زیادہ رکھتے ہوں۔ باوجود اس کے رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص احد کے پہاڑ کے برابر سونا چاندی خدا کی راہ میں خرچ کرے تب بھی میرے صحابہ (رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے آدھ سیر جو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو میرے صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) نے راہِ خدا میں خرچ کئے ہیں۔ پس یہ نہیں ہے مگر بسبب کمال باطنی کے جو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے ان کا باطن پیغمبر خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے روشن ہو گیا تھا۔ اگر اولیا ءِ امت نے اس دولت کو پایا ہے تو پیرانِ عظام کی صحبت سے پایا ہے اور ان کے وسیلے سے وہ پیغمبر کے باطن سے منور ہوئے ہیں اور اس صحبت اور اُس صحبت میں فرق ظاہر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ سوائے کمالاتِ ظاہری کے کمالِ باطنی بھی ہے کہ وہ درجوں میں بہت فرق رکھتا ہے۔

چنانچہ حدیث قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیکی ڈھونڈھتا ہے میں اس سے ایک گز نزدیکی ڈھونڈھتا ہوں۔ جو شخص مجھ سے ایک گز نزدیکی ڈھونڈھتا ہے میں اس کی طرف ساڑھے تین گز نزدیکی ڈھونڈھتا ہوں اور فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ مجھ سے عبادات نافلہ سے نزدیکی ڈھونڈھتا ہے۔ یہاں تک کہ اسکو میں دوست رکھتا ہوں۔ اور جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو اس کی بصارت، سماعت، اور طاقت میں ہی ہو جاتا ہوں۔

حضرت قاضی صاحبؒ موصوف مالا بدمنہ کے آخر کتاب الاحسان میں فرماتے ہیں:

جو کچھ اس کتاب مالا بدمنہ میں کہا گیا ہے صورت ایمان اور صورتِ اسلام

اور صورت شریعت کی ہے، اور مغز اور حقیقت اس کی درویشوں کی خدمت و صحبت میں ڈھونڈھنا چاہیئے، اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ حقیقت خلاف شریعت ہے کہ یہ بات جہل اور کفر ہے۔ بلکہ یہی شریعت ہے کہ خدمت درویشوں میں جب تعلق علمی وحیّ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے رکھتا ہے، اس سے پاک ہوتا ہے اور بُرائی نفس کی دور ہو کر نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔ اور خلوص حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہی شریعت اس کے حق میں بامغز ہو جاتی ہے اور نماز اس کی اللہ کے نزدیک تعلق دوسرا بہم پہنچاتی ہے۔ دو رکعتیں اس کی اوروں کی لاکھ رکعتوں سے بہتر ہوتی ہیں اسی طرح روزہ اور صدقہ اس کا۔ ؎

علاوہ دلائل مذکورہ بالا کے یہ دلیل صریح علم باطن پر دلالت کرتی ہے کہ اگر صرف علم ظاہر ہی ہوتا، علم باطن نہ ہوتا تو از روئے انصاف عقل ظاہری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب صحابۂ کرام سے بہتر ہوتے کیونکہ علم حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سب صحابہ سے زیادہ پھیلا ہے۔

اور اگر ترقی اسلام پر انحصار بزرگی کا ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب اُمّت میں بہتر ہوتے کیونکہ جس قدر اسلام نے آپ کے زمانے میں ترقی کی اس قدر اور کسی صحابی کے وقت میں ترقی نہیں کی۔ اور اگر کثرتِ محبت پر انحصار ہوتا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بہتر ہوتے۔ کیونکہ جس وقت انھوں نے سنا کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوگیا تو انھوں نے اپنے سب دانت توڑ ڈالے۔ اور اگر دنیا سے دست برداری

پر انحصار بزرگی ہوتا تو اصحاب صفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم خلفائے راشدین رضی اللہ
عنہم اور عشرۂ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سبقت لے جاتے لیکن بالاتر
امت میں خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ
مانے گئے ہیں۔ اب میں ان کی بہتری کا سبب اور صحابۂ کرام کے مقابلہ میں بیان کرتا
ہوں، اور وہ کیا چیز ہے جس نے ان کو سب سے بہتر بنایا؟

ان کی شان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی اللہ تعالےٰ نے کوئی چیز میرے سینے میں نہیں ڈالی، مگر میں نے اسکو ابی بکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں ڈال دیا۔

اس حدیث شریف میں بین طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علاوہ علم ظاہر
کے ایک اور علم باطن ہے جو کہ سینے میں پڑتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ یعنی کیا ہم نے نہیں کھولا تیرے سینے کو تیرے (فائدہ کیلئے)

علم ظاہر کا تعلق زبان، کان اور آنکھ سے ہے۔ یعنی زبان سے پڑھتے ہیں
اور کان سے سنتے ہیں اور آنکھ سے دیکھتے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
نے ان تینوں چیزوں کو نہ فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ اللہ کی طرف سے جو چیز میرے
سینے میں پڑی وہ میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں ڈالدی۔

یہ شرف کسی صحابی کو حاصل نہیں، اور تعلق اس کا علم لدنی سے ہے۔ اگر تعلق
اس کا علم ظاہر سے ہوتا تو حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یوں فرماتے کہ

جو کچھ سنا میں نے اللہ کی طرف سے سنایا میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو۔

دوسری حدیث شریف میں یوں ارشاد فرمایا کہ عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی تمام زندگی کی نیکیوں سے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی ایک نیکی بہتر ہے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمام اُمت کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کا ایمان دوسرے پلے میں تو بھاری ہوگا ایمان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا۔

ان احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ علم ظاہر کے کوئی دوسرا علم ہے جسکی وجہ سے ان کا ایمان ساری اُمت سے بھاری اور ان کی ایک نیکی حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں پر سبقت رکھتی ہے جسکا تعلق قلب سے ہے۔

چنانچہ کسی شخص نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ دعویٰ محبت کرتے ہیں اور جسم آپ کا اسقدر موٹا ہے۔ اگر محبت ہوتی تو موٹے نہ ہوتے۔

اس سائل کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا ؎

اَحَبَّ قَلبِیْ وَمادری بدنی ؛ ولودری ماقام فی السّمن

یعنی۔ میرے دل نے محبت کی خدا سے اور میرے جسم نے نہ سمجھا۔ اگر جسم سمجھتا تو فربہ نہ ہوتا۔

اگر صرف علم شریعت ہی ہوتا اور علم باطن نہ ہوتا تو بہت علماء ان صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بہتر ہوتے کہ جو عالم نہ تھے اور بہت سے

مجاہدین ان صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بہتر ہوتے کہ جن صحابہ کرام کو جہاد کا موقعہ نہ ملا، تو عقل اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ ان پڑھ صحابہ سے عالم بہتر ہو، اور غیر مجاہد صحابہ سے مجاہد بہتر ہو اور جن صحابہ کی عمر نے وفا نہ کی اور ان کو کثرت عبادات اور صدقات وخیرات کا موقعہ نہ ملا ان سے وہ اُمتی بہتر ہونا چاہیئے جو اس پر ان کے بعد ان اعمالِ خیر کا عامل ہوا، لیکن اُمت کا اتفاق اس بات پر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان تو کہیں بالا تر ہے ان کے دیکھنے والے تابعین اور تابعین کے دیکھنے والے تبع تابعین اور وہ بھی دنیا کے لحاظ سے حسب نسبت میں کم ہوں تو ان کے مرتبہ کو امت میں امامِ شریعت ہو یا امامِ طریقت اور وہ بھی دنیا کے لحاظ سے حسب نسب میں بہتر ہوں تب بھی ادنیٰ تابعی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہ کیا ہے؟

یہ سب خاتم النبیین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارک اور قرب زمانۂ نبوت کا سبب ہے جو خلوص اور نورانیت اور حقانیت ان کے دلوں میں آفتابِ نبوّت نے ڈالی اور ان کے دلوں کو روشن کیا وہ کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں ؎

علم آموزی طریقش قولیست ؛ حرف آموزی طریقش فعلیست

علم سیکھنے کا طریقہ قول ہے — حرف سیکھنے کا طریقہ فعل ہے

فقر خواہی آں بہ صحبت قائم ست ؛ نے زبانت کار می آید نہ دست

اگر تو فقر چاہتا ہے تو اس کا انحصار صحبت پر ہے، نہ تیری زبان اس میں کام آوے گی نہ ہاتھ۔

اور باوجود علم ظاہری میں کمل ہونے کے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شمس
تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے علم باطن اخذ کیا اور یہ فرمایا:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم ❊ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولوی قطعاً اس وقت تک مولائے روم نہ ہوا جب تک شمس تبریز رحمۃ اللہ
علیہ کا غلام نہ بنا۔

اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پرورش یافتہ آفتاب نبوت کے
ہیں اور اولیاء سراجہائے امت۔ تو جس قدر آفتاب اور چراغ میں فرق ہے اسی
قدر صحبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ اولیاء میں فرق ہے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ صحبتِ اولیاء کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ❊ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک عرصہ تک اولیاء کی صحبت میں رہنا سو سال کی خالص عبادت
سے بہتر ہے۔

؎ گر تو سنگ خارہ مرمر شوی ❊ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگرچہ تو بے کار پتھر مرمر ہے لیکن جب کسی صاحب دل کے پاس
پہنچے گا تو گوہر بن جائے گا۔

جب صحبتِ اولیاء کا یہ اثر ہے کہ ایک ساعت اولیاء کی صحبت سو برس
کی عبادت خالص بالتقویٰ سے بہتر ہو۔ اور ٹھوکریں کھانے والا پتھر صحبت سے گوہر
بن جائے تو پھر بھلا صحبت یافتہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور بزرگی
... کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر تمام انسان برسوں کاوشیں جمع کریں اور

انکو ایک شب میں ایک ہی وقت میں جلائیں تب بھی اس کی روشنی مثل دن کے نہیں کرسکتے اسی طرح آفتابِ نبوت کے صحبت یافتوں کی بھی کوئی برابری نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دو علم پہنچے ہیں، ایک تو یہ علم کہ جو تم کو پہنچایا اور ایک دوسرا علم ہے اگر ظاہر کردوں اسکو تو خلق میرا حلق کاٹ ڈالے۔

اس حدیث شریف سے علم ظاہر اور علم باطن الگ الگ معلوم ہوگیا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین و اولیاء عظام رحمہم اللہ علیہم اجمعین اور عام مومنین کے علم اور عمل اور تفاوت درجات کا حال ہر ایک شخص کی عقل میں یوں خوب آجائے گا مثلاً مکان کے اندر ایک طرف دیوار کے قریب چراغ جلا دیا جائے اور اس کے مقابلے پر دوسری طرف دیوار کے قریب کوئی کھڑا ہوجائے تو جتنا اس کا قد ہوگا اتنا ہی سایہ پسِ پشت دیوار پر پڑیگا اور جوں جوں وہ چراغ سے قریب ہوجائے گا اور ہاتھ کا انگوٹھا چراغ کے لَو کے قریب کردیگا تو اس کے انگوٹھے کا سایہ تمام مکان کو گھیر لیگا۔ اسی پر قیاس کرلو کہ جو شخص جس قدر خدا کی جناب میں زیادہ قریب ہوگا اسی قدر اسکا عمل زیادہ زبردست اور بھاری اور وسیع ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ اولیاء کے مقابلے میں سبقت لے گئے ہیں۔ اور اسی وجہ خاص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے بہتر ہیں کہ قربِ حق میں نہایت اقرب ہیں، لہٰذا ان کا ایمان سب امت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں سے

ان کی ایک نیکی بہتر ہے۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ بزرگی اور برتری کسی کی صورت وشکل حسب ونسب، مال وجاہ اور علم پر نہیں ہے۔ بلکہ جس قدر جو شخص خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوگا اسی قدر وہ مقرب بارگاہِ صمدی ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں عالمِ خشک کی صحبت سے بھاگو، عالمِ خشک سے مراد وہی علماء جو علمِ باطن سے بے بہرہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی ثناء اللہؒ فرماتے ہیں علم باطن فرض ہے اور طلب طریقت واجب ہے اور بیعت ہونا سنت ہے۔

شریعت و طریقت

نہ شریعت بدعت ہے نہ طریقت بدعت ہے اور نہ طریقت شریعت سے جدا ہے۔ طریقت شریعت کی خادم اور اس کی تکمیل کرنے والی ہے۔ غوث صمدانی محبوب سبحانی امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب شریف ۳۶ دفتر اول میں فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل و اخلاص۔ جب تک یہ تینوں اجزا متحقق اور ثابت نہ ہوں گے شریعت متحقق نہ ہوگی۔ جب شریعت متحقق ہو جائے گی تو رضاء خداوندی حاصل ہوگی جو تمام دینی و دنیوی سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور حق تعالیٰ کی بہت بڑی رضامندی ہے۔ شریعت ہی تمام دینی و دنیوی سعادتوں کا ذریعہ ہے۔ طریقت اور حقیقت جس سے صوفیاء کرام ممتاز ہیں یہ دونوں دراصل شریعت کے خادم ہیں۔ دین کے تیسرے جز کے لئے کہ وہ اخلاص ہے لہذا

طریقت اور حقیقت کے حاصل کرنے سے اصل مقصود شریعت ہی ہے۔ نہ شریعت کے سوا کوئی اور چیز ہے۔

جاہل اور مکر یہ کہتے ہیں شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے۔ یہ بالکل غلط اور بے دینی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یا تو اتباع شریعت کی اہمیت مسلمانوں کی نظروں میں کم ہو جائے اور ان میں احکام شریعت کی طرف سے بے رغبتی پیدا ہو جائے۔ معاذ اللہ منہ۔ اور یا یہ کہ تصوف اور سلوک کی طرف سے نفرت ہو جائے۔

تصوف کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ غیب کی خبریں معلوم ہونے لگیں جسکو کشف کہتے ہیں۔ نیز اس کا مقصود کرامات اور خرق عادات کا ظہور بھی نہیں۔ بعض سے اس کا صدور ہوتا ہے اور بعض سے نہیں ہوتا، جن سے نہیں ہوتا انکا مرتبہ کم نہیں۔ اور جن سے ہوتا ہے ان کا مرتبہ زیادہ نہیں۔ نیز اس کا مقصد حق تعالےٰ کا دیدار بھی نہیں اِن آنکھوں سے دیدارِ خداوندی کا وعدہ آخرت میں ہے نہ اس دنیا میں۔

تصوف کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ جن عقائد کی شریعت نے تعلیم دی ہے ان کا یقین پختہ ہو جائے اور وہ امور معلومات کے درجہ سے ترقی کرکے شہودات کے مرتبہ میں آجائیں۔

لیکن افسوس صد افسوس! جتنا کہ یہ فن اپنی ذات کے اعتبار سے پاکیزہ تھا اتنا ہی آج گھناؤنا نظر آتا ہے پھر اس پر طرہ یہ کہ ہم صوفی ہیں۔ شیطان نے خدا کے دین کو جتنا اس نورانی پردے کی آڑ لے کر بگاڑا ہے اس خدائے قدوس

کی قسم کسی اور بھیس میں آکر اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ اس کی اصلی صورت آپ کو دیہاتوں گاؤں میں نظر آئے گی۔ جہاں سیدھے سادے مسلمان اندھی عقیدت کے عوض مال وعصمت کی بھینٹ ان علمبردارانِ تصوف کو چڑھاتے ہیں۔

کہیں بزرگوں کا عرس، مزارات کا غسل، پھولوں کا ڈالنا۔ چادریں چڑھانا مزاروں پر چراغاں کرنا۔ بعض سلسلے کے گیسو دراز صوفیوں نے تو راگ باجے والی قوالی کو طریقت کا حاصل اور ذریعہ قرب الٰہی سمجھ رکھا ہے۔ قوالوں کے بے سرو پیر کی سُروں اور ہارمونیم کی تانوں پر ان پیرو صوفی صاحبان کو ایسا وجد آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کی سیر کر رہے ہیں۔ ان بے غیرتوں نے اپنی نفسانیت کو چھپانے اور اپنے جُرم کو ہلکا کرنے کے لئے اس صریح ناجائز قوالی کو بعض مسلمہ بزرگوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس چیز سے بالکل بری ہیں۔ حضور مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم تو ارشاد فرمائیں کہ میں گانے بجانے کے آلات کو مٹانے کے لئے آیا ہوں۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ راگ سے دلوں میں اس طرح نفاق پیدا ہوتا ہے جس طرح پانی سے گھاس پیدا ہوتی ہے لیکن یہ نادان پیرو صوفی ان بزرگان مقدسین پر باجے والی قوالی کا الزام لگا کر حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صریح فرمان کا مخالف ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان بزرگوں نے پوری زندگی اتباعِ سنت میں گزاری۔ چھوٹی سے چھوٹی سنت چھوڑنا بھی انھوں نے کبھی گوارا نہ کیا۔ دلیل العارفین میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام الطریقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ نقل کیا ہے۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم اور خواجہ (علیہ الرحمۃ) بیٹھے تھے۔ نمازِ مغرب کا وقت تھا۔ حضرت خواجہؒ تازہ وضو کرتے تھے۔ انگلیوں میں خلال کرنا ان سے سہواً فراموش ہو گیا۔ ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ اے معین الدین ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہو اور ان کی امت سے کہلاتے ہو۔ ان کی سنت کو تم نے ترک کیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے قسم کھائی کہ جس دن سے میں نے ندا سنی موت تک کوئی سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ترک نہ ہو گی۔ پھر فرمایا حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد متردد دیکھا۔ پوچھا کہ کیا حال ہے۔ فرمایا جس روز سے انگلیوں کا خلال مجھ سے فوت ہوا ہے مجھ کو حیرت ہے کہ کل روزِ قیامت میں یہ منھ خواجۂ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیونکر دکھاؤں گا۔

لہٰذا بزرگوں کی طرف مروّجہ قوالی کی نسبت کرنا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے جن بزرگوں کے متعلق باجے کے ساتھ قوالی کا سننا ثابت ہے درحقیقت ان پر سکر اور جذب کی حالت طاری رہا کرتی تھی۔ وہ کسی کی یاد میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے تھے۔ لہٰذا جب وہ مکلف ہی نہ رہے تو ان کے کسی فعل کو سندِ جواز بنانا نفسانیت نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں

کلام العشاق یطوی ولا یروی۔ یعنی اہلِ محبت اور مغلوب الحال بزرگوں کی باتیں انھیں کے لئے تہ کر کے رکھ دی جائیں گی۔ انکی روایت

اشاعت نہیں کی جائے گی، ایسے حضرات کا اتباع نہ کیا جائے گا۔ اتباع نصوص ہی کا کیا جائے گا۔

آجکل تو جاہل صوفیوں نے تصوّف کو ایک تماشہ بنا دیا ہے۔ لمبا جبہ پہن لیا گیسو دراز کرکے گلے میں دو چار تسبیح ڈال لیں۔ بس بن گئے اچھے خاصے صوفی، لیکن عمل ایسا کہ ابلیس بھی شرما جائے۔ پیر صاحب کا خلوت کدہ اچھا خاصہ عیاشی کا اڈہ ہوتا ہے۔ جو عورتیں داخل سلسلہ ہو رہی ہیں پیر صاحب ان کے جھرمٹ میں محوِ لطف رہ ہیں۔ اجنبی عورتیں پیر صاحب کے بدن دبا رہی ہیں۔ جس سے پیر صاحب کی روحانیت دو آتشہ بن رہی ہے

غور کرنے کا مقام ہے کہ جس معصوم پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ بھی کبھی کسی اجنبی عورت سے مس نہ ہوا۔ اور جس نے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کو حرام قرار دیا ہو۔ آج ان کے نام لیوا اسکی مقدس صورت بنا کر ان کے اصلاحی مشن کے نام پر نفس پروری کر رہے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حضرت ابوسعید خیرؒ کو ایک مرتبہ نصیحت فرمائی کہ دیکھو تین کام مت کرنا۔ ایک تو بادشاہوں کے فرش پر قدم نہ رکھنا۔ اگرچہ وہ مخلوق پر ہمہ تن شفقت ہی کیوں نہ ہوں، دوسرے یہ کہ کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں مت بیٹھنا اگرچہ وہ رابعہ بصریہؒ جیسی ولیہ ہی کیوں نہ ہو اور تو انھیں خدائے تعالےٰ کی مقدس کتاب کی تعلیم ہی کیوں نہ دے رہا ہو۔ تیسرے یہ کہ اپنے کانوں کو مزامیر اور گانے بجانے کی طرف مت لگانا اگرچہ تو تصوف کے اعلیٰ مقام ہی پر کیوں نہ فائز ہو۔

سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بیٹے سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر کے پیچھے چلے جانا، بھیڑیئے کے پیچھے چلے جانا لیکن ایک عورت کے پیچھے نہ جانا۔

حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ غیر محرم عورتوں کے کپڑوں پر نظر کرنا یہ زنا کی ابتدا ہے۔

نفسانیت کا یہ عالم ہے کہ پیر صاحب ہزار بہانوں سے مریدوں کو لوٹتے ہیں۔ نذرانے وصول کرتے ہیں۔ بزرگوں کے نام پر مرغ، پلاؤ، حلوا پر ابھا سیدھا کرتے ہیں۔ اجنبی عورتوں اور مردوں کے ذریعہ نفسانیت کی تکمیل کرتے ہیں۔ مریدوں کے مال اور ان کی آبرو کے عوض مریدوں کے لئے پیر صاحب جنت کے ٹھیکیدار بن جاتے ہیں۔ بعض پیر تو اپنے مریدوں کو نماز اور روزہ وغیرہ سے بھی چھٹی دلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے چہرے کی زیارت کر لیا کرو بس نماز کی کیا ضرورت ہے۔ العیاذ باللہ۔ اس بے غیرت سے ذرا کوئی پوچھے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی ہمہ وقت زیارت کیا کرتے تھے۔ انھوں نے نماز کی کس درجہ پابندی کی ہے؟ اور خود سردارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جو انوارِ الٰہی میں مستغرق رہا کرتے تھے اس کے باوجود اس ذاتِ اقدس کو نماز کے ساتھ کیسا عشق تھا؟ فرماتے ہیں:

قرة عيني في الصلوٰة۔ نسائی۔ (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے)

الصلوٰة معراج المؤمنين (نماز مسلمانوں کی معراج ہے)

بين الرجل وبين الكفر ترك الصلوٰة (بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے) مسلم

لیکن پیٹ کی خاطر ان نفس پرست اور مکار پیروں نے عوام کو گمراہی کے غار میں دھکیل دیا ہے۔ غیروں کی نظروں میں مسلمانوں کو ذلیل کر رکھا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے واسطے حضرت بو علی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی میں خوب فرمایا ہے ؎

می کنی از مکر عالم را مطیع
میدہی تسکین منم فردا شفیع

تو مکر سے دنیا کو اپنا پیرو بنائے ہوئے ہے (اور) تسکین دیتا ہے کہ میں حشر میں تمہاری شفاعت کروں گا

اے مخنث نے تو مردی نے تو زن
مثل شیطاں راہِ مرداں راہزن

اے مخنث نہ تو مرد ہے نہ عورت شیطان کی طرح لوگوں کو گمراہ مت کر۔

یاد رکھئے یہ پیر نہیں ہوتے بلکہ ٹھگ لٹیرے عیاش پیروں کا لباس پہنکر آجاتے ہیں۔ لفظ پیر و مرشد، صوفی و شیخ کا اطلاق اُن بہروپیوں پر کسی طور پر بھی استعمال کرنا اخلاقی جرم سمجھا جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ الفاظ اپنی ذات کے اعتبار سے نہایت با برکت ہیں۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ لوگ کہتے ہیں نمازی چور ہوتے ہیں۔ مساجد سے جوتیاں اُٹھا لے جاتے ہیں۔ نہیں نہیں، نمازی چور نہیں ہوتے، بعض چور صورتاً نمازی بن کر آجاتے ہیں اور چوری کر کے لے جاتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح پیر ٹھگ نہیں ہوتے۔ عیاش نہیں ہوتے، مال و عصمت نہیں لوٹا کرتے، بعض اُچکے ہوس کار صورتاً پیر بن کر آجاتے ہیں اور اندھی عقیدت کا جال پھیلا کر لوگوں کو پھانس

بیٹھے ہیں۔ لہٰذا ان مکاروں کی فریب کاریوں اور بداعمالیوں کا نقشہ سامنے رکھکر تصوف کی حقیقت اور مشائخ عظام کی ولایت وکرامت حقہ کا انکار نہ کرنا چاہیئے جس طرح ان مکّاروں کو پیرمان لینا جرم شدید ہے ٹھیک اسی طرح ان حضرات مقدسین کی جن کا کوئی قدم دائرۂ شریعت کے خلاف پڑتا ہی نہیں، ولایت وکرامات اور تصوف کا انکار بھی جرم شدید ہے۔

آجکل بہت سے پیروں کے یہاں یہ دستور ہے، خواہ وہ پیر صورتاً انسان اور سیرتاً شیطان ہی ہو۔ پیر ہونے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ یا تو وہ کسی پیر کے صاحبزادے ہوں یا وہ کسی قبر ومزار کے مجاور ہوں۔ چاہے وہ جاہل مطلق ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہ ہی نہیں بلکہ شکل وصورت کے اعتبار سے بھی مسلمان معلوم نہ ہوتا ہو۔ اور یہ بھی نہیں چاہے ارکان اسلام کا سرے سے ہی پابند نہ ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے جسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ بس ان ہی جیسے شیطانوں نے صوفیانہ اور مرشدانہ روپ بھر کر تصوّف یعنی طریق علاج باطنی میں اپنی جاہلیت ہوائے نفسانی کے تحت ڈھور ڈانگروں کی طرح اپنی ساری ہمت نفسانی اور حیوانی لذتوں شہوتوں اور نعمتوں پر خرچ کرتے ہیں اور دینی، اُخروی کاموں اور راہِ آخرت سے روگردانی کرتے ہیں اور..... وہ باقی رہنے والی نعمتوں کو فنا ہونے والے عیش کے عوض برباد کرتے ہیں۔ دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (جو دنیا کی کھیتی کی خواہش کرتا ہے، ہم اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں۔ لیکن آخرت میں اسے کچھ نہیں ملیگا) سورہ الشوریٰ رکوع ۳

اپنی مجرمانہ حرکات پر پردہ ڈالتے ہوئے شرک و بدعت کی آمیزش کی ہوئی ہے جسکو وہ لوگوں کے سامنے درود و صلوٰۃ، مولود و نعت خوانی وعرس کے مصفا آبگینوں میں بھر کر عقیدت مندوں اور جاہلوں کو پلاکر مدہوش کر دیتے ہیں۔ بس موت کے وقت ہی یہ سب مکاری اور مدہوشی دور ہوگی۔ تصوف نہ تو کسی جانور بیل بھینس کا نام ہے کہ پیر صاحب مرتے وقت اس کی رسی کو اپنے جانشین کے ہاتھ میں دے جاتے ہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی صاحبزادے صاحب کامل بزرگ بن جائیں۔ آج اگر باپ کے دو چار سو یا دو چار ہزار مریدوں نے ان کے صاحبزادے صاحب کو بھی کامل مان لیا، یہ کوئی علامت اس امر کی نہیں ہے کہ صاحبزادے صاحب بھی کامل بزرگ ہوگئے، مگر اس کی حقیقت موت کے فرشتوں کی آمد پر ایسی کھل جائے گی جیسے سورج نکلنے پر دن کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے بس ابھی وقت باقی ہے۔ موت سے پہلے توبہ کرو اور اپنی مکاری سے باز آجاؤ۔

یاد رکھئے جب تک کوئی علم شریعت سے فارغ التحصیل نہ ہوں یا کم سے کم اتنی کتابیں پڑھ کر دین کے ضروری مسائل سے صحیح طور پر واقف نہ ہوتے ہوں اور اخلاق ذمیمہ حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت و کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ غضب، شہوت وغیرہ بری عادتوں کو دور نہ کی ہوں اور پیر کامل کی صحبت میں رہ کر خود کی باطنی اصلاح نہ کی ہو اور ان سے باطنی فیض حاصل نہ کیا ہو، اور سلوک اتم ہونے کے بعد پیر کامل کی طرف سے بیعت کرنے کی اجازت نہ ملی ہو۔ نیز سنت کے کمال متبع اور بدعت سے اجتناب کرنے والے نہ ہوں

اسوقت تک شیخیت و پیر بننا حلال و درست نہیں ۔ ورنہ یاد رکھئے۔ خود تو اپنی آخرت برباد کرے گا۔ ساتھ ہی مریدین و معتقدین کو بھی برباد کرے گا۔

صرف پیر کے صاحبزادے یا کسی قبر کا مجاور ہونا کامل نہیں بنا دیتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو جس کے ساتھ محبت کریگا کل قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

اگر کوئی خلافِ سنّت چلتا ہے تو ایسوں سے عقیدت رکھنا گناہ ہے اسکا مرید ہونا گمراہی میں پھنسنا ہے ۔ اور اگر بھولے سے یا قصدًا ہوگیا تو اسکی بعیت کو توڑنا فرضِ عین ہے ۔ ورنہ جہاں یہ نام نہاد صوفی پیر جہنّم میں جائیگا جملہ مرید خواہ مرد ہوں یا عورت اس کی محبت و عقیدت کے سبب جہنّم میں جائیں گے تو میرے محترم نہ طریقت شریعت سے جدا ہے بلکہ طریقت شریعت کی خادم اور اسکی تکمیل کرنے والی ہے ۔

بڑے بڑے مشائخ طریقت حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ امام الطریقت حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ، جامع الشریعت والطریقت حضرت غوث صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ،

ان بزرگوں نے وہ طریقے جاری کئے جن سے اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل ہو۔ ان طریقوں میں کوئی ذرہ برابر شریعت کے خلاف

ہیں۔

ان طریقوں سے مقصود قربت اور آخرت کا حاصل کرنا تھا۔

ضرورتِ شیخ کامل

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ سورۃ المائدہ رکوع ۶ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

صاحبِ تفسیر روح البیان اس آیۃ کے تحت میں عربی میں یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں۔ جان کہ اس آیۃ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کے حکم کی صراحت ہے وسیلہ ہونا بے شک ضروری ہے کیونکہ اصول الی اللہ وسیلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور وہ وسیلہ علمائے حقانی و مشائخ طریقت ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مرتبہ نبوت اور درجۂ رسالت اور اولو العزمی کی

قابلیت حاصل کرنے کے لئے پہلے دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنی پڑی۔ پھر کہیں مکالمہ حق کا استحقاق حاصل ہوا۔ کلیم اللہ ہونیکی دولت

اور وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ سورۂ الاعراف رکوع ۱۷ (ہم نے اس کے لئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر شئے کی تفصیل تختیوں میں لکھدی)

کی سعادت اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی پیشوائی اور اللہ تعالےٰ سے تمام توریت کی تلقین حاصل کرنے کے بعد پھر علم لدنی سیکھنے کے لئے انھیں معلم خضر علیہ السلام سے التماس کرنی پڑی:

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ سورۂ الکہف رکوع ۹۔ (کیا میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ آپ مجھے بھی علم لدنی سے جو آپ کو سکھایا گیا ہے کچھ سکھا دیں۔

حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

قطعہ
ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن ❊ ظلمانست بترس از خطر گمراہی

یعنی اللہ کے عشق و معرفت کی منزل کو بغیر خضر یعنی مرشد کامل کے طے مت کر یہ بحر ظلمات ہے یا تاریکیاں ہیں۔ گمراہی کے خطرہ سے پرہیز کر۔

ظاہری کعبہ کی ظاہری راہ بغیر رہنما اور راہ شناس کے طے نہیں ہوسکتی حالانکہ اس راہ کے چلنے والے کی راہ کو دیکھنے والی آنکھیں بھی ہوتی ہیں اور قدموں میں راستہ طے کرنے کی قوت بھی ہوتی ہے اور فاصلہ بھی مقرر ہوتا ہے تو حقیقت کی راہ جہاں پر ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر اور رسولوں نے قدم زنی کی۔ لیکن ایک قدم کا

نشان بھی ظاہر نہیں۔

اور مبتدی سالک اس راہ میں نہ تو پہلے نظر رکھتا ہے اور نہ قدم۔ تا وقتیکہ اسے ظلومی اور جہولی کے دروازے سے اندر نہ لایا جائے۔ اور یہ اس لئے ہے تاکہ کوئی شخص اس بات کا دم نہ مارے کہ میں خود اس راہ کو دیکھتا اور پہچانتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرمایا:

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا. سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ (تمہیں کیا معلوم تھا کہ کتاب کیا چیز ہے؟ اور ایمان کیا۔ لیکن ہم ہی نے اسے نور بنایا۔ ہم ہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اسے ہدایت کرتے ہیں)

یقیناً ایسے بے کنارہ جنگل بغیر دید بخش رہنما کے طے نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ظاہری راستے میں چور اور راہزن بہت ہوتے ہیں اور بغیر رہنما اور ہتھیار نہیں جایا جا سکتا۔ حقیقت کی راہ میں بھی مال و اسباب، دنیا کی زینت

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ. سورۃ آل عمران رکوع ۲ (لوگوں کو دنیا کی مرغوب چیزوں سے مثلاً بیبیوں، بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر داس اور نمبری عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دل بستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ نفس۔ ہوا اور شیاطین انس و جن سب ہر زن

ہیں کسی صاحبِ ولایت کو رہنما بنائے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتی)

ایک جگہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ۔ سورۂ توبہ رکوع ۱۴ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کیساتھ رہو)

صادقین کی تشریح میں صاحبِ تفسیر روح البیان لکھتے ہیں کہ صادقین وہ لوگ ہیں جو اصول الی اللہ کے طریق کے رہنما ہیں۔ جب سالک انکے دوستوں میں شامل ہوجاتا ہے اور ان سے اپنے واسطے کو مضبوط کر لیتا ہے تو اسکے صحبت و محبت اور تعلیم و تربیت سے ان کے قوتِ ولایت کے برکت سے اس کو سیر الی اللہ و ترک ماسوی کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے۔

مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے افعال کو کسی دوسرے کی مراد کے موافق نہ کرے گا تو ہوا اور خواہش نفسانی سے رہائی نہ پاوے گا اگرچہ تمام عمر اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے رہے۔

جب تجھے ایسا بزرگ مل جائے جس کی تعظیم و حرمت تو اپنے نفس میں پائے تو تو اس کا خادم بن جا اور ایسا ہوجا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے۔ تجھے اپنی ذات میں اس کے سامنے کوئی تدبیر و اختیار نہ ہو اور تو اس سعادت کی زندگی بسر کر اور اس کے امر و نواہی کی تعمیل کے لیئے تیار رہ۔ ان کے امر کے خلاف اپنی نفسانی خواہش سے کام مت کر کیونکہ وہ تیری مصلحتوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے عزیز پیر کی تلاش کر جو تیرا رہنما بنے اور تیرے خواطر کی نگہبانی کرے تاکہ تیری ذات

وجود الٰہی و معرفت مولیٰ سے کامل ہو جائے اور تجھے نعمائے خداوندی پورا پورا حاصل ہو جائے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم عقائد و فقہ کی تحقیق کیلئے علماء ظاہر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح علم باطن کی تحقیق کیلئے علماء باطن کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص اپنے امراض باطن کا علاج ماہر و تجربہ کار شیخ کے بغیر نہیں کرسکتا۔ خواہ اُسے اخلاق و مواعظ کی ہزاروں کتابیں یاد ہوں۔ ایسا عالم گر مرشد کامل بغیر اس راستہ میں قدم رکھے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے طب کی کتابیں یاد کرلیں مگر مطب میں بیٹھکر تجربہ نہ کیا۔ اس کو اگر کوئی درس دیتے سنے گا تو سمجھے گا کہ بڑا طبیب ہے علاج دریافت کریگا تو کہے گا کہ بڑا جاہل ہے۔

حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

نفس رانکشد بغیر از ظلّ پیر	دامن آں نفس کش محکم بگیر

یعنی نفس کو بغیر پیر کے سایہ کے نہیں مارسکتا (لہٰذا) اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔

حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی استاد نہ ہو شیطان اس کا امام (استاد) ہے۔ اسی طرح حضرت ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جس درخت کو کوئی نہ لگائے اور خود بخود اُگے، اس کے پتے تو نکل آتے ہیں مگر وہ پھل نہیں دیتا۔ اسی طرح مرید کا جب کوئی استاد و پیر نہ ہو جس سے کہ وہ دم بدم ترقی کرسکے تو وہ اپنے آرزو کا عابد ہوتا ہے جو پوری نہیں ہوتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وصول الی اللہ کے واسطے مرشد کامل کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ عارف باللہ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ہیچ کس از نزد خود چیزے نہ شد | ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد!
ہیچ حلوائی نہ شد استادکار | تا کہ شاگرد شکر ریزے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم | تا غلام شمس تبریزے نہ شد

یعنی کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہے کو دیکھئے کہ خود وہ کتنا ہی اعلیٰ قسم کا ہو مگر لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتی۔ مٹھائی کو لیجئے۔ وہ بھی حلوائی کی شاگردی کے بغیر نہیں بنائی جاتی اگرچہ اسکے اجزاء معلوم ہو۔

جب دنیا کے ایسے ایسے کاموں میں استاد کی ضرورت ہے تو اس خاکی پتلے کو اوجِ کمال پہ پہنچانے کے لئے بدرجۂ اولیٰ مرشد کی ضرورت ہونی چاہیئے۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کو دیکھئے جب وہ شمس تبریز کے غلام (مرید) بن گئے تو مولائے روم کہلانے کے مستحق ہوئے۔

پس ثابت ہوگیا کہ وصول الی اللہ کے واسطے علمائے باطن وصوفیائے طریقت کی صحبت کا اختیار کرنا اور علم شریعت وعلم طریقت دونوں کا سیکھنا ضروری ہے

پیرِ کامل کی شناخت

معلوم ہو کہ موجودہ زمانے میں بھی بہت سے کاملین موجود ہیں۔ اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ان کاملین کی نقل و حرکت کر کے خود کو کامل پیر بتاتے ہوئے پھرتے ہیں اس لئے مناسب سمجھا کہ کامل پیر کی چند علامتیں لکھ دوں تاکہ عوام دھوکے سے بچ جائیں۔

طالب کو چاہیئے کہ جس خدا کے ولی کو ہم ڈھونڈھ کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کا رب العٰلمین نے کیا کیا پتہ دیا ہے اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا کیا نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور جن لوگوں سے ہم بچنا چاہتے ہیں ان کی علامت قرآن و حدیث اور ائمہ شریعت و طریقت نے کیا بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت اپنے کلام مجید و فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے

إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ ۔ سورۃ الانفال رکوع ۴ (اگر اللہ کے دلی ہیں تو وہ صرف متقی ہیں)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۔ سورۃ الحجرات (بیشک تم میں جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے وہی خدا کے نزدیک زیادہ باعزت ہے)

تیسری جگہ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ سورۃ براۃ رکوع ۲ (بے شک اللہ تعالےٰ متقیوں کو دوست رکھتا ہے)

چوتھی جگہ بشارت ہے۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۔ سورۃ ق ۔ رکوع ۲۔ (اور جنت متقیوں کے واسطے آراستہ کی گئی ہے اور قریب ہے)

علاوہ ازیں اور بہت سے مقامات پر حق سبحانہٗ تعالےٰ نے متقیوں کو اپنا دوست فرمایا ہے۔ متقی وہ ہے کہ اسے جس کام کا حکم دیا گیا ہو اس پر خلوص سے قائم ہو، اور جس چیز سے منع کیا گیا ہو اس کو چھوڑ دے جو ظاہر و باطن میں متبع سنت ہے اور شریعت کے مطابق سنی عقیدت کے پابند اور عقل مند ہوں و پیر کامل کی خدمت سے فیض یاب ہونے کے بعد بیعت کرنے کی اجازت یعنی خلافت ملی ہو۔ اور ان کا اکثر وقت ذکر و فکر مراقبہ اور کثرتِ بندگی میں گزرتا ہو اور اپنے مریدوں کو خدا کے مقرب بنانے کے لئے شوق و ذوق کے ساتھ تعلیم و تربیت کرنے والے ہوں اور پھر ان پر علمائے کرام کی طرف سے

کوئی کفران کا الزام نہ ہو اور ان کے اندر اخلاقِ ذمیمہ، حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت و کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب، شہوت وغیرہ موجود نہ ہو اور صبر و شکر، توکل، رضا اور تسلیم وغیرہ اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہوں۔

جو باوجود ہوش و تمیز کے اتباعِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے غافل ہے وہ ہرگز خدا کا ولی نہیں ہو سکتا جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جس نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزلِ مقصود کو نہیں پہنچے گا۔ اس زمانے میں اکثر پیر اپنی وضع قطع خلافِ شریعت رکھتے ہیں۔

جیسے نماز نہ پڑھنا، یا کبھی کبھی پڑھنا، داڑھی چڑھانا یا منڈوانا یا کتروانا، مونچھوں کا بڑھالینا، پائجامے ٹخنوں سے نیچے رکھنا وغیرہ۔ حالانکہ چاروں ائمۂ شریعت و چاروں ائمۂ طریقت کے نزدیک ایسا شخص فاسق ہے۔

امامِ طریقت سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کتابِ فیوضِ یزدانی میں فرماتے ہیں کہ جو شخص جنابِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اتباع نہ کرے اور ایک ہاتھ سے سنتِ رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دوسرے ہاتھ سے کتاب اللہ نہ تھامے اور عباداتِ الٰہی میں اطاعتِ رسول نہ کرے وہ ہلاک اور گمراہ ہوا۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جنابِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ فاسق کی تعریف کرنے سے عرش معلےٰ کانپتا ہے۔
باری تعالےٰ کا ارشاد ہے،
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ۔ سورۃ المنافقون۔ یعنی
(بے شک اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا)
لیکن جاہل لوگ ایسے لوگوں کو ولی جانتے ہیں اور وہ فاسق و فاجر پیر جاہلوں کی زبان سے اپنی ولایت کا تذکرہ سن کر خاموش رہتے ہیں۔

جہلاء کہتے ہیں کہ ہمارے میاں صاحب نماز پنجگانہ مکہ شریف میں پڑھتے ہیں یہاں ان کو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی کچھ کہتا ہے تو بڑے مدہوشی کے رنگ بنا کر یہ مصرعہ زبانِ حال سے فرما دیا کرتے ہیں

؎ نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

حق تعالےٰ ایسے گمراہ پیروں سے مسلمانوں کو بچائے اور ان کے ماننے والوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائے۔ ان جاہلوں سے کوئی پوچھے کہ کیا عبادات و تکالیف شرعیہ کے ترک کی مجال کسی کو ہے؟

انبیاء علیہم السلام کیا، صحابۂ کرام کیا، آئمہ شریعت، ائمہ طریقت یہاں تک کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کسی بھی عبادت سے مستثنیٰ رہے ہیں جو یہ جاہل اس طرح بکتے پھرتے ہیں۔

آقائے نامدار سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی میرے زمانے میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہ ہوتا۔

پھر جاہل پیروں کو عبادت سے چھٹکارا کیسے ہوسکتا ہے۔ انوار العارفین میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ حضرت خواجہؒ کا حال کبھی جمال کا ہوتا تھا اور کبھی جلال کا۔ چنانچہ جب جمال کا غلبہ ہوتا تو اس میں اس قدر مستغرق ہوجاتے کہ اس دنیا وما فیہا سے بالکل ہی بے خبر ہوجاتے جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ اقدسؒ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر باواز بلند الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے حضرت کو کچھ خبر نہ ہوتی۔ دوبارہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے کان میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے۔ اس پر بھی ہوش نہ آتا۔ پھر یہ دونوں خدام حضرت کا کاندھا مبارک ہلاتے تب آنکھ کھولتے اور فرماتے سبحان اللہ شریعتِ محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے چارہ نہیں ہے۔ اللہ اللہ کہاں سے کہاں لے آئے۔ یہ فرماکر وضو کرتے اور نماز ادا کرتے۔

دیکھا آپ نے ایسی مغلوبیت کی حالت میں بھی احکام شرعیہ میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ کس قدر بے عقلی کی بات ہے کہ جن متقیوں کو حق تعالےٰ اپنا دوست بنائے ان کی طرف سے بدظنی ہو اور جن فاسقوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہدایت سے بے بہرہ کردیا۔ انکو خدا کا دوست بنایا جائے۔ حق تعالےٰ ایسے لوگوں کی پیروی سے منع فرمائے اور جاہل بے سمجھے ان کی پیروی کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے:

لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا سورۃ الدہر رکوع ۲ (پیروی مت کرو گنہگار کی اور کافر کی)

اگر کسی کو اللہ اور رسول کی محبت کا دعویٰ ہے تو اس آیت کے بموجب رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پیروی کرے:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سورۂ آل عمران رکوع ۴۔ (اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ میری پیروی سے تمکو دوست رکھیگا)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا سورۃ الحشر (جو کچھ میرا رسول تمہارے پاس لائے۔ تم اس کو لے لو اور جس بات سے منع کرے اس سے باز رہو)

مگر ان کا حال یہ ہے کہ جس چیز سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم منع فرماتے ہیں اس کو کرتے ہیں اور آپ جس کا حکم فرماتے ہیں اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر بھی دعویٰ ولایت کر کے اپنے آپ کو ٹھیکیدار ہدایت جانتے ہیں اللہ ان کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

بعض لوگ اس پر جمے ہوتے ہیں کہ فلاں سلسلہ ولایت میں ہمارے خاندان کے لوگ مرید ہوتے آئے ہیں ہم بھی اسی میں مرید ہوں گے اور اکثر پیروں کا طریقہ بھی یہی ہے کہ باپ مرا تو بیٹا گدی نشین بن جاتا ہے اور دستار ان کے سر پر باندھ دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ فوراً پیر و مرشد بن جاتا ہے نہ اس نے طریقت سلوک طے کیا ہے اور نہ اس کو باضابطہ طریقت کی اجازت ملی ہے اور نہ ہی وہ اتباع شریعت پر مستحکم ہے مگر مریدوں اور اہل خاندان نے

اس کو پیر بنا دیا۔

یاد رہے کہ بلا سلوک و بلا اجازت کے پیر بن کر گدّی پر بیٹھ جانا اور لوگوں کو مُرید کرنا بالکل غلط اور عقل کے سراسر خلاف ہے۔ کسی بزرگ کے انتقال کے بعد اس کی اولاد یا اس کے مُریدوں میں سے جس نے راہِ سلوک طے کر کے بیعت کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ نیز علمائے طریقت کی تحقیقات کے موافق سب سے لائق ہو اسی کے سر پر دستار باندھنی چاہیئے۔

ولایت کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے بلکہ ایک نعمتِ خداوندی ہے۔ وہ چاہے غلام کو عطا فرمائے یا آقا کو۔ اور مُریدی کسی کی غلامی نہیں ہے بلکہ صراطِ مستقیم پر چلنے اور خلوص حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

پس جو لوگ فاسق ہوں اور ان کو خدا اپنا دوست نہ بنائے، ان سے بیعت نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ان کی صحبت سے بچنا چاہیئے کیوں کہ ان سے فائدہ مفقود اور نقصان ظاہر ہے۔ جیسا کہ عارف باللہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

دست ناقص دست شیطان و دیو ؛ زانکہ اندر دام تکلیف ست ریو

ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے کیونکہ اس میں سراسر مکاری اور تکلیف ہے

ایسے لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا چاہیئے اگرچہ ان سے عجیب عجیب باتیں ظاہر ہوں شریعت میں ایسے لوگوں کی ان باتوں کو استدراج کہتے ہیں۔

جیسے دلوں کا حال بیان کرنا، دلوں پر اثر ڈالنا، غائب چیزوں کا بتا دینا خود غائب ہو جانا۔ شیر چیتے کی شکل بن جانا وغیرہ۔ یہ سب صفات تو شیطان، مردودں اور جوگیوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اور بھی بہت سے لوگوں کو یہ بات حاصل ہوئی جن کی حکایتیں مشہور و معروف ہیں اُن ہی میں سے ایک عبد اللہ بن صیاد ہے جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور بعض صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اس کو دجّال بھی خیال کیا تھا۔ اور آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں توقف فرمایا تھا۔ بالآخر آپ کو ظاہر ہوگیا کہ وہ دجال نہیں ہے بلکہ ایک کاہن ہے۔ اور کاہنوں کے مددگار شیطان ہوتے ہیں جو ان کو غیب کی خبریں چوری سے سن کر جھوٹ سچ ملا کر بتایا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک اسود عنسی ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس کا بھی ایک شیطان مددگار تھا جو اس کو بعض امور غیب کی خبریں دیا کرتا تھا۔ لیکن مسلمان جب اس کے قتل پر آمادہ ہوئے تو اندیشہ ہوا کہ شیاطین کہیں اسکو اس ارادہ سے آگاہ نہ کردیں یہاں تک کہ اس کی بی بی نے یہ معلوم کرکے کہ یہ کافر ہے مسلمانوں کو مدد دی اور وہ قتل کیا گیا۔ انھیں میں سے ایک مسیلمہ کذاب ہے اس کا مددگار بھی ایک شیطان تھا جو غیب کا حال بتایا کرتا تھا اور بعض ضرورتوں میں اس کی مدد بھی کرتا تھا۔ انھیں میں سے ایک حارث دمشقی ہے جو عبد الملک بن مروان کے زمانے میں ملک شام میں ظاہر ہوا تھا اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کا مددگار شیطان تو اس کا پاؤں بھی زنجیر سے نکال دیتا تھا۔ اور کسی ہتھیار کا اس کے جسم پر اثر نہیں ہونے دیتا تھا۔

اور سب سے بڑھکر دجّال سے تو حیرت انگیز خوارق عادات سرزد ہوں گے

اگر ان ہی چیزوں کا نام ولایت ہوتا تو شیطان اور کفّار و دجّال کو بھی ولی کہنا پڑے گا۔ یہی نہیں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی ولایت کا

انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس طرح کے کشف اور خرق عادات ان سے ہرگز ظاہر نہیں ہوئے حالانکہ عقائد کا مسئلہ ہے کہ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کی ذاتِ مبارک تو کہاں تابعین کے مرتبہ کو بھی کوئی ولی یا امام نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس سے کتنی ہی کرامتیں اور تصرفات ظاہر ہوئے ہوں۔ حق الیقین محبت کامل خدا اور رسول اور اتباعِ سنت ہی کا نام ولایت ہے۔

ہَوا پر اڑنا، پانی پر چلنا کوئی کمال نہیں اس لئے کہ پرندے اڑتے ہیں اور مچھلیاں تیرتی ہیں، سونا چاندی بنا دینا اور قلب ماہیت کردینا مشکل نہیں اس لئے کہ ایک کیمیا گر اس کو جانتا ہے۔ غیب کی خبر دینا کوئی کمال نہیں اسلئے بعض اوقات مالیخولیا کا مریض بھی غیب کی خبر بتا دیتا ہے۔ ہاں اگر مشکل اور سخت کام ہے تو آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنا ہے کیونکہ اتباع سنت کے میدان میں لرزہ خیز طوفان سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مگر افسوس آج کل لوگوں کا مزاج ایسا بگڑ گیا ہے کہ اتباع سنت کو کرامت ہی نہیں سمجھا جاتا۔ کسی بزرگ کی سب سے بڑی کرامت اخلاق نبوت اور اتباعِ سنت میں ہے۔ یہی وہ معیار ہے کہ اس پر اگر کوئی صحیح اترتا ہے تو وہ بزرگ با کرامت بزرگ ہے ورنہ قابلِ ردّ ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المعروف بہ عروۃ الوثقٰی میں فرماتے ہیں کہ صحبت ناجنس مخالف سے بچو اور بدعتی کی صحبت سے بھاگو اور جو شیخ مسند پر بیٹھا ہے اور اس کا عمل اس کے خلاف ہو، اس سے ہزاروں کوس دور رہو بلکہ جس بستی میں ایسا شخص رہتا ہے اس میں تم مت رہو کیونکہ

شاید کبھی تمہارا رجحان اس کی طرف ہو جائے اور عقائد میں فرق آجائے، وہ پیر نہیں چھپا ہوا چور اور شیطان کا پھندا ہے۔ اگرچہ تم اس سے طرح طرح کے خرق عادات دیکھو اور بظاہر دنیا سے بے تعلق معلوم ہو، اس کی صحبت سے اس طرح بھاگو جیسے لوگ شیر سے بھاگتے ہیں۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت سب کا مقصد ایک ہی ہے یعنی بندہ عاصی و خاکی کی بخشش ہو جائے اور اس کا پہلا ذریعہ شریعت کی تابعداری اور اعمالِ شریعت میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی کے حال و قال اور کشف و کرامت پر بخشش کا انحصار نہیں ہے۔

جو حال اور کشف یا خرق عادات متقی سے ظاہر ہو وہ نور ہے اسکو کرامت اور برکت کہیں گے۔ اور اگر خلافِ شرع لوگوں سے اس قسم کی باتیں ظاہر ہوں تو اسے استدراج کہتے ہیں۔

جن بزرگوں پہ ولایت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ان کی صفات یہ ہیں کہ وہ - عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل اور اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءْ کے مصداق ہیں۔ ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر سینے کو نورِ باطن سے منور کیا جاتا ہے۔ اور جوہر معرفت کو حاصل کیا جاتا ہے ان کا ہاتھ گویا اللہ کا ہاتھ ہے۔ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چوں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ بود ❊ دست او را دست خود فرمود احد

چوں قبولِ حق بود آں مرد راست ❊ دست او در کارہا دستِ خداست

یعنی جب اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہو ایسے لوگوں کے ہاتھ کو خدا نے

اپنا ہاتھ فرمایا۔ جب بندہ کو خدا اپنا مقبول کرے اس کا ہاتھ تمام کاموں میں گویا خدا کا ہاتھ ہے۔

وہ متبع سنت ہوں ان کے دیکھنے سے خدا یاد آوے۔ انکی صحبت میں بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہو اور خدا اور رسول کی محبت غالب ہو اور وسواس شیطانی اور خطرات نفسانی کم ہوں اور ان کی محفل میں دنیوی چرچا کے بجائے کثرت سے اللہ کا ذکر اور خدا و رسول کے احکام بیان ہوتے ہوں اور ان کے بیانات میں خلاف شرع، لغو اور فاحشہ کلام نہ ہوں اور ان کا زیادہ وقت ذکر فکر مراقبہ اور کثرت بندگی میں گزرتا ہو۔ جب یہ صفات کسی بزرگ میں موجود ہوں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے انشاء اللہ تعالے ان سے ضرور فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر اپنے اعمال باطنی کی شامت سے فائدہ نہ بھی پہونچا تو نقصان نہ ہوگا انکی محبت اور پیروی بخشش کے واسطے انشاء اللہ العزیز کافی ہوگی۔

عارف باللہ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں کہ

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ؛ ہست رہ پر آفت و خوف و خطر

اپنے لیے مرشد بنا کیونکہ بغیر پیر کے یہ سفر نہایت پُر آشوب اور خطرناک ہے یعنی شیطان اور نفس کو اسمیں بہت زیادہ دھوکہ دینے کا موقعہ ملتا ہے۔

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر ؛ دامن آں نفس کش محکم بگیر

نفس کو بغیر پیر کے سایہ کے نہیں مار سکتا۔ لہٰذا اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔

رابطۂ شیخ کا بیان

رابطہ کے لغوی معنی لگاؤ، علاقہ، ربط دینے والا، ملانے والا کے ہیں اور صوفیائے کرام نے اس سے مُراد تصورِ شیخ لیا ہے۔ یعنی پیر کامل کی صورت کو باطنی نگاہ سے دل میں جمائے رکھنے کا نام رابطہ رکھا ہے۔ رابطۂ شیخ کی ترکیب مشائخ طریقت اپنے مُریدوں کو الگ الگ طریقے سے تعلیم دیتے ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ سالک اپنے پیر کی صورت کو تصوّر کرنیکے ساتھ دل میں جمائے رکھے چاہے پیر حاضر ہو یا نہ ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ سالک اپنی صورت کو پیر کی صورت تصوّر کرے۔

اور تیسری قسم یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت یہ تصوّر رکھے کہ شیخ میرے دل میں ذکر کر رہا ہے اور میں اس ذکر کو سُن رہا ہوں۔ اسی خیال میں محو اور مستغرق رہے۔

ان تینوں طریقوں میں سے جو آسان و مناسب معلوم ہو اختیار کرے۔ سالک کو حاضر اور غیب ہر دو صورت میں تصوّرِ شیخ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ جتنا ہی تصورِ شیخ قوی ہوگا اتنی ہی راہ اقرب ہوگی۔ جب رابطہ پختہ ہو جاتا ہے تو مرید اپنی صورت کو عین پیر کی صورت دیکھتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات مرید آئینہ دیکھتا ہے تو آئینے میں بجائے اپنی شکل کے پیر کی شکل اس کو نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری شکل بدل گئی جیسا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو پیش آیا کہ آئینے میں انکو اپنی شکل کے بجائے اپنے پیر حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کی شکل نظر آئی۔

رابطہ کی پختگی پر سب طرف شیخ ہی شیخ کی صورت نظر آتی ہے اس حالت کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں جو فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے۔ رابطہ سے شیخ کے ساتھ مرید کو نہایت مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی مناسبت کیوجہ سے مرید شیخ کے باطنی فیوض اخذ کرتا ہے۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پیر کی غیر حاضری میں مرید اسکی صورت کو اپنے خیال میں پکڑ کر قلب کی طرف متوجہ رہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر بے رابطہ موصل نیست، و رابطہ بے ذکر البتہ موصل ہست اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب قول الجمیل کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک سب راستوں سے رابطۂ شیخ افضل ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے بہت سے راستے ہیں۔

چنانچہ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:-

جس قدر نفوس ہیں اسی قدر خدا سے ملنے کے راستے ہیں۔ ہر ایک نفس اپنی حقیقت
سے ملنے کا راستہ رکھتا ہے لیکن مشائخ طریقت نے بالاتفاق تین راستوں کو اختیار کیا
اول ذکر۔ دوم فکر۔ سوم رابطۂ شیخ ہے۔ یہ تینوں راستے سب راستوں سے
افضل اور ضروری ہیں اور انہیں راستوں پر چلنے والے لاکھوں ولی ہو گئے۔
اگر یہ تینوں راستے کسی سالک کو ایک ہی ساتھ میسر ہو جائیں تو نور علیٰ نور
ہے۔ ورنہ اگر تینوں راستوں میں سے کسی ایک کو بھی مضبوط پکڑ لے گا تو بلاشبہ انشاء اللہ
العزیز خدا تک ضرور پہنچے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب میں رابطۂ شیخ کو یوں
تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مرید کو بلا تکلف بلا بناوٹ رابطہ شیخ حاصل ہو جائے تو پیر و مرید
کے درمیان ایک ایسا روحانی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو مرید کے لئے افادہ، استفادہ
کا سبب بن جاتا ہے۔ وصول الی اللہ کے واسطے رابطۂ شیخ سے مفید کوئی طریقہ
نہیں ہے اور ذکر سے رابطۂ شیخ کو افضل کہنا بلحاظ نفع کے ہے۔ کیونکہ ابتداء میں
بغیر رابطہ کے مرید کو ذکر سے پورا مستفیض ہونا دشوار ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم
صاحب نقشبندی قدس اللہ سرہٗ العزیز مکتوب ہفتاد و ہشتم جلد اول میں فرماتے ہیں۔

در طریقہ مدار وصول بدرجہ کمال مربوط برابطۂ محبت ست بشیخ مقتدا طالب
صادق از راہِ محبتے کہ بشیخ دارد اخذ فیوض و برکات از باطن او می نماید و
بمناسب معنویہ ساعۃ فساعۃ برنگ او می براید۔ گفتہ اند فنا فی الشیخ مقدمہ
فنای حقیقی ست۔ ذکر تنہا بے رابطہ مسطورہ وبے فنا فی الشیخ موصل نیست بلکہ
ہر چند از اسباب وصول است لیکن غالباً مشروط برابطہ محبت و فنا در شیخ ...

ایں رابطہ تنہا با رعایت آداب صحبت و توجہ و التفات شیخ بے التزام طریق ذکر موصل است و در سلوک و تکیک اختیاری کہ بطریق دیگر وابستہ ست مدار کار بر وظائف و اوراد و اذکار ست و بنیاد و معاملہ بر ریاضات و اربعینیات و بہ پیر طریقت بایں شان رجوع نیست۔

یعنی ہمارے طریقہ میں درجۂ کمال تک پہنچنا شیخ مقتدا سے رابطۂ محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مطالب صادق بوجہ اس محبت کے جو اپنے شیخ سے رکھتا ہے شیخ کے باطن سے فیوض و برکات کو اخذ کرتا ہے اور بسبب معنوی مناسبت کے لحظہ بلحظہ شیخ کے رنگ میں رنگین ہوتا جاتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فنا فی الشیخ فنائے حقیقی (یعنی فنا فی اللہ) کا مقدمہ ہے۔ ذکر (الہٰی) فقط بغیر رابطہ مذکورہ کے اور بغیر فنا فی الشیخ کے موصل (الی اللہ) نہیں ہے۔ ذکر الہٰی اگرچہ وصول الی اللہ کے اسباب میں سے ہے لیکن اکثر اوقات رابطہ محبت اور فنا فی الشیخ کے ساتھ وابستہ ہے۔ رابطہ تنہا بھی آداب صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ و التفات کے ساتھ طریقۂ ذکر کی پابندی کے بغیر بھی موصل الی اللہ ہے۔ سلوک و تکیک اختیاری میں جو طریقہ نقشبندیہ کے سوا دوسرے طریقوں میں ہوتا ہے کام کا مدار وظائف اور اوراد و اذکار پر ہے اور معاملہ کی بنیاد ریاضتوں اور چلہ کشیوں پر ہے۔ پیر طریقت کی طرف اس درجہ کا رجوع وہاں نہیں ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ زیادہ ربط و تعلق اور محبت رکھتے تھے۔ اسی واسطے آپ کی شان میں مَاصَبَّ اللّٰهُ فِی صَدْرِی شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِی صَدْرِ

ابی بکر (رضی اللہ عنہ) یعنی جو کچھ ڈالا اللہ تعالےٰ نے میرے سینے میں مگر میں نے اسکو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سینہ میں ڈال دیا۔

جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قوتِ افاضہ نہایت کامل تھی اس لئے صحابہ کرام کی اصلاح باطن کے لئے صرف آپ کی تعلیم کافی تھی اور ان کو اشغال متعارفہ بین الصوفیاء کی ضرورت نہ تھی اور بدون ان اشغال کے اصلاح ہو جاتی تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رفتہ رفتہ یہ قوت مضمحل ہو تی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صوفیہ کو اصلاح باطن میں اشغال متعارفہ مثل حبس دم پاس انفاس تصور شیخ وغیرہ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انھوں نے اشغال متعارفہ سے کام لیا۔ یہ اشغال تصور شیخ فی الدین نہ ہے بلکہ للدین ہے یعنی ان امور کو دین میں داخل نہیں کیا گیا ہے بلکہ جو امور شرعاً ماموریہ ہے ان کو ان کی تکمیل کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس لئے یہ اشغال تصور شیخ وغیرہ للدین ہے نہ کہ داخلِ دین اسکو یوں سمجھو کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت عناب لکھا۔ مریض کو شربت عناب کی ضرورت ہے مگر بازار میں شربت عناب نہیں ملتا اسلئے وہ لکڑیاں لاتا ہے آگ جلاتا ہے، دیگچی لاتا ہے، شکر لاتا ہے، پانی لاتا ہے، عناب وغیرہ لاتا ہے اور شکر و عناب وغیرہ کو دیگچی میں ڈال کر آگ پہ پکاتا ہے اور شربت عناب تیار کر کے نسخہ کی تکمیل کرتا ہے۔ تو یہ لکڑیاں لانا، آگ جلانا وغیرہ زیادۃ فی النسخہ نہیں بلکہ تکمیل النسخہ ہیں۔ اسی طرح سمجھو کہ تحصیل مرتبہ احسان اور اصلاح نفس شرعاً ماموریہ ہیں۔ اور شریعت نے ان کا کوئی طریق خاص معین نہیں فرمایا۔ اسلئے یہ ماموریہ جس طریقِ مباح سے بھی حاصل ہوں اس طریق کو اختیار کیا جائے گا۔ اور وہ

طریق خاص جزوِ دین نہ ہو گا۔ بلکہ ذریعۂ دین ہو گا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ آدمی کے لیے سینکڑوں بت ہیں جو اس کو توجہ الی الحق سے مانع ہیں کہیں اس کا دل مال میں الجھا ہوا ہے کہیں جاہ میں کہیں جورو میں کہیں اولاد میں کہیں معشوق میں الی غیر ذالک۔ غرضیکہ اس کا ایک دل ہزاروں مطلوبات میں مشغول ہے اور یہ مشغولی اسکو توجہ الی الحق سے مانع ہے۔ جب مشائخ نے جو اطباء روحانی ہیں اس منع کو محسوس کیا تو اس کا علاج تصوّرِ شیخ تجویز کیا تاکہ اس کا قلب سب طرف سے ہٹ کر ایک مرکز پر آ ٹھہرے اور اس میں مقصود اصلی کی طرف توجہ کی استعداد پیدا ہو جائے اور گو یہ تصور خود بھی بت یعنی غیر مقصود ہے مگر بضرورت جمع خاطر اسکو اختیار کیا گیا ہے۔ جب سالک کے خیالات و افکار ایک مرکز پر جمع ہو کر اس قابل ہو جاتے ہیں کہ وہ اصلی د حقیقی یعنی حضرتِ حق کی طرف متوجہ ہو سکیں تو اس بت کو بھی توڑ دیتے ہیں اور تصور شیخ کو بیچ میں سے ہٹا کر قلب کو براہ راست حق تعالےٰ سے وابستہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ اصلی غرض ہے تصوّرِ شیخ کی۔

پس معلوم ہوا رابطہ شیخ وصول الی اللہ کے واسطے بیشک نہایت عمدہ طریقہ ہے بہت سے علماءِ شریعت جو علم طریقت سے بے خبر ہیں رابطۂ شیخ کو شرک سمجھتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ رابطۂ شیخ سے مقصود صرف پیر سے اپنے رشتہ کو مضبوط کرنا ہے تاکہ بارگاہِ الٰہی سے جس فیض و برکت کا نزول پیر کے دل میں ہو مرید اسے اپنے اندر اخذ کر سکے۔

ہاں پیر کو ہر حالت میں حاضر و ناظر سمجھنا بے شک شرک ہے کیونکہ یہ صفت باری تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے۔ صرف بلحاظ محبت اور تعظیم کے ایسا کرنا جائز ہے۔

جب تک پیر کی محبت اور تعظیم اپنے اندر غالب نہ ہوگی. سالک کو راہِ طریقت طے کرنا مشکل پڑتا ہے.

کیونکہ خدا کا (نورِ خدا) نزول دو ہی جگہ میں ہوتا ہے. ایک خانہ کعبہ میں دوسرے ہر مؤمن کے دل میں جیسا کہ حدیث قدسی کے ترجمہ میں مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است ۞ من نہ گنجم در سرا بالا و پست
من نہ گنجم در زمین و آسماں ۞ من بگنجم در قلوبِ مؤمناں

جس طرح خانہ کعبہ میں نورِ خدا کا نزول ہو کر تمام نیک بندوں کو گھیر لیتا ہے اسیطرح پیر کامل کے دِل میں جس نورِ رحمت کا نزول ہوتا ہے وہ تمام مُریدوں کو گھیر لیتا ہے جس طرح خانۂ کعبہ سے محبت رکھنے والا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کرنے والا وہ نورِ رحمت کا زیادہ مستحق ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح پیر سے زیادہ محبّت و تعلق رکھنے والا اور اس کے حکم کی پوری تعمیل کرنے والا روحانی فیض کا زیادہ مستحق ہے۔ جو چیزیں نظر میں ہمیشہ رہتی ہیں اس کی محبت دل میں قوی ہوتی ہے جو نظر سے غائب رہتی ہے اس کی محبّت دل سے اٹھ جاتی ہے. یہاں تک کہ اس کا نام ونشان دل سے مٹ جاتا ہے۔ اسی لئے تصوّرِ شیخ ضروری ہے تاکہ شیخ نظر میں سمایا ہوا رہے۔ اور اس کی محبت میں کمی نہ ہو۔ اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں سستی و غلطی نہ ہو۔

اگر رابطۂ شیخ شرک ہوتا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالقادر محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام

مشائخ طریقت خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت و طریقت کے جامع تھے وہ لوگ رابطۂ شیخ کو جائز قرار نہیں دیتے پس معلوم ہوا کہ رابطۂ شیخ شرک نہیں

اہلُ اللہ و مرشدِ کامل کی صحبت کا بیان

اول آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے وہ کمالات حاصل کئے جو آج تک اولیاء امت میں کسی کو حاصل نہ ہوئے۔ اس آفتاب رسالت حضور پرنور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک صحبت کی برکت سے ان کے لطائف کے کدورت دور ہو کر وصل بےچوں حاصل ہو گیا۔

اسی طریقے پر سالکین کے دل میں واصلین کی صحبت کی برکت سے اور انکے باطنی انوار کے رنگ سے رنگے جاتے ہیں اور واصلین کے آئینۂ دل سے انوار الٰہیہ طالبین کے دلوں کے آئینوں کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ بس اہل اللہ یعنی مرشد کامل مکمل کی صحبت و توجہ انعکاس کے لئے کافی ہے مگر اس کے ساتھ آداب صحبت کی رعایت کی سخت ضرورت ہے مثلاً تمام حرکات و سکنات و عبادات اور معاملات

میں سنتِ خیر البشر (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اکمل اتباع کرنا۔ پیر سے نہایت محبت رکھنا۔ ظاہر و باطن میں اس کی فرماں برداری کرنا۔ اس کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا اور اپنی ذات کو اس طرح ان کے حوالہ کرنا جیسا کہ مُردہ غسال کے ہاتھ میں ہوا کرتا ہے۔

مرشدِ کامل و مکمل کی صحبت کی جو خیر و برکت ہے یہ احقر اسے کیا تحریر کرسکے بلکہ مرے ہر ذرہ ممکنہ اس کے لئے کم ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں :-

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ٭ بہتر از صد سالہ بودن با تقا

گر تو سنگ خارۂ مرمر شوی ٭ چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

یعنی ایک عرصہ تک اولیاء کی صحبت میں رہنا۔ سو سال کے اکمل تقوے سے افضل ہے۔ اگرچہ تو بے کار پتھر مرمر ہے۔ لیکن جب کسی صاحب دل کے پاس پہنچیگا تو گوہر بن جائے گا۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صحبت میں رہا کرو۔ اگر تم کو اللہ کی صحبت میں رہنا دشوار ہو تو اہل اللہ کی صحبت میں رہا کرو تاکہ تم اس صحبت کی برکت سے اللہ کی صحبت میں پہنچ جاؤ۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مع اھل التصوف

یعنی جو خدا کی ہم نشینی چاہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اہلِ تصوّف (اہل اللہ) کے ساتھ بیٹھے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی شریف میں یوں فرمایا ہے

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ⁂ گو نشیند در حضورِ اولیاء

چوں شوی دور از حضوری اولیاء ⁂ در حقیقت گشتہ دور از خدا

یعنی جو شخص خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے (تو اسے چاہیئے) کہ اولیاء کے پاس بیٹھے۔ جب کوئی (شخص) اولیاء اللہ سے دور ہوتا ہے (تو) حقیقتاً وہ خدا سے دور ہوتا ہے۔

اہل اللہ کی صحبت ایسی مبارک ہے کہ سیکڑوں چلّوں کے بعد جو ثمرہ میسّر نہیں ہوتا وہ اہل اللہ کی صحبت سے قلیل عرصہ میں مل جاتا ہے اسی واسطے عارف باللہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے مردانِ خدا کی صحبت کے سو چلّوں اور سیکڑوں عبادتوں سے افضل و بہتر فرمایا ہے۔

صحبتِ مردان گر یک ساعت است ⁂ بہتر از صد چلّہ و صد طاعت است

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ⁂ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی اگر مردانِ خدا کی ایک ساعت کی صحبت ہے (تو وہ) سو چلّوں اور سیکڑوں عبادتوں سے افضل ہے۔ اولیاء اللہ کی تھوڑی دیر کی صحبت سو برس کی خالص عبادت سے بہتر ہے۔

دنیا میں اربعہ عناصر سے بن کر تیار ہونے والی چیزیں ہمیں چار قسم پر نظر آتی ہیں۔ ایک معدنیات یعنی جو چیزیں زمین کی کان میں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری نباتات۔ جو چیزیں زمین یا پہاڑوں پر اگتی ہیں۔ تیسری حیوانات جاندار جانور اور چوتھے انسان۔ ہر ایک نوع میں جو چیزیں موجود ہیں، ایک ان کی ظاہری حالت ہوتی ہے جو سر دست ان میں پائی جاتی ہے۔ ایک ان میں

قابلیت ہوتی ہے جو پیدائش کے ساتھ ساتھ خدا کی سرکار سے عطا ہو کر بطور امانت محفوظ رکھی جاتی ہے جو کسی کامل سے فیض پانے کے بعد ظاہر ہوتی ہے مثلاً چراغ کے روشن ہونے سے پہلے ایک صورت تھی پھر روشن ہونے کے بعد چراغ کی دوسری صورت ہوئی۔ پہلی صورت ظاہری پیدائشی صورت تھی۔ روشن ہونے کے بعد قابلیت والی صورت ظاہر ہوئی۔ مگر اس قابلیت کے اظہار کرنے کے لئے لائق فاعل یعنی آگ کی ضرورت تھی۔ جب وہ فاعل قریب آیا اس کے فیض سے کالا چراغ روشن ہوا۔ یہی حالت ساری دنیا کی مخلوق میں موجود ہے۔

اول معدنیات کو لیجئے۔ سنگ خارا کا ٹکڑا آفتاب کی شعاعوں سے فیض پاکر لعل والماس بنتا ہے پہلے وہ مکانوں اور پاخانوں کی بنیاد میں لگایا جاتا تھا۔ اب وہ بادشاہوں کے تاج کے بالائی حصہ پر لگایا جاتا ہے۔ اور کالا پتھر کوہِ نور کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یاقوت بادشاہی مفرحات قلب مقوی دماغ معجون میں شامل کیا جاتا ہے۔ شیشہ بدرنگ چیز ہے۔ مگر اپنی ذاتی قابلیت اور انسان کامل العقل کے فیض سے نہایت چمکدار دوربین آئینہ بن کر تیار ہوتا ہے۔ جو گھر بیٹھے کوسوں دور کی نمائش چیزوں کا معائنہ کراتا ہے سم الفار سنکھیا زہر قاتل ہے۔ ایک طبیب کی تدبیر سے شفا کا کام دیتی ہے

نباتات کو لیجئے۔ ایک رنگ کے پھول لانے والے درخت کو ہفت رنگ پھول والے سے پیوند وہم صحبت سے ہفت رنگ بناتا ہے۔ چھوٹے پھلوں کو بڑا بہت سی قسم کے ترش پھلوں کو پیوند وہم نشینی سے شیریں کرنا نئے قسم کے پھل خاص خاص ترکیبوں و ملانوں سے پیدا کرانا۔ زمانہ حال میں جو کچھ فن زراعت

اور علم نباتات کے نیتجوں سے دنیا نے ترقی کی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

حیوانات کو لیجئے ان میں بھی تبدیلی حالت کا ہونا بہت رائج ہے۔ دو مختلف قسم کے جانوروں کا جوڑ ومصاحبات لگا کر تیسری قسم کا جانور پیدا کرانا۔ طوطے کو آدمی کی صحبت میں رکھ انسان کی بولی بول لینا۔ بندروں کو انسانی صحبت میں رکھ کر مشق کرکے نشانہ پر بندوق کا فیر کرنا۔ ریچھ کا سائیکل چلانا، شہباز سے پرندوں کو گرفتار کرانا۔ ہاتھی گھوڑے۔ بکریوں سے بھی عجیب عجیب کام لینا دیکھا ہوگا۔ غرضکہ صحبت وتعلیم عالم حیوانات میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیتی ہے۔

خود، اربعہ عناصر کو خیال کیجئے۔ زمین کا آفتاب کی شعاعوں سے فیض لے کر سونا چاندی پیدا کرنا۔ پہاڑوں کا آفتاب سے شعاعیں لے کر لعل بدخشاں وغیرہ وغیرہ بنانا موجود ہے۔ کھاری سمندر کا آفتاب کی حرارت سے بخار بن کر اڑنا اور پھر شیریں پانی بن کر برسنا ہر ایک شخص آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

ہوا کا متعفن اور زہریلی ہوجانے کے بعد آفتاب کی گرمی سے صاف ہوجانا بھی کسی پر مخفی نہیں ہے۔ آگ کا بھی بعض انسانی تدابیر سے مضرت کا چھوڑنا ہر ایک شخص جانتا ہے۔ مثلاً جاپانی آتشبازی میں جو آگ موجود ہے وہ کسی کو نہیں جلاتی۔ سوائے روشنی اور تفریح کے کوئی مضرت نہیں پہنچاتی۔ پھر آگ اور ہوا کا باہم مل کر انسانی تدبیر سے فیض پاکر مخلوق الہٰی کی صدہا خدمات بجالانا بھی رات دن آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ضرور کامل کی ہم نشینی اور مصاحبت ناقص کو کامل، نور کی صحبت، اندھیرے کو نورانی بناتی ہے۔

پانی اگرچہ مایۂ حیات ہے تاہم کثرت کی وجہ سے کم قیمت ہے لیکن جب کبھی

ایک رات گلاب کے پھولوں کی صحبت میسر ہو گئی بیش قیمت عرق گلاب ہو جاتا ہے

پیاز ایک بدبو دار چیز ہے اور سوائے متعفن چھلکوں کے اس میں کچھ بھی نہیں ہے جو کھانے کے بعد بھی اپنا ذاتی تعفن نہیں چھوڑتی جو ہاتھوں کو سڑاتی ہے جو منھ کو بساندہ بناتی ہے لیکن کبھی اگر ایک لخطہ گھی کی صحبت میں آگ پر رہ جاتی ہے تب بجائے بدبو کے اپنی خوشبو سے محلہ کو بساتی ہے۔ سچ ہے

؎ صحبتِ صالح ترا صالح کند ٭ صحبتِ طالح ترا طالح کند

ریل گاڑیاں بے جان چیز ہے ۔ خود مطلق حس و حرکت نہیں کر سکتیں انجن چلنے والی چیز ہے مگر جب مُردہ گاڑیاں چلنے والے انجن سے ملجاتی ہیں ہم صحبت ہو جاتی ہیں تب وہ نہایت تیز چلنے والی ہو جاتی ہیں ۔

کنجد یعنی تل اپنی ذات میں کوئی خوشبودار چیز نہیں ہے مگر جبکہ ایک عرصہ تک چنبیلی کے پھولوں کے ساتھ بسائے جاتے ہیں تب ان کا تیل ان کی کھلی سب چیزیں خوشبودار قیمت والی ہو جاتی ہیں ۔ اچھوں سے اتصال کا نتیجہ ہمیشہ وصال اور کامیابی ہے ۔

جب پانی گلاب کے پھول کی صحبت سے عرق گلاب بنا۔ بدبودار پیاز گھی کی صحبت سے خوشبودار ہوئی۔ کسیلے نکمے بدذائقہ پھل شیریں درخت سے پیوند ہو کر اور ذائقہ دار ہوئے۔ کالے سفید تل چنبیلی کے فیضِ صحبت سے معنبر اور خوشبودار ہوئے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان جو تمام مخلوقات میں فطرۃً نہایت قابل اور بڑی استعداد والا ہے وہ کسی کامل شیخ کی صحبت سے اعلیٰ درجہ کا خوشبودار نہو پائے جب مُردہ بے جان گاڑیاں ایک انجن سے واسطہ کرنے کے

سبب بہت جلد منزلِ مقصود تک پہنچ جاتی ہیں تو انسان شیخ کامل کے ساتھ واسطہ و
اتصال پیدا کر کے منزلِ مقصود تک کیوں نہ پہونچیگا۔
حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پیئے نیکاں گرفت مردم شد

یعنی اصحابِ کہف کا کتا چند روز نیکوں کے ساتھ رہا۔ خدا نے اسکو انسان
بنا دیا۔

جب اصحابِ کہف کی صحبت سے کتا خداوند کریم کا مقرب ہو سکتا ہے
تو خاصانِ حق (اہل اللہ) کی صحبت سے طالبِ حق کو قربِ خداوندی حاصل
ہونے میں کیا شک ہے۔ بیشک اہل اللہ کی صحبت قرب خداوندی کا اعلیٰ و
ارفع ذریعہ ہے۔ طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ اس کے مقرب بندوں میں کسی
کو اپنا وسیلہ بنائے اور اس کے حکم کے مطابق خدا کے مقرب ہونے میں
ہمہ تن کوشش کرے۔

اگر بغیر وسیلہ قرآن و حدیث کے مطابق اپنے شوق و ذوق سے خدائے
تعالیٰ کے مقرب ہونے میں جدّ و جہد کرے تو اسے قرب کا بہت سا حصہ مل
جاتا ہے لیکن کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور جو جو انوار د عالمِ غیب کی چیزیں
منکشف ہوتی ہیں وہ اس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اسی لئے حضرت بابا
فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چھتیس ۳۶ سال اکمل ریاضت کرنے
کے بعد بھی حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔

اور ان کو اپنا وسیلہ اور رہبر بنا کر واصل الی الحق ہوئے۔

اہل اللہ کی صحبت مثلِ بارانِ رحمت ہے جس طرح بارش سے زمین پر رنگ برنگ کے ساگ، سبزی، پھل اور پھول اُگتے ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت سے دل میں رنگ برنگ کی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اثبات بیعت

بیعت نام ہے اس کا کہ شریعت کی کسی بات کے لئے عہد لیا جائے کہ وہ اس امر کی اللہ کے حکم سے انجام دیں گے یا کسی خاص دینی مسئلہ کا کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر ایسا کیا ہے۔ چنانچہ حدیبیہ کی لڑائی کے وقت جنابِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا کہ اگر دشمنوں سے مقابلے کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں۔ بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اور موت آجائے تو اس کو اختیار کریں گے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ فتح میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پس اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور اسوقت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا اور انکو فتح قریب عطا فرمائی۔

اسی طرح سورۂ ممتحنہ میں اللہ رب العزّت نے عورتوں سے بیعت لینے کے متعلق ذکر کیا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ۔ الآیۃ۔ اے نبی جب عورتیں آپ کے پاس آئیں اور عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی، اور زنا نہ کریں گی اور اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی۔

زمانۂ جاہلیت میں یہ عادت تھی کہ اپنے بچوں کو مرد عورت (ماں باپ) فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل کر ڈالتے تھے۔ فرمایا گیا ہے۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔ (یعنی فاقہ کے خوف سے اپنے بچوں کو مت مار ڈالو)

اسی طرح اور برائیوں میں لوگ مبتلا تھے۔ عہد لیا گیا کہ ان سب سے علیحدہ ہو کر جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں گی۔ ان آیتوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ ان عورتوں سے بیعت لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے۔

پس معلوم ہوا کہ بیعت اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوئی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان بارہ صحابہ کرام میں سے ہیں جو بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کا داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ جنگِ بدر میں شریک تھے جن کی مغفرت کا دنیا ہی میں اعلان ہو چکا تھا۔

یہی حضرت عبادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت آپ کے گرد حاضر تھی۔ آپ نے صحابۂ کرام کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (یہ حدیث بخاری شریف کتاب الایمان میں ہے) ترجمہ اس کا یہ ہے:۔ "مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کا کسی کو شریک نہیں گردانو گے، چوری اور زنا کا ارتکاب نہ کرو گے اور اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہ کرو گے اور بہتان نہ باندھو گے، اور کسی بھی اچھے کام میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرو گے پس جو شخص اس عہد کو پورا کرے اس کا ثواب اللہ کے نزدیک اپنے ذمہ ہے اور جو شخص ان میں سے کسی جرم کا مرتکب ہو جائے پس اگر دنیا

میں اس کو سزا مل گئی تو وہ کفارہ ہو سکتی ہے اور اگر دنیا میں اللہ نے اس کی پردہ پوشی کرلی تو پھر اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے معاف کرے اور چاہے سزا دے۔ (راوی کہتے ہیں کہ) آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد ختم کر چکے تو ہم نے آپ سے ان باتوں پر بیعت کی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مختلف لوگوں سے مختلف چیزوں پر بیعت لی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بیعت لی اس بات پر کہ ہم ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اس سے بچیں گے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ میں کس چیز پر بیعت کی تھی تو کہا موت پر، یعنی اس پر کہ مر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں۔ کبھی بعض خاص باتوں پر بیعت کی، کبھی پوری شریعت پر، کسی سے اس پر بیعت کی کہ کسی سے کوئی چیز مانگیں گے نہیں، اس کا اثر یہ تھا کہ صحابہ کرام میں کسی کا کوڑا گر جاتا تھا، وہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو خود ہی اتر کر اٹھاتے تھے۔ یعنی کسی کو اٹھانے کیلئے نہیں کہتے تھے۔ کہ کہیں یہ بھی سوال نہ ہو۔ مختلف جگہوں میں مختلف طریقہ سے قرآن و حدیث میں ذکر آیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بیعت کی، کبھی کچھ چیزوں کے لئے، کبھی پوری شریعت کے لئے۔

بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قرآن و احادیث میں بہت سے واقعات

ذکر کیے گئے ہیں جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔

آقائے نامدار جناب محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے سے یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جسکو مشائخ کرام نے یوں ہی اپنی طرف سے گڑھ لیا ہو۔ تمام مشائخ کا سلسلہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے واسطے سے۔ اور باقی سلاسل حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے ذریعہ سے سرور کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں تو پھر یہ طریقہ بیعت کیسے بدعت ہوگیا! ہاں یہ کہہ لو کہ لفظ پیری و مریدی، نیا لغت ہے مگر الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں۔ رابطۂ معنوی اور اضافہ معنوی بحالِ خود رہے گا۔ اور یہ کہنا کہ اس مخصوص طریقے پر مرید کرنا بدعت ہے۔ تمام سلسلے میں تعلیم و تعلّم اور ذکر ہے۔ ذکر خود ماموراتِ شرعیہ سے ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ کوئی کہہ دے کہ بخاری مسلم پڑھنا اور شرح وقایہ ہدایہ کا درس دینا بدعت ہے۔

بیعت کے فوائد

بہت سے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ بیعت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے یہ شبہ بالکل غلط ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت لی اور قرآن وحدیث میں اس کا ذکر موجود ہے جیسا کہ آپ نے پیچھے پڑھ چکے ہیں۔

حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی برگزیدہ بندے کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اس کی قبولیت کی وجہ سے خدا کی رحمت اس کی کفالت کرتی ہے۔ اور اس کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک طریقہ سے اس کی عصمت کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اگر اس کا مرشد بڑی عزت والا ہے تو اسکو مطلع کیا جاتا ہے کہ تیرا فلاں مرید فلاں خرابی میں مبتلا ہو رہا ہے اسکو نکالا جائے تو مرشد اسکو مناسب تدبیر سے اس خرابی سے نکالتا ہے کبھی خود خداوند قدوس اس مرید کو خرابی سے بچاتا ہے کبھی فرشتہ کو حکم دیا جاتا ہے یا اور کسی ذریعہ

سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مثلاً مرشد کی صورت میں آکر فرشتہ اسے بچاتا ہے
جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ زلیخا کے ساتھ مشہور ہے کہ اس
نے سات کوٹھریوں میں بند کر کے وصال چاہا اور ان پر جبر کیا۔ حضرت یوسف
علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ میں اپنے مالک کی نافرمانی کروں اس کی بیوی
پر ہاتھ ڈالوں جس نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں میں ظالم نہیں ہوسکتا
اس نے بہت مجبور کیا، پھسلایا اور پیچھا کیا اور قریب تھا کہ برائی میں
مبتلا ہو جائیں چنانچہ فرمایا گیا ہے :-

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ
رَبِّهٖ۔ سورۂ یوسف رکوع ۳ (اور اس عورت (زلیخا) نے تو اس پر
ارادۂ بد کر لیا تھا اور وہ بھی (یوسف علیہ السلام) کر ہی چکا تھا
اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ تو اللہ تعالےٰ نے حفاظت کے
واسطے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مقرر کیا۔

وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں آئے وہ سامنے کھڑے ہو کر
انگلی منہ میں دبائے ہوئے تھے اور اشارے سے کہہ رہے تھے کہ خبردار اسمیں
مبتلا نہ ہونا حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی، اور
اللہ رب العزت نے ان کو اس جال سے بچا لیا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا اگر
گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے کسی روحانی ذریعہ سے اس کی
حفاظت کی جاتی ہے۔ بیعت کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔ قرآن شریف میں

ہے: كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ سورۂ توبہ رکوع ۱۵ ۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی کسی جماعت یا پارٹی میں داخل ہوتا ہے تو اس پارٹی کے تمام بڑوں سے اس کے تعلقات ہوجاتے ہیں۔ اور وہ بڑے لوگ اس کا خیال رکھتے ہیں۔

تو آخرت والے جو خداوند قدوس کے نیک اور سچے بندے ہیں، تو ان میں یہ بات کیونکر نہ ہوگی۔ ان میں تعلقات کی بات بہت اونچی ہوتی ہے اگر آپ اللہ کے کسی مقبول بندے کے ہاتھ پر بیعت ہوجائے تو جماعت کے بزرگوں، بڑوں سے خواہ دنیا میں ہوں یا آخرت میں سب سے تعلق ہوجاتا ہے۔ اور وہ لوگ دعا کرتے ہیں۔ اپنی ہمت سے خبرگیری کرتے ہیں

واضح رہے کہ ارادت بڑی دولت ہے اور تمام نیک بختوں کا بیج ہے۔ ارادت کوئی انسانی صفت نہیں بلکہ مریدی حق کی صفت کے انوار کا پرتو ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس نے ہمیں چاہا اس نے اللہ تعالےٰ کو چاہا۔ مرید ذاتِ حق کی صفات سے ہے جب تک اللہ تعالےٰ اس صفت سے بندے کی روح پر تجلی نہیں کرتا اس وقت تک بندے کے دل پر ارادت کے نور کا عکس نہیں پڑتا اور مرید نہیں ہوتا۔

اور جب سعادت کا بیج عنایتِ الٰہی سے دل کی زمین پر پڑتا ہے تو چاہیئے کہ اس غیبی مہمان کو ضائع نہ چھوڑ دیا جائے کہ اس نور کی ابتدا آگ کی چنگاری کی طرح ہوتی ہے جو دہکتی ہے۔ اگر اس پر گندھک ڈال کر سوکھی لکڑیوں سے اس کی مدد نہ کی جائے تو بجھ جاتی ہے اور ٹھنڈی پڑجاتی ہے پس اس

آگ کی صفت والے نوز کو کسی صاحب تصرف کامل شیخ کی گندھک کے سپرد کرے، تاکہ وہ صفات بشریت کے پر و بال کو اس آگ پر رکھے جس سے اس آگ میں قوت آجائے بعد ازاں جب بھڑک اٹھے گی تو نہ سوکھی چھوڑے گی نہ گیلی اور اصل مقصود جلدی حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی چاہے کہ اپنی پرورش اپنی علمی اور عقلی نظر سے کرے تو یہ ہرگز مراد کو نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ یہ علم استاد ظاہری سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس میں خطرہ ہے کہ ہلاکت کی بھنور اور پھسلاوٹ کی وادی میں نہ جا پڑے اور ایمان میں زوال نہ آجائے اور اپنے تئیں اپنے تصرف کو ہاتھوں ہلاکت کی وادی میں نہ ڈالے۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ سورہ بقر رکوع ۲۴۔ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو)

اُسے چاہیئے کہ اطباء اور صاحب تجربہ لوگوں کی خدمت میں جا کر ان کے تصرف کو تسلیم کرے اور جو معجون یا شربت خواہ میٹھا ہو یا کڑوا جو کچھ دے کھا پی جائے۔ جب ارادت کا بیج دل کی زمین میں پڑ جائے تو اسے بڑا غنیمت سمجھ کر اس غیبی مہمان کو پیار کرے اور اسے اس کے مطابق مناسب غذا دے اور اسکی غذا حقیقت میں مشائخ کرام کے پستان ولایت کے سوا اور کہیں نہیں۔

بیعت کون کر سکتا ہے؟

بیعت کرنے کا ہر شخص کو حق نہیں۔ بیعت کرنے کا حق اسی کو ہے جو فسق
و فجور سے بچتا رہا ہو اور اخلاقِ ذمیمہ حرص، ہوا، طمع، بخل، حرام، غیبت
حسد، کذب، ریا، کینہ، غضب، شہوت وغیرہ اپنے اندر سے دور کر کے
صفاتِ حمیدہ صبر، شکر، توکل، رِضا تسلیم وغیرہ اپنے اندر پیدا کئے ہوئے
ہوں، ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا وغیرہ سب
سنت کے مطابق ہوں اور بدعت سے اجتناب کرنے والے ہوں اور شریعت
کے مطابق سُنّی عقیدے کے پابند اور عقلمند ہوں۔ اور پیر کامل کی صحبت
میں رہ کر خود کی باطنی اصلاح کی ہو اور ان سے باطنی فیض حاصل کئے ہوں۔
ورسلوک اتم ہونے کے بعد پیر کی طرف سے بیعت کرنے کی اجازت یعنی خلافت
ملا ہو۔ اور ان کی محفل میں دنیوی چرچے کے بجائے کثرت سے اللہ کا ذکر اذ

خدا و رسول کے احکام بیان ہوتے ہوں اور ان کے بیانات میں خلاف شرع لغو اور فاحشہ کلام نہ ہوں اور ان کا اکثر وقت ذکر فکر مراقبہ اور کثرتِ بندگی میں گزرتا ہو اور اپنے مریدوں کو خدا کے مقرب بنانے کے لئے شوق و ذوق کے ساتھ تعلیم و تربیت کرنے والے ہوں۔

طریقۂ بیعت

پیر و شیخ کو چاہیئے جس وقت بیعت کرنے لگے اپنے سامنے مُرید کو باادب بٹھائے اور اپنے ہاتھ مُرید کے ہاتھ پر رکھ دے پھر یہ خطبۂ ذیل پڑھنا شروع کرے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ
وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ
فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا
عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اور ہر مرید سے یہ کہلانا چاہیے کہ میں تمام ان دنیوی امور سے جو شرک و کفر کے حامل ہیں اظہارِ بیزاری کرتا ہوں اور اللہ اور اس کے سچے رسول آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔ اور دین اسلام کو اپنا دستور العمل بناتا ہوں اور اپنے تمام گناہوں پر اظہارِ شرمندگی کرتا ہوں۔ اور اس سے پرہیز کا عہد کرتا ہوں۔ اور محض خدا کی رضامندی کے لئے دنیا اور اس کے لذات کو ترک کرتا ہوں۔

پھر کہے کہ ہم محض اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور حضور مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے فلاں پیر کے ہاتھ فلاں سلسلے میں بیعت کی اور

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ
الْمَوْتِ ۝ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ
اِلَيْهِ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ

لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ؕ
رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

پڑھا کر دعا کرے۔ بارِ الٰہا اس سلسلے کے مقدّس حضرات سے مجھ کو برکت اور فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کے دن مجھ کو انھیں حضرات کے ساتھ اُٹھا۔

اس کے بعد شیخ کو چاہیئے کہ مُرید کو محبت و شفقت اور خلوص کے ساتھ روحانی پرورش کرے اور اخلاص کے ساتھ تصوف و سلوک کی تعلیم و تربیت کرے اور روحانی پرورش میں کسی طرح کمی نہ کرے۔ اور اسکو سلوک کے قوانین کے خلاف فضول وظائف میں گرفتار نہ رکھے۔ بقدر ضرورت اوراد و وظائف کی تعلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس کی استعداد کے مطابق سلوک کی بناء پر سبق دیتا رہے۔ رفتہ رفتہ اس کی ترقی اور استعداد کے مطابق سبق آگے بڑھاتا رہے۔

جب وہ مشاہدۂ انوار کے مقامات میں پہنچے تو اس پر پر زور ظاہری و باطنی توجہ رکھے تاکہ وہ مشاہدۂ انوار کے چوں بیچوں پر پست ہمت نہ ہوجائے اور یہ اسرار و رموز اس کی فہم سے بالاتر ہونے کے سبب کہیں کفر نہ کر بیٹھے خصوصًا مقام ہمہ اوست میں مُرید پر صدق توجہ رکھنا نہایت ضروری ہے اور جب اس کے سامنے راز کی باتیں و سلوک کے اسباق اور مقامات کے اسرار بیان کرے تو چاہیئے کہ کھول کھول کر صاف طور پر اس کی عقل و فہم کے

مطابق سمجھائے۔ اسکی عقل و فہم سے باہر گفتگو نہ کرے۔ اسی طرح انوارِ الٰہی اور مقامات کے احوال اسکے سامنے اس طرح بیان نہ کرے جسے وہ سمجھ نہ سکے۔

جب مُرید کو مشاہدۂ انوارِ الٰہی میں وجدانی کیفیت طاری ہو، تو اُسے شیخ اپنی روحانی کشش سے خود میں جذب کرلے تاکہ وہ باہوش وحواس شریعتِ محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ثابت قدم رہ سکے۔

ہمیشہ استقامت واستقلال کے ساتھ بندگی و اطاعتِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے کا حکم کرے اور اسے اخلاقِ رذیلہ سے پاکیزہ و اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے۔

عورتوں سے بیعت لینے کی صورت

طبیبِ روحانی سید الاولین والآخرین جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مردوں کی بیعت ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کرتے تھے اور اگر مجمع بڑا ہوتا تو کپڑا عمامہ پکڑا کر بیعت لیتے تھے۔ مگر عورتوں کی بیعت کبھی ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کہ واللہ ما مست ید ہ ید امرأۃ قط فی المبایعۃ ما یبایعھن خدا کی قسم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوا

بیعت کے وقت پردہ کر کے باہر سے بیعت کرتے تھے ، زبان سے یا کپڑے سے ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر متقی پرہیزگار دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو کسی اجنبی عورت کو سامنے نہ کرتے تھے ۔ اور نہ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر بیعت کرتے تھے ۔ مگر

آج یہ گمراہ اور شیطان پیر کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے آؤ ، تم پردہ اٹھاؤ ہم تم کو محشر میں کیسے پہچانیں گے جب تک تمہارا چہرہ نہ دیکھیں گے ۔ تم تو ہماری بیٹیاں ہو ۔ تم تو پوتیاں اور نواسیاں ہو ۔ یہ تمام شیطانی کارروائیاں ہیں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب کے آقا ہیں ۔ سب عورتیں آپ کی بیٹیاں تھیں اور آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق فرمایا گیا ہے ۔

ازواجہ امھاتھم ۔ سورۂ احزاب رکوع ۱ ۔ یعنی حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں کل مومنین کی مائیں ہیں ۔

تو ہم آپ کی اولاد کے درجے میں ہوئے ۔ مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بے پردہ سامنے نہیں آتے ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملاتے لیکن آج ایسے غلط کار لوگ ، خواہش پرست پیر (پیدا ہو گئے ہیں) جو پردہ ہٹواتے ہیں ۔ بدن دبواتے ہیں اور تنہائی میں جمع ہوتے ہیں ۔ یہ سب غلط ، ناجائز اور حرام ہے جو یہ کرتے ہیں ۔ وہ بزرگ نہیں ہے ۔ پیر نہیں ہے بلکہ مکار گمراہ شیطان ہے ۔

بیعت ہونے سے پہلے پیر مرشد کا انتخاب سوچ سمجھ کر کھرا کھوٹا دیکھ کر کرنا چاہیئے!

آپ کو سوچنا اور سمجھنا چاہیئے کہ جب آپ کا کچہری میں مقدمہ ہوتا ہے تو ہر وکیل کو وکیل نہیں بناتے اور جب کبھی آپ بیمار ہوتے ہیں تو ہر ڈاکٹر کو معالج نہیں بناتے اور نہ ہر حکیم صاحب کے پاس جاتے ہیں بلکہ سوچتے اور سمجھتے ہو کہ اچھے سے اچھا وکیل، اچھے سے اچھا ڈاکٹر حکیم حاصل کریں۔

جب دنیاوی کاموں میں یہ معاملہ ہوتا ہے تو اللہ کی رضا اور آخرت کے واسطے اور اس خاکی پتلے کو اوج اور کمال پر پہنچانے کے واسطے جو ملا اس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کرنا چاہیئے؟ اچھا ہو یا بُرا نمازی ہو یا بے نمازی، عورتوں کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ملا کر بے پردگی کے ساتھ بیعت کرتا ہو، ہر ایک بیعت کیلئے کیسے ہو سکتا ہے۔

جس طرح پیر کامل کی صحبت سے بیحد فائدہ ہے اسی طرح گمراہ اور ناقص پیر کی صحبت از حد نقصان دہ ہے۔ پیر کامل کا دربار فیض و برکت اور انوارِ الٰہی سے مشرف ہونے اور نورِ معرفت حاصل کرنے کا مقام ہے اور پیر ناقص کا دربار بے بہا ظلمت اور گمراہی کا صحرا ہے پیر کامل کا دل محبتِ خداوندِ قدوس کا نشہ خانہ و دوکان ہے، پیر ناقص کا دل دھوکہ، مکر و فریب، جعل اور گمراہی و ظلمات کا مکان ہے۔

پیر کامل کی خدمت سے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور پیر ناقص کی خدمت سے فیضِ رحمانی و نعمت سبحانی سے

محروم رہتا ہے۔ گویا کہ ان کے دامن میں نقصان اور بربادی کے سوا امان کی قطعی بو باس بھی نہیں۔ چنانچہ حضرت عارف باللہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس کآدم روئے ہست ⁂ پس بہر دستے نباید داد دست
ہر کہ او از کشفِ خود گوید سخن ⁂ کشف او را کفش کن بر سر بزن
ما برائے استقامت آمدیم ⁂ نے پئے کشف و کرامت آمدیم

یعنی بہت سے آدمی شیطان کی صورت میں ہیں۔ پس ہر ایک کے ہاتھ میں بلاتحقیق ہاتھ دینا نہیں چاہیئے۔ (پیر ناقص) جو کچھ وہ اپنے کشف سے بات کہے تو اس کے کشف کی جوتی اس کے منہ پر مار دے۔ ہم شریعت کے احکام پر مضبوط رہنے کو آئے ہیں نہ کہ کشف و کرامت کیواسطے آئے ہیں۔

جو پیر دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں اور پیری و مریدی کو اپنے لئے پیشہ و کھیتی سمجھتے ہیں اور یادِ حق سے غافل اور دنیا کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ واقعی گمراہ اور کمترین بیہودہ انسان ہیں۔ گویا وہ مانند شیطان کے ہیں۔ اسکا دامن پکڑنا شیطان کے دامن پکڑنے کے برابر ہے ایسے ناقص کے ہاتھ پر بیعت نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس کی صحبت سے نقصان کے علاوہ فائدہ حاصل ہونا محال ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

دستِ ناقص دستِ شیطانست و دیو ⁂ زانکہ دامِ تکلیف است ریو

یعنی ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے کیونکہ اس میں سراسر مکاری اور تکلیف ہے۔ ان کی صحبت میں بیٹھنا نہیں چاہیئے اگرچہ وہ غائب کا حال ہی بتا دے

یا دِلوں کی بات ظاہر کر دے، یا دِل میں کسی طرح کے اثرات ڈال دے یا اُسے غائب ہو جانے کا یا شیر و چڑیا بننے کا علم معلوم ہو۔

بلکہ ہوا پر اُڑنے والا ہی کیوں نہ ہو ایسی ایسی باتوں سے اس کو کامل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ سب صفات شیطان لعین اور برہمنانِ ہند اور جوگیان و فلاسفرانِ یونان میں بھی موجود رہتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کا نام ولایت ہوتا تو شیطان لعین کو کافر نہیں کہا جاتا۔

بس معلوم ہوا کہ مذکورہ عجائبات کا نام ولایت و کمالات اور کرامات نہیں۔ اُسے شریعت محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) میں استدراج کہتے ہیں وہ سب شریعت میں قابلِ قبول نہیں جب کہ وہ احکام خداوندی کے مطابق نہ ہو اور وہ شخص اطاعتِ رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کا پابند نہ ہو اطاعتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو محروم ہے اُسے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ؛ کہ ہرگز نہ منزل نخواہد رسید

یعنی جس کسی نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزلِ مقصود کو نہیں پہنچے گا۔

اس زمانے میں بعض پیر اپنی طمع نفسانی اور کسرِ شان کی وجہ سے اپنے مُریدوں کو طریقت کا غلط مسئلہ بتلاتے ہیں۔ تم اب ہمارے سوا کسی اور بزرگ کی طرف رجوع نہ کرنا تمہارا فرض ہے۔ تم اب ہمارے جھنڈے کے نیچے آ چکے اسلئے اب دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے، اگر ہوئے تو ہم تمہارا نام مُریدوں کے دفتر سے کاٹ دیں گے اور تمہاری شفاعت نہ کریں گے۔ غرضکہ اس قسم کی بہت سی لغو باتیں جاہلوں کو اور ناسمجھ مُریدوں کو سمجھاتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ محض ان خود غرض اور حریص پیروں کی شرارتِ نفس اور ناواقف مُریدوں کو دھوکہ دینا ہے۔

اکثر اکابرِ شریعت اور مشائخ طریقت نے کسی نے چار کسی نے تین کسی نے دو کسی نے ایک ہی پر قناعت کی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وحضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مرزا مظہر جانجاناں اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اکابردین نے کئی کئی پیروں سے بیعت کی ہے لیکن ایسا کب کیا ہے؟ جبکہ پہلے پیر کا انتقال ہوگیا، یا ایک پیر سے سلسلہ کا سلوک تکمیل کے بعد ختم ہو جائے یا پیر سے ہمیشہ کے لئے دوری ہو جائے، یا پیر نے جو کچھ ذکروفکر مراقبہ بتلایا تھا اس پر موافق ارشاد پیر کے دوتین سال شب وروز مخاطب رہا۔ مگر پھر بھی فائدہ، قرب حق میں کم پایا یا نہ پایا۔ یا ان کے عقائد یا معاملہ کو خراب پایا۔ ان سب صورتوں میں دوسرے پیر سے بیعت کرسکتا ہے۔ بلکہ طالب حق کو ان حالات میں دوسرا پیر اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن جو شخص اس واسطے کسی بزرگ سے بیعت ہوا ہو کہ میں اس بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کرکے آئندہ گناہوں سے اجتناب کروں۔ یا اس بزرگ کی دنیا وآخرت میں میرا وسیلہ بنے۔ تو بیعت اول کو **بیعت توبہ** اور دوسری بیعت کو **بیعت توسل** کہتے ہیں ان دونوں قسم کی بیعت کرنے والوں کو کسی اور پیر سے بیعت ہونے کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم بیعت کسبِ سلوک واسطے قربِ حق اور تزکیہ اور تصفیہ نفس اسکے طالب کے واسطے اوپر لکھا جاچکا ہے کہ صورتہائے مذکورہ بالا میں دوسری جگہ بیعت کرے اور اسکو بیعت ہوکر قربِ حق حاصل کرنا چاہیئے۔ لیکن جس طالب حق کو اپنے شیخ سے باطنی فائدہ پہونچ رہا ہے اس کا بلاوجہ اِدھر اُدھر شیخ کی تلاش کرنا اور جگہ جگہ مُرید ہونا بلا لہوسی اور نہایت بُری بات ہے۔ ایسے آدمی کو ہرجائی کہا جاتا ہے جو نہایت مذموم اور قبیح ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ پیر کے زندہ ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص طلب حق کے واسطے کسی دوسرے پیر کے پاس جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مقصود قرب حق تعالےٰ ہے اور پیر اس کے لئے وسیلہ ہے۔ اگر کوئی طالبِ خدا اپنی ہدایت کا راستہ دوسرے پیر کے پاس دیکھے اور اپنے دِلکو اسکی صحبت و محبّت میں یکسو پائے تو جائز ہے کہ پیر کی حیات میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے پیر کے پاس جاکر ہدایت حاصل کرے۔ مگر پہلے پیر اول کا منکر نہو اور اسے عزت و احترام کے ساتھ یاد رکھے۔

اس زمانے میں عام طور پر پیری مُریدی ایک رسم اور عادت بنگئی ہے اور اکثر پیروں کو اپنے احوال تک کی خبر نہیں ہوتی بلکہ وہ ایمان و کفر میں تمیز بھی نہیں کرسکتے۔

کسی شاعر نے حسب موقع کہا ہے ؎

اگر از خویشتن چو نیست چنیں ٭ چہ خبر دارد از چناں و چنیں

یعنی جب تو اپنے حال سے ہی آگاہ نہیں ہے۔ تو دوسروں کے حالات سے کیا واقف ہوگا؛

جو مرید اس طرح کے پیر پر اعتقاد کرکے بیٹھ جائے اور دوسرے پیر کے پاس جاکر وصول الی اللہ کی صحیح راہ تلاش نہ کرے، اس پر افسوس صد افسوس ہے۔ اس قسم کے شیطانی خطرات ناقص پیر کی وجہ سے طالبِ حق کو حقتعالیٰ سے جدا کرتے ہیں اس لئے طالبِ حق کو چاہیئے کہ جس جگہ کھلی ہوئی ہدایت

پائے. بلا توقف اس کی طرف رجوع کرے اور وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے.

امام الطریقت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ نے اس بات کا فتویٰ

حاصل کرلیا ہے کہ مرید اگر ایک پیر سے خرقۂ ارادت لے، دوسرے سے تعلیم حاصل کرے

اور تیسرے کی صحبت میں استفادہ کرے تو یہ جائز ہے، ہاں اگر یہ تینوں نعمتیں

ایک ہی جگہ مل جائیں تو بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے

پیر کی طرح کامل پیر رکھتا ہو اس کو دوسرے پیر کے پاس نہیں جانا چاہیئے مگر

ناقص پیر سے ضرور علیحدہ ہو کر دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے

حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

با ہر کہ نشینی و نہ شد جمع دلت

وز تو نہ رمید صحبت آب و گلت

جس کسی کے ساتھ تو بیٹھے اور تجھے اطمینان نہ ہو. اور تیرے دل سے دنیا کی

محبت دور نہ ہو

زنہار ز صحبتش گریزاں می باش

ورنہ نہ کند روح عزیزان بحلت

یعنی قطعاً ایسے لوگوں کی صحبت سے بھاگ، ورنہ روح نیک بندوں اور

خاصانِ حق کی تجھ سے خوش نہ ہو گی۔

بَابْ دُوُم

طریقۂ نقشبندیہ کی افضلیت مناسبت و القابْ

تصوّف یا فقر و درویشی میں بھی بہت امام ہوئے ہیں۔ جس طرح علم فقہ میں متعدد ائمہ ہوئے اور ہر امام کے مقلد اپنی جماعت کو اپنے امام کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ بالکل اسی طرح فقر و درویشی میں بھی ہر امام کے متبعین اسی نسبت سے امتیاز رکھتے ہیں جیسے نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی وغیرہم۔ اور جس طرح فقہ میں ایک امام کے مقلد دوسرے امام کا انکار نہیں کرتے[م] بالکل یہی حال فقر و درویشی میں بھی ہے۔ باہم ایک دوسرے کا انکار نہیں کرتے اور باوجود جزوی اختلاف کے باہم کسی قسم کا نزاع نہیں رکھتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ سب طریقہ موصل الی اللہ ہیں۔

لیکن طریقۂ نقشبندیہ وصول الی اللہ کے واسطے سب طریقوں سے بہتر ہے کیونکہ اس طریقۂ عالیہ کا مدار سنّت کی تابعداری اور بدعت سے اجتناب

م اور مختلف ائمہ کے مقلدین میں باہم نزاع نہیں ہوا۔

کرنے پر ہے اور اس کے اوراد و اذکار بھی مطابق سُنت ہیں۔ اسی واسطے صوفیائے کرام کے دیگر تعمیر شدہ طریقوں میں یہ طریقۂ عالیہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضیلت میں تمام مخلوقات سے افضل و اکمل ہیں جو شخص ظاہر و باطن و صفات جبلّی و کسبی میں اور عبادات و عادات میں حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے جس قدر مشابہت پیدا کرے گا وہ اسی قدر کمالات سے مالا مال ہوگا۔ اور جو شخص مندرجہ بالا باتوں سے جس قدر قاصر ہوگا وہ اسی قدر کمالات میں کمتر رہے گا۔

حضرات نقشبندیہ نے جو کمال اتّباعِ سنت اختیار کیا ہے اسی کے سبب سے وہ دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ اور کمال متابعت و مشابہت ان کی فضیلت کی دلیل ہے وہ اپنی عزیمت سے حتی المقدور غافل نہیں رہتے اور اپنے وقت کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ احوال مواجیہ کو احکامِ شریعت کے تابع رکھتے ہیں اور حقائق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم سمجھ کر جوہر نفیسہ شرعیہ کے عوض میں وجد و حال کو رائج نہیں کرتے۔

نہ اس میں چلہ کشی ہے، نہ ذکر بالجہر، نہ سماع بالمزامیر ہے نہ قبور پرستی، نہ غلاف نہ چادر اندازی، نہ ہجومِ عورت نہ سجدہ تعظیمی اور نہ سر کا جھکانا، نہ بوسہ دینا نہ مریدوں کو پیروں کی قدم بوسی کی اجازت ہے اور نہ مرید عورتوں کی ان کے پیروں سے بے پردگی۔ بس اس طریقے میں سراپا اتباعِ سنتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور نفس کو ماسوا ذات باری کے محو کرنا ہے۔ مطابق فرمان خداوند کریم:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ سورہ نور رکوع ۵ (وہ مرد کو غافل نہیں کرتی ان کو سوداگری اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے ۔)

نقشبندیہ اُسی صفت کے مستحق ہیں جو اس میں مذکور ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں ۔ کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہتے ۔

جب حضرت خواجہ خواجگان امام بہار الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ علم طریقت میں مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے اور زمانہ آپؒ کے ارشاد کا آیا اور آپؒ کے مرشد حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کو اجازتِ طریقت عنایت فرمائی آپؒ کو اللہ تعالےٰ نے روزِ ازل سے مخلوق کے لئے آسانیاں پیدا کرنے والا پیدا فرمایا تھا ۔

جب آپؒ نے طرقِ صوفیہ میں طلبۂ حق کو دیکھا اور سنا کہ کسی نے سالہا سال سونا چھوڑ دیا تو کسی نے رات کو جاگنا اور دن میں روزہ رکھنا اختیار کیا ۔ کسی نے روزانہ ختم کلام اللہ کا معمول بنایا تو کسی نے روزانہ دو سو رکعتیں پڑھنے کو اپنے لئے لازم کرلیا ۔ کسی نے صرف ایک کمبل سے بارہ بارہ سال گزار دیئے تو کسی نے تمام عمر کے لئے آسمان کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا ۔ کسی نے پیر پھیلانا بند کردیا ۔

بعض لوگ بوجہ ضعف پیروی یا بیماری سے اذکارِ صوفیہ ادا کرنے میں معذور ہوگئے اور اپنا اکثر وقت غفلت میں گزارنے لگے ۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ :

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ سورۃ النساء رکوع ۱۲

(اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے، لیٹے۔ ہر حال میں)

جب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی طرف غور کیا اور بہت سے لوگوں کو راہِ قرب میں دقت کے سبب سے غافل پایا تو نوشتۂ روزِ ازل نے سینۂ مبارک حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رح میں جوش پیدا کیا، اور آپ اللہ کی درگاہ میں سربسجدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ الٰہی اس زمانے کے لوگ ضعیف کمزور ہیں۔ اب ان میں ہمت وقوت سخت ریاضت و مجاہدہ کی نہ رہی ہے، زمانہ خیر و برکت و نبوت کا ان سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے خدائے کریم تو اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما، جس سے آسانی کے ساتھ جلد از جلد تر اقرب و معرفت حاصل ہو سکے۔ پندرہ روز تک آپ سجدہ میں گریہ و زاری کرتے رہے، صرف نماز جماعت اور حوائج ضروری کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔

پندرہویں روز دریائے رحمتِ الٰہی جوش زن ہو کر الہام ہوا کہ اے محمد بہاء الدین ہم تم کو وہ طریق عنایت کرتے ہیں کہ جو ہمارے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں تھا، یعنی وقوفِ قلبی اور اتباعِ سنت نبوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس حضرت خواجہ بہاء الدین رح نے شکر خداوندی بجا لا کر سر سجادہ سے اٹھا کر لوگوں میں یہ طریقہ رائج کیا۔ اس طریقۂ عالیہ میں سلوک جذبہ سے شروع ہو کر قرب میں ختم ہو جاتا ہے اور دوسرے طریقوں میں سلوک جذبہ پہ ختم

ہو جاتا ہے۔

اسی واسطے امام الطریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ فرماتے ہیں کہ مامرادانیم، مافضلیانیم یعنی ہم مطلوبوں میں سے ہیں، ہم فضل والوں میں سے ہیں۔ لوگ آپؒ سے دریافت کرتے تھے۔ کہ آپ کے جدید طریقے میں کیا فائدہ ہے۔ تو جواب میں فرماتے تھے کہ تمام طریقے مبارک اور نورٌ علیٰ نور ہیں لیکن خدائے پاک نے جو طریقہ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں وصول الی اللہ کے واسطے بہت سی سہولتیں ہیں۔ اور اس طریقے میں بہت جلد قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ کے افضل واقرب الطرق ہونے کے بہت سے وجوہ ہیں۔ یہاں پر مختصراً بیان کرتا ہوں۔ جن کو مفصلاً دیکھنا ہوں وہ مکتوبات امام ربانیؒ مطالعہ فرمائیں۔

طلبۂ حق دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مراد، دوسرے مُرید، مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدا خود اپنی طرف کھینچے اور مُرید وہ لوگ ہیں جو خود محنت و کوشش کر کے خدا کی طرف چلیں۔ غرضکہ جس قدر عبادات زبانی و جسمانی اور مالی ہیں یہ سب سلوک میں داخل ہیں۔ اور ذکر قلبی اور فکر قلبی میں جذب ربانی ہیں۔ جذب اور سلوک میں بہت بڑا فرق ہے ایک کو خود خدا اپنی طرف کھینچے اور ایک اپنی کوشش سے خدا کی طرف جائے، مثال اس کی ایسی ہے کہ ایک شخص پیدل سفر کرے، اور ایک شخص کو ریل، یا جہاز یا موٹر یا کوئی سواری خود لے جائے، جس طرح اس میں آسانی اور جلدی ہے اسی طرح ذکر و فکر قلبی میں آسانی ہے۔ علاوہ اسکے حدیث شریف میں آیا

ہے کہ جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صالح ہے تو تمام جسم صالح ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو تمام جسم فاسد ہے، وہ کیا ہے؟ دل ہے! جب دل میں ذکر و فکرِ خدا ہوگا اور اس کی اصلاح ہو گی تو تمام جسم آپ ہی آپ درست ہو جائے گا۔ ذکر قلبی ریا وغیرہ خرابی سے پاک رہتا ہے نہ کوئی واقف ہوتا ہے اور نہ کوئی تعریف کرتا ہے کہ یہ بہت بڑے ذاکر اور ولی آدمی ہیں۔ بس خدا جانے اور بندہ جانے، رہبرانِ طریقۂ نقشبندیہ اپنے طلبہ کو کعبۂ مقصود کی طرف نہایت پوشیدہ طور پر لیجاتے ہیں۔

اسی واسطے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارنند ٭ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذبہ صحبتِ شاں ٭ می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یعنی نقشبندیہ حضرات قافلہ کے عجب سالار ہیں کہ اپنے قافلہ یعنی متوسلین کو پوشیدہ طور پر حرم شریف میں لے جاتے ہیں۔ ان کی جذب کرنیوالی صحبت راہ چلنے والے سالک کے دل سے خلوت کا وسوسہ اور چلہ کی فکر کو لے جاتی ہے اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصور و عیب کا طعنہ دے۔ بخدا زبان سے اس شکایت کو ظاہر کروں گا تمام بہادرانِ جہاں، بزرگانِ دین اس

زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی مکر و فریب سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔ ایک دوسری جگہ مولیناؒ یہ فرماتے ہیں ؎

تو نقشِ نقشبنداں راچہ دانی ؛ تو شکلِ پیکرِ جاں راچہ دانی
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں ؛ تو خشکی قدرِ باراں راچہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست ؛ حقائق ہائے ایماں راچہ دانی

یعنی تو نقشِ نقشبند کو کیا جانے؟ تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے؟ سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے، تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے؟ ابھی تجھے کفر و ایمان کی ہی خبر نہیں ہے، (پھر بھلا) تو کمالاتِ ایمان کو کیا جانے؟

ذکر زبانی میں اکثر ریا پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ اس کو اچھا کہنے لگتے ہیں۔ اگر فضلِ خدا نہ ہو تو تمام کیا کرایا غارت ہو جاتا ہے اور ریا سے فعل کا پاک رہنا صِدّیقوں کا کام ہے۔

علاوہ ازیں فضیلتِ ذکرِ خفی کی قرآن و حدیث سے ثابت ہے:
اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً (سورۃ الاعراف رکوع ۷) (اپنے رب کو آہستہ دلوں میں پکارو)

ارشادِ ربّ العباد ہے۔ نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ ذکرِ خفی (یعنی ذکرِ قلبی) زبانی ذکر سے ستّر حصّہ افضل ہے۔ سخت بیماری کے وقت یا اخیر عمر ضعیفی میں طالبِ حق عذر ہیں ذکر کی نہیں لگا سکتا۔ اور موت کے وقت اکثر زبان بند ہو جاتی ہے۔ نیز مرنے کے وقت اکثر آدمی ناپاک رہتا ہے۔ ایسی حالت میں ذکرِ زبانی کیسے ہو سکتا ہے اور کھاتے پینے، سونے اور بات کرتے استنجیٰ وغیرہ

ان سب حالتوں میں ذکر ربانی کرنے سے مجبور ہے اور حکم الٰہی یہ ہے ۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ. سورۃ النساء ع۱۴

(اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے)

اور ارشاد ہے : وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ. سورۃ الحجر رکوع ۶

(اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین یعنی موت آجائے)

پر کیسے عامل ہو سکتا ہے ؟ اگر ہو سکتا ہے تو ذکر قلبی ہر حالت میں جاری رہ سکتا ہے

حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر قلبی سلامتی ایمان کا اچھا ذریعہ ہے اور نماز با اطمینان ہوتی ہے اور جو شخص ذکر لسانی (زبانی ذکر) کو ذکرِ خفی پر ترجیح دے وہ منکرِ قرآن و حدیث ہے۔ وقت جانکنی میں سخت پریشانی ، بیماری کی شدت ، دنیا کے چھوٹنے کا غم ، عزیز و اقارب سے فراق ، قبر کی اندھیری اور تنگی اور بے بسی اور تنہائی کا فکر ، ایسی حالت میں کوئی چیز یاد نہیں رہتی ۔ مگر وہ یاد رہتی ہے جسکو وہ دنیا میں بہت دوست رکھتا ہے یا ہر وقت اس کا خیال دل میں رہتا ہے ۔

دل مثالِ کیمرہ اور گراموفون کے ہوتا ہے جو کچھ دمِ آخر میں ہمیں عکس پڑ جاتا ہے وہی بولتا ہے اور پیش کرتا ہے یعنی قبر و حشر میں بولے گا اور پیش کریگا بموجب حدیث شریف كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَكَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْعَثُوْنَ ۔

(تم جس طرح زندگی گزارو گے اسی طرح مرو گے ، اور جس حالت میں مرو گے اسی حالت میں قبر سے حشر کے دن اٹھو گے)

خداوند کریم نے بھی قرآن حکیم میں فرمایا ہے :

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

سورۃ الشعرار رکوع ۵ (قیامت کے دن نہ مال کچھ فائدہ دیگا اور نہ اولاد۔ مگر جو شخص اللہ کے پاس قلبِ سلیم لایا ہو)

اور دیگر طرقِ مبارکہ میں ذکر قلبی آخر میں بتلاتے ہیں اور طرقِ نقشبندیہ میں اوّل، اور طرقِ مبارکہ میں اخذ فیض اور ذکر اکثر اسمار و صفاتِ الٰہی سے طالب کو مستفیض کرکے ذاتِ باری تعالےٰ کی طرف مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن طریق نقشبندیہ میں اکثر اسم ذات اور ہمت طالب کی ذات بحت کی طرف مخاطب کرتے ہیں۔ اسی واسطے امام الطریقہ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اوّل ما آخر ہر منتہی ⁂ آخرِ ما جیب تمنا تہی

(ہماری ابتدا اوروں کی انتہا ہے اور ہماری انتہا دامنِ آرزو خالی کر دیتی ہے) اور اس طریقہ نقشبندیہ میں پیروئ سنت زیادہ ہے اور ترقی کا انحصار زیادہ تر اتباعِ سنت پر رکھا ہے۔ بموجب ارشادِ باری تعالےٰ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

سورۃ آلِ عمران رکوع ۴ (اے رسول کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالےٰ میری پیروی سے تم کو اپنا دوست کر لیگا۔) جو طریقِ سنت کی پیروی نہ کرے گا۔ ترقی سے محروم رہے گا۔ لہٰذا حضرت خواجہ بہار الدینؒ نقشبند فرماتے ہیں:

"در طریقۂ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ ما رو گرداند خطرۂ دین دارد چراکہ ایں طریقہ بعینہٖ طریقہ صحابہ کبار ست" (ہمارے طریقہ میں کسی کو

محرومی نہیں ہے جو کہ ہمارے طریقہ سے منھ پھیر لے جان لے اس کے دین میں خطرہ ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کبار کے مطابق ہے)

محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی طالب کو ہمارے یہاں علم باطن سے حصہ نہ ملے تو وہ بد دل نہ ہو۔ کیونکہ مقصد بخشش ہے۔ اور بخشش کا انحصار اتباعِ سنت پر ہے اور اتباع سنّت ہمارے یہاں لازمی ہے۔

آپ جگہ جگہ اپنے خلفاء کرام کو تحریر فرماتے ہیں کہ جو طالب حق جس طریقۂ مبارک میں بیعت ہونا چاہے بعد ایصال ثواب فاتحہ انہی بزرگوں کے توسل سے تم اپنے اور طالب کے واسطے فتوحات جناب باری عزاسمہٗ سے چاہو، اور اسی سلسلہ میں بیعت کرو۔ مگر ذکر طریقہ نقشبندیہ تعلم کرو۔ کیونکہ یہ آسان ہے اور اس سے طالب خدا تک جلد پہنچتا ہے۔

مذکورہ بیان سے آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ ذکر جہر کی نفی کی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ افضلیت اور اولیت ذکر خفی کی بیان کی ہے بمقابلہ ذکر زبانی کے جیسے مذہب حنفیہ میں اثناء نماز میں آمین بالخفی افضل ہے آمین بالجہر سے۔ یا جیسے ولایت صحابہ کی افضل ہے ولایت اولیاء سے۔

نیز یہ بھی خیال نہ کریں کہ امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو اور مجتہدین سلسلہ پر ترجیح دی ہے یہ بھی ہرگز نہیں ہے۔ سب امام طریقت ابر رحمت ہیں۔ ان کی بڑائی اور کمی کا علم خدا کو ہے ہمارے معیار علم سے ان کا رتبہ بہت دور بالاتر ہے۔ ہمارے سب پیشوا ہیں اور

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا مضمون ہے۔ اور بس۔

طریقۂ نقشبندیہ کے افضل و اقرب الطرق ہونے کے دیگر اسباب سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ سردارِ دوجہاں رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں اس طریقۂ عالیہ کا وسیلہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وسیلہ جس قدر قوی ہوگا اسی قدر راہِ وصل میں اقرب ہوگا اور قطع منازل بہت جلد ہو جائے گی۔ وہ جو کچھ اس طریقہ کے اکابرین نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند و بالا ہے بالکل درست ہے کیونکہ ان کی نسبت (یعنی دوام حضور دوام آگاہی) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نسبت ہے۔ اُمت میں بالاتفاق بعد انبیاء کرام علیہم السلام کے آپ کا مرتبہ ہی جمعہ کے روز ہر ملک میں ہر خطیب ممبر پہ یہ پڑھتا ہے:

خَیْرُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بالتحقیق حضرت ابابکرن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا ایمان تمام امت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں سے ان کی ایک نیکی جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہتر فرمائی ہے۔ تو یقیناً آپ کی آگاہی سب آگاہوں سے ارفع و اعلیٰ و افضل ہے

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس طریقۂ مبارک کے بہت بڑے رکن ہیں اور آپ کے جدید علوم و معارف پر شریعت کی مہر تصدیق ہے چنانچہ آپ مکتوب نمبر ۲۶ جلد اوّل میں اپنے طریقہ کا بیان یوں تحریر فرماتے ہیں:

اس طریقہ کا بیان بدایت سے نہایت تک یہ ہے کہ جس کے ساتھ حق تعالےٰ

نے مجھے ممتاز فرمایا ہے۔ اس طریقہ کی بنیاد ونسبت نقشبندیہ ہے جو متضمن اندراج نہایت دربدایت ہے اس بنیاد پر عمارتیں اور محل بنائے گئے۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ اس طریقۂ مبارکہ میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں میں سات قدم رکھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو بطریق تبعیت ودرایت کمالات نبوت کی طرف کھلتا ہے۔ اس طریقہ عالیہ سے مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی نہایت کمالات ولایت کی نہایت تک وہاں کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔

مکتوب شریف دفتر اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ جو طریقہ سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ سابق اور سب سے زیادہ شریعت کے موافق اور سب سے زیادہ زوردار اور سب سے زیادہ سلامتی اور سب سے زیادہ رہنمائی کرنے والا اور سب سے زیادہ بلند اور سب سے زیادہ بزرگ اور سب سے زیادہ کامل ہے وہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ ہے۔

مختلف زمانوں میں اس طریقۂ عالیہ کے مختلف نام ہوئے جیسا کہ خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طریقۂ عالیہ کو صدّیقیہ کہتے تھے۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک طیفوریہ کہتے تھے۔

اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تک طریقہ خواجگانیہ کے نام سے مشہور

و معروف تھا۔ حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک طریقہ نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اور حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طریقۂ عالیہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ ہوا۔

کلماتِ نقشبندیہ کا بیان

امام الطریقت حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سلسلہ کی بنا گیارہ کلمات پر رکھی ہے۔ اور ان کلمات کا اشارہ اعمال و اشغال کی طرف ہے۔ ان میں سے آٹھ کلمات سرحلقہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔

حق یہ ہے کہ انھوں نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے اور تین کلمات حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ کلمات یہ ہیں:
اوّل ہوش در دم۔ دوم نظر بر قدم۔ سوم سفر در وطن۔ چہارم خلوت در انجمن۔ پنجم یاد کرد۔ ششم بازگشت۔ ہفتم نگہداشت۔ ہشتم یادداشت۔

اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تین کلمات ہیں۔

اوّل وقوفِ زمانی۔ دوّم وقوف عددی۔ سوم وقوفِ قلبی۔
ان کلمات کی شرح میں بزرگوں نے اپنے اپنے ذوق کے موافق بڑے بڑے مضامین عالیہ بیان فرمائے ہیں۔
اس احقر نے صرف انھیں معانی پر اکتفا کیا ہے جو بالکل ظاہر اور عام فہم ہیں۔
اب میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کلمات کی تشریح کرتا ہوں۔ اللہ کریم اس حقیر کو اور سب مسلمان بھائی بہنوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تعلیم ہشتم

اوّل ہوش در دم

نَمَعْنَاهُ اَنَّ السَّالِكَ يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَّتَيَقَّظَ فِي كُلِّ نَفَسٍ

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کے لئے لازم ہے کہ اپنے ہر ایک سانس کی نگہبانی کرے کوئی ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ رہے۔ ہر ایک سانس یادِ الٰہی میں گزارے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ کرو۔ بلکہ سانس لیتے اور نکالتے وقت اور اس کے درمیان اللہ کا ذکر کیا کرو۔ ایک لمحہ بھی یادِ حق سے غافل نہ رہو اور سالک پر ضروری ہے کہ ہر

ایک سانس میں اپنے مقصد کو تلاش کرے۔ کوئی سانس غفلت و معصیت میں نہ گزرے یہاں تک کہ حضورِ دائمی حاصل ہو جائے۔ اگر کوئی سانس غفلت میں گزر جائے تو اس سے توبہ استغفار کرے۔

دوم۔ نظر بر قدم

فَمَعْنَاهُ اَنَّ السَّالِكَ يَجِبُ عَلَيْهِ اِن لَا يَنْظُرَ فِي حَالِ مَشْيِهِ اِلَّا اِلَى قَدَمَيْهِ۔ نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ راہ چلتے وقت اپنی نظر نیچی کرکے پیروں پر نگاہ رکھے تاکہ اِدھر اُدھر بیجا نظر نہ جائے۔ اور دل محسوسات متفرقہ میں گرفتار ہو کر پراگندہ نہ ہو جائے اور رنگ برنگ کے اشیاء (دکان، مکان، باغات، نامحرم عورت وغیرہ) کو دیکھکر دل کی یکسوئی میں فرق نہ آجائے جو کہ قُربِ خداوندی کا ذریعہ ہے اسلئے کہ یہ سب باتیں حصولِ مقصود کے لئے مانع ہیں۔ جس طرح ہوش در دم اندرونی خطرات کے لئے دافع تھے بالکل اسی طرح یہ عمل (نظر بر قدم بیرونی خطرات کیلئے دافع ہے یا اس سے دوسری مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برائی اور نیکی کے قدم کو دیکھے کہ کس کا قدم آگے ہے اگر برائی میں قدم آگے ہے تو اس کو پیچھے ہٹائے اور نیکی کے قدم کو آگے بڑھائے۔

تیسری مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سالک اپنے قرب کو دیکھے کہ ترقی کا قدم کس جگہ پر ہے۔

نیز چوتھی مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سالک اپنی ولایت کو دیکھے کہ کس

مقام پر اور کسی نبی کے قدم کے نیچے ہے۔ اس واسطے کہ بعض سالک اولیاء
سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتے ہیں اور
ان کو پوری جامعیت کمالات کی حاصل ہوتی ہے۔ بعض ولی حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے۔ بعض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے
وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

وقت رفتن بر قدم باید نظر ؎ ہست سنت حضرتِ خیر البشر

چلتے وقت پاؤں پر نظر ہونی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کی سنت ہے۔

اندریں حکمت بس ست و بے شمار ؎ دیدہ خواہد طالبِ حق آشکار

اسمیں بہت سی حکمتیں ہیں کہ جسکو طالبِ خدا صاف دیکھے گا۔

اتباع حضرت محمد مصطفےٰ ؎ می رساند نزدِ حق جل و علا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اللہ تک پہنچاتی ہے۔

سوم۔ سفر در وطن

فَمَعْنَاہُ الْاِنْتِقَالُ مِنَ الصِّفَاتِ الْبَشَرِیَّۃِ اِلَی الصِّفَاتِ
الْمَلَکِیَّۃِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس میں سیر کرے۔ یعنی اپنی برائی کی
تلاش کرے اور صفاتِ رذیلہ حب جاہ و مال، حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت و
کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب، شہوت وغیرہ دور کرکے اپنے اندر صفات

حمیدہ، صبر و شکر، توکل و رجاء اور تسلیم وغیرہ پیدا کرے اور اپنے اخلاقِ بشریہ کو اخلاق ملکیہ سے تبدیل کرے۔

اور یہ یقینی بات ہے کہ جب تک خصائلِ رذیلہ سے دل پاک و صاف نہ ہوگا، تو کیوں کر اس دل میں نورِ خداوندی کا گزر ہوگا۔

اسی کو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صد تمنا در دلا داری فضول ؛ کے نورِ خدا در دل نزول

سیکڑوں آرزوئیں لغو دل میں تو رکھتا ہے (ایسا ہو تو) کب تیرے دل میں نورِ خدا نازل ہوگا؟

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ؛ ایں خیال ست و محال ست و جنوں

تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی یہ محض خیال اور جنوں اور محال بات ہے

ان دونوں بیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ جب تک صفاتِ ذمیمہ سے دل پاک و صاف نہ ہوگا تاوقت انوارِ الٰہی ہرگز دل میں دکھائی نہ دیں گے۔

جس دل میں غیر اللہ کی محبت ہے وہی اس کا بت ہے جب تک بتخانوں کو توڑ کر خانۂ کعبہ نہ بنائے گا۔ عند اللہ بُت پرست ہے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ فرماتے ہیں ؎

بُت پرستی می کنی ہم بت گری ؛ شد دلت رشکِ بتانِ آذری

یعنی تو بت پرستی کرتا ہے اور بت بناتا بھی ہے (یہاں تک) کہ تیرا دل آذر کے بتوں کے لئے باعثِ رشک ہے۔

حضور مقبول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت مولانا غلام علی شاہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس دل میں غیر اللہ کا تصور (خیال) ہو اس دل میں اللہ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔

خلیفۃ الرسول امام الاتقیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جس نے اللہ کی محبت کا خالص مزہ چکھا تو اس نے خود کو طلبِ دنیا سے باز رکھا اور سب لوگوں سے کنارہ کش ہوگیا

کینہ و بغض و حسد حقد و ریا ۞ خودسری خود بینی و مکر و دغا
ایں خصائل ناقصہ را دور کن ۞ قلبِ خود از یادِ حق معمور کن
تا شود قلب سیاہ نور و ضیا ۞ تا شود خانہ دلت خانہ خدا

یعنی کینہ و بغض و حسد، حقد اور ریا، خودسری، خود بینی اور مکر و دغا یہ بُری عادتیں چھوڑدے اور اپنے دل کو یادِ حق سے آباد کر۔ تا کہ تیرا سیاہ دل منور و روشن ہوجائے اور تیرا دل خانۂ خدا بن جائے۔

حضرات مشائخ نقشبندیہؒ نے جو مقام بقا میں سیر آفاقی کو چھوڑ کر سیر الفنی کو اختیار کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سیر آفاقی دور و دراز کا سفر ہے۔ اسکا یہ خیر انجام دنیا سالک کے لئے دشوار ہے۔ اس لئے مشائخ نقشبندیہ نے سیر آفاقی کو سیر الفنی کے ضمن میں قطع کرنا مناسب سمجھا۔

دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرکے سیر الفنی پر ختم کرتے ہیں اور سیر الفنی سے سلوک کی ابتدا کرنا سلسلۂ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔

اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی ہیں کہ سیر انفسی دوسروں کی نہایت ہے وہ اکابر خواجگان نقشبندیہ کی بدایت ہے۔ معلوم رہے کہ سالک سیر آفاقی میں مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے۔ اور سیر انفسی میں مطلوب کو اپنے میں تلاش کرتے ہوئے دل کے گرد پھرتا ہے۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

ہمچو نابینا بر ہر سوئے ودست ؛ باتو زیر گلیم است ہر چہ است

یعنی اندھوں کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لے جا۔ جو کچھ ہے تیرے کمبل کے نیچے ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ طبیعت بشریہ سفر کرے اور بری باتوں کو چھوڑ کر اچھائیاں اختیار کرے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلا جائے تو اس کی برائیاں اس سے چھوٹ جائیں۔ جہاں جاتا ہے برائیاں اس کے ساتھ ہوتی ہیں لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان خواہ گھر میں بیٹھا رہے یا سفر میں ہو، مگر برائیوں کو چھوڑ دے۔ یہی معنی ہے سفر در وطن کے۔

نیز حالت شہود میں تجلیات غیبیہ کے ملاحظہ کرنے کا نام سفر در وطن ہے

چہارم خلوت در انجمن

فَمَعْنَاهُ اَنْ يَّشْتَغِلَ بِقَلْبِهٖ بِالْحَقِّ فِي الْاَحْوَالِ كُلِّهَا مِنَ الدَّرْسِ وَالْكَلَامِ وَالْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْمَشْيِ

فیجب ان یحصل السالک ملکۃ التوجہ الی الحق فی وقت الاشتغال بھذہ الاشغال قال خواجہ نقشبند والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ؕ

اس سے مراد یہ ہے کہ عام مجلس جہاں دل بھٹکنے اور منتشر ہونے کا محل ہے۔ وہاں باطنی طور پر خدا کے ساتھ خلوت اختیار کرے یعنی ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ رہا کرے۔ یہاں تک کہ کھانے اور پینے پڑھنے اور پڑھانے، چلتے اور پھرتے، اٹھتے اور بیٹھتے، سوتے وجاگتے پاک وناپاک میں، جلسہ وجلوس میں بازاروں ودوکانوں میں اہل وعیال میں خلوت وجلوت میں ہر جگہ اپنے فرائض میں مصروف رہتے ہوئے یہ خیال اور دھیان بندھا رہے کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اسی کی رضا اور تعمیل ارشاد کے لئے دنیا کی ان ہنگامہ آرائیوں میں آیا ہوں ورنہ میری قرارگاہ اور سکون کا گھر تو خدا کی وہ تجلی گاہ ہے جہاں معبود حقیقی کی رضا حسی طور پر حاصل ہوگی جیسے کسی عاشق بیمار سے اس کا محبوب مطالبہ کرے کہ وہ اس کے لئے بازار سے فلاں چیز خرید کر لائے۔

عاشق صادق جس کا دل محبت کی آگ سے پھنکا جا رہا ہے بازار جائے گا۔ اور اپنے محبوب کی مطلوبہ شئے کو خریدے گا۔ بلکہ خوب دیکھ بھال کر چار چھ دوکانوں میں گھوم پھر کر خرید یگا مگر اسکے بازار گھومنے اور دکانوں دکانوں پھرنے اور عام بازاری لوگوں کے گھومنے پھرنے میں زمین آسمان کا

غرق ہوگا۔ عام بازاری لوگ تو بازار کی چیزوں اور وہاں کی رونق پر اپنی نگاہیں اور دِل لگائے ہوئے ہوں گے۔ لیکن اس بیمار عاشق کی نگاہیں چیزوں پر تو ہوں گی مگر دل کسی اور کی یاد میں مصروف ہوگا۔ نہ تو بازار کی زیب و زینت اسے اپنی طرف مائل کر سکے گی اور نہ وہ ہنگامۂ بیع و شرار میں پھنس کر اپنے محبوب کو بھلا ہی سکے گا۔ ایسے ہی عاشق کے بارے میں کہا جائے گا کہ انجمن میں رہتے ہوئے بھی اسے خلوت اور تنہائی حاصل ہے۔ کہ اپنے محبوب کی یاد سے غافل نہیں ہوا۔ صوفیائے کرام اسی صفت یادداشت کو خلوت در انجمن سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ پاک اپنے کلامِ پاک میں فرماتا ہے :

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ،

سورۂ نور رکوع ۵ (یعنی میرے بندے وہ لوگ ہیں کہ جن کو سوداگری اور لین دین میرے ذکر سے غافل نہیں کرتے)

حضرت کبیرالاولیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ سالک جب بازار میں جائے تو اس کے ذکر کا یہ عالم ہو کہ بجز ذکر الٰہی کے اسے کوئی اور آواز سنائی نہ دے۔

ایک بزرگ اسی حالت کو اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

از بروں درمیان بازارم ٭ وز دروں خلوتیست با یارم

یعنی ظاہر جسم تو میرا بازار میں ہے اور میرا باطن یعنی دل خدا کے ساتھ ہے۔

حضرت خواجہ احرار نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سالک اگر ذکر میں

جد وجہد اہتمام بلیغ کے ساتھ کرے۔ تو یہ دولت پانچ چھ روز میں حاصل ہو سکتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ نے چلّہ کی بجائے اسی خلوت کو غنیمت سمجھکر اختیار کیا کیونکہ چلّہ سے بھی وہی حاصل ہوتا ہے جو خلوت در انجمن کا مقصود ہے نقشبندیہ کی خلوت میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ چلّہ کی خلوت میں جن جن ریاؤں کا اندیشہ رہتا ہے ان ریاؤں سے نقشبندیہ کی خلوت بالکل پاک وصاف رہتی ہے۔ نیز عبادت کا بھی بے ریا ہونا ضروری ہے اور سالکان طریقت کو چاہیئے کہ اپنی ظاہری حالت کو ایسا بنا رکھیں کہ عام لوگ اسے دیکھکر کامل (اہل اللہ) گمان نہ کر سکے۔

خواجہ عزیزان علی رامتینیؒ فرماتے ہیں ؎

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ:۔ اندر یعنی دل میں خدا کی یاد رکھ اور ظاہر میں بیگانہ بنا رہے۔ یہ عمدہ روش دنیا میں بہت کم ہے۔

۵
پنجم۔ یاد کرد

وَاَمَّا یادکرد فَمَعْنَاہُ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ

یادکرد سے مراد یہ ہے کہ جس طریقے پر حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں

اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھتے تھے۔

سالک کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ہر حالت و ہر وقت ذکر میں مشغول رہے خواہ اسم ذات ہو یا نفی اثبات یا ذکر قلبی۔ جس طرح شیخ سے تعلیم ملی ہے اسی طرح ذکر کرتے ہوئے اللہ کی حضوری حاصل کرے۔

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک کرامت نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں

میرے مکرم! ذکر در اصل یادِ الٰہی رکھنے کو کہتے ہیں کہ حروف اور آواز کے بغیر دل میں کسی چیز کی یاد بس جائے جیسا کہ ایک دوست دوسرے دوست کی غیر موجودگی میں اسے یاد کرتا ہے۔ بزرگوں نے اسی ذکر قلبی کو جاری کرانے کے لئے بہت سی تدبیریں کی ہیں۔ دل میں خدا کی یاد بس جانا کھیل نہیں ہے۔ کچھ تو بات تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غارِ حرا کی تنہائی کو نورانی بنایا کرتے تھے اور ہفتوں وہاں روپوش رہ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

باش دائم اے پسر در یادِ حق

گر خبرداری ز عدل و دادِ حق

یعنی اے عزیز ہمیشہ یادِ حق میں رہا کر اگر تجھے خدا کے انعامات کی خبر ہے۔

ششم ۔ بازگشت

نَمَعْنَاہُ اَنْ یَرْجِعَ بَعْدَ کُلِّ طَائِفَۃٍ مِّنَ الذِّکْرِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اَوْ خَمْسَ مَرَّاتٍ اِلَی الْمُنَاجَاتِ فَیَدْعُوا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ بِمَجَامِعِ ھِمَّتِہٖ یَارَبِّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَمُرَادِیْ وَ رِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ رجوع کرنا پھرنا یعنی تھوڑے ذکر کرنے کے بعد تین بار یا پانچ بار بزبان خیال مناجات کرے۔ اے اللہ تو ہی میرا مقصود و مراد ہے اور تیری رضامندی میرا مطلوب ہے۔ تو اپنی محبّت و معرفت مجھے عطا کر۔ اس موقع پر حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندی کی مناجات یہ ہے۔

" الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو محبّت و معرفت خود عطا کن "

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم صاحبؒ اس دعا کے بار بار پڑھنے کو شرطِ عظیم فرماتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ طالب کو لازم ہے کہ اس سے غافل نہ رہے۔ ہم نے جو کچھ پایا ہے اسی کی برکت سے پایا ہے۔

اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ سالک کو جو ذکر و فکر سے کوئی سرور یا کوئی نور یا کوئی چیز عالم غیب کی نظر آئے تو وہ اس پر مغرور ہو کر اس کو اپنا مقصود نہ سمجھے کیونکہ ذاتِ خدا تو کجا اسماء و صفاتِ الٰہی میں سے کسی ایک میں لاکھوں

برس تک سالک کی سیر رہے تب بھی ختم نہیں ہو گی۔
لہٰذا مذکورہ دعا پڑھ کر سب کو قطع کر کے ذاتِ حق کی طرف قدم بڑھائے
حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر کہ بر وے می رسی بر وے مایست

یعنی اے بھائی خدا کی بے انتہا درگاہیں ہیں جب تو کسی درگاہ پر پہنچ جائے اسکو انتہا جان کر مت ٹھہر۔

ہفتم۔ نگہداشت

وَاَمَّا نگہداشت فَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ السَّالِکُ مُتَیَقِّظًا فَلَا یَدَعُ خَطْرَۃً تَخْطُرُ فِیْ قَلْبِہٖ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ قلب کے خطرات و وساوس پر نگاہ رکھے۔ ذکر کرتے وقت دل میں ماسوا اللہ کے کوئی خیال و خطرہ یا وسوسہ آجائے تو اُسے فوراً دور کر دے۔ اللہ کے سوا کسی قسم کا خیال بھی دل میں نہ آنے دے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک پر لازم ہے کہ خطرات کو ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو جائیں گے تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور جب نفس پر قبضہ کرلیں گے تو پھر ان

کا دور کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ جب تک دل خطرات سے پاک وصاف ہو کر مثل آئینہ کے نہ ہو جائے اس وقت تک انوارِ الٰہی و برکات و فیضان اس دل میں نہیں سما سکتے۔

اسی لئے عارف باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش
تا بگوشت آید از گردوں خروش

تا کنی فہم آں معمہ ہاش را
تا کنی ادراک امرِ فاش را

یعنی وسوسوں کی روئی کان سے باہر نکال۔ تاکہ ترے دل کے کان میں آسمان سے آوازیں آئیں تاکہ تو ان اسرار کو سمجھ سکے اور تاکہ تو راز کی باتوں کو جان سکے۔

نہیں ممکن کہ خطرہ غیر کا دل میں کبھی آئے
کسی کی یاد میں سب کچھ بھلانا اسکو کہتے ہیں

ہشتم ۔ یادداشت

نَعْنَاهُ عَنِ التَّوَجُّهِ الصِّرْفِ الْمُجَرَّدِ عَنِ الْاَلْفَاظِ وَالتَّخَيُّلِ اِلٰى حَقِيْقَةِ وَاجِبِ الْوُجُوْدِ ۔

یادداشت سے مُراد یہ ہے کہ یاد رکھنا یعنی اپنے مقصود کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا

وصول الی اللہ کے واسطے راہِ حق میں شوق و ذوق کے ساتھ مطلوب کی یاد ہمیشہ دل میں رکھنا، نیکی و بدی، حلال و حرام، پاک و ناپاک جو جو چیزیں مانع مقصود ہیں۔ ان سب چیزوں کو ہمیشہ دل میں یاد رکھنا۔ تاکہ خدا اور رسول کی اطاعت میں کمی نہ ہو۔ خدا اور رسول کی مرضی و اطاعت کے خلاف کوئی کام نہ ہو جائے۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرکے مقام مقصود تک ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔

جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

یعنی جس کسی نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہرگز منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکے گا۔

دیگر بزرگوں نے لفظ یاد داشت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ جب ذکر کی اسقدر مشق ہو جائے کہ بے ارادہ اور بے اختیار دل سے اللہ اللہ نکلنے لگے تو اس کو یاد داشت کہتے ہیں۔ ابتدا میں جو چیز "یاد کرد" کہی جاتی تھی انتہا میں وہی چیز یاد داشت کہی جاتی ہے۔ یاد داشت کی منزل میں پہنچکر طالب اس آیۂ کریمہ کا صحیح مصداق ہو جاتا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔

سورۂ نور رکوع ۵ (یعنی کچھ لوگ ہیں کہ جن کو کوئی تجارت اور کوئی خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔)

ایسے سالک وصول الی اللہ کے واسطے ہمیشہ کے لئے اللہ کے ساتھ باخبر ہو جاتے ہیں

کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال ؛ در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

یعنی (اگرچہ) تمام جگہ سب لوگوں کے ساتھ ہر حال میں (رہتا ہوں لیکن) دل میں تیری آرزو اور آنکھوں میں تیرا خیال رکھتا ہوں۔

جب اللہ کے ساتھ اس قدر لگاؤ پیدا ہو جائے کہ اپنی ہستی کو بھول جائے اور اللہ کے سوا ہر ایک شئے اس کی نظر و نگاہ سے، دل و دماغ سے عقل و شعور سے محو ہو جائے۔ یہاں تک کہ اللہ کی ذات اور اس کے جلوہ کے بغیر کوئی چیز اس کے شعور میں باقی نہ رہے تو اسے فنا کہتے ہیں۔

اور جب اس میں شعور کا شعور بھی باقی نہ رہے تب اس کو فناء الفنا اور عین الیقین بھی کہتے ہیں اور یادداشت فناء الفنا کے بعد ہی پوری حاصل ہوتی ہے جب سالک کو یادداشت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تب وہ ایک لحظہ بھی خدا سے غافل نہیں رہتا یہاں تک کہ خوشی و غمی، فائدہ اور نقصان ہر حال میں خدا کے ساتھ رہتا ہے اور جو شخص فناء و بقاء سے مشرف ہو وہ ولی ہے

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اخیر کے چار کلموں یعنی یاد کرد، باز گشت نگہداشت و یادداشت کی تشریح یوں فرمائی ہے۔ کہ یاد کرد سے مراد ذکر میں مشغول رہنا یعنی جس ذکر کی تلقین شیخ سے ملی ہے اس کی تکرار میں ہمیشہ مشغول رہنا، یہاں تک کہ مرتبۂ حضوری حاصل ہو جائے۔

اور بازگشت سے مراد مناجات کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہونا، الٰہی مقصود من توئی و رضاء تو محبت و معرفت خود عطا کُن۔

اور نگہداشت سے مراد اس رجوع کی محافظت کرنا بغیر زبان سے یعنی ذکر کیساتھ دل میں تصور رکھنا کہ الٰہی تیری ذات و تیری رضامندی کے سوا میرا کوئی مقصود و مراد نہیں۔ نیز یادداشت سے مراد نگاہ داشت کی مضبوطی ہے۔

وقوفِ زمانی

اس کے دو مطلب ہیں۔ایک یہ کہ سالک اپنے وقت کی پابندی کرے اور اپنے وقت کا داعی رہے کہ قیمتی وقت کس کام پر صرف ہو رہا ہے جو وقت نیکیوں میں بسر ہو جائے ان پر خدا پاک کا شکر ادا کرے اور جو وقت معصیت اور غفلت میں گزرے اس پر ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرے لیکن اس معاملہ میں اپنے اپنے مرتبہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ان حسنات الابرار سیئات المقربین۔

جو بات ابرار کے لئے عبادت میں شامل ہے خاصان خدا کے لئے وہی بات معصیت ہے ہر شخص کا حکم الگ الگ ہوتا ہے۔ عام لوگوں کی عبادت اور ہے اور خاص لوگوں کی عبادت اور ہے۔ ہوش در دم اور وقوف زمانی کا مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی سانس غفلت میں نہ گزرے، یہاں تک اسے سنبھالے کہ حضورِ دائمی کو پہنچ جائے۔ وقوف زمانی متوسط کے واسطے مناسب ہے تاکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سنبھال سکے۔ وقوفِ زمانی کو صوفیائے کرام محاسبہ بھی کہتے ہیں۔ خداوند کریم

نے کلام پاک میں فرماتا ہے :
وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ سورہ زمر رکوع ۵ (اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسکی فرماں برداری کرو۔ اس سے پہلے کہ آوے تم پر عذاب۔ پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :
اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ سورہ یٰسین رکوع ۴ (آج کا دن وہ ہے کہ مُہر لگے گی ان کے منہ پر اور بات کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پیر ان چیزوں کے متعلق جن کو وہ کیا کرتے تھے۔)

جیسا کہ عارف باللہ حضرت مولانا رومی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں ؎

روز محشر ہر نہاں پیدا شود ؛ خود بخود ہر مجرمے رسوا شود

یعنی قیامت کے دن ہر چھپی ہوئی بات ظاہر ہو جائے گی اور خود بخود ہر مجرم اپنی خطاؤں کے اظہار کی وجہ سے ذلیل ہو گا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے نفس پر واقف رہا کرے اور نفی اثبات اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے۔ یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ اپنا وقت حضوری میں گزرتا ہے یا غفلت میں۔ اور وقت کا کوئی ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ جائے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ سے منقول ہے فرماتے ہیں :

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ ترمذی (تم اپنے نفسوں کا حساب کرو حساب دینے سے پہلے)

وقوفِ عددی

وقوفِ عددی سے مراد یہ ہے کہ سالک نفی اثبات کے ذکر کے عدد سے واقف رہے۔ یعنی ذکر میں سانس کو عدد وتر طاق پر چھوڑا کرے۔ جیسے ۳، ۵، ۷، ۹ مرتبہ۔ اس میں ذاتِ حق کے ساتھ مناسبت ہے کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے اَللّٰہُ وَتْرٌ وَ یُحِبُّ الْوَتْرَ مسلم شریف۔ خدا ایک ہے اور اکائی کو پسند کرتا ہے۔

لہٰذا سانس کو جفت پر نہ چھوڑا کرے۔ مشائخ نقشبندیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک سانس میں اکیس ۲۱ بار تک ذکر نفی اثبات کر سکے۔ تو اسی وقت نتیجہ ظاہر ہوتا ہے حضرت علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر کی تکرار زیادہ کرنا شرط نہیں۔ بلکہ وقوف سے کہنا شرط ہے۔ جب عدد اکیس ۲۱ سے پڑھنے کے بعد بھی نتیجہ ظاہر نہ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ ضرور اس عمل میں کسی قسم کی غلطی یا کمی رہ گئی ہوگی جس سے نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔

ذکر کا نتیجہ یہ ہے کہ لا نفی کے وقت وجود انسانی فنا ہو جائے اثبات یعنی اِلَّا اللّٰہ کہتے وقت جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں سے کوئی اثر

محسوس ہوجائے۔

وقوف قلبی

وقوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ سالک کے لئے لازم ہے کہ ذکر کے وقت دل اللہ
عزوجل سے واقف و آگاہ رہے اور دوسری معنی یہ ہیں کہ ذکر کرتے وقت قلب کو
ذکر سے بے خبر نہ ہونے دے اور سالک قلب کی طرف متوجہ ہو کر ذکر کے مفہوم پر
نگاہ کرے اور سالک اپنی زبان کو بند رکھکر قلب کی زبان سے ذکر کرے اور اپنے
ظاہری و باطنی کان سے اس ذکر کی آواز سننے پر متوجہ رہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وقوف قلبی
کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے دل کی نگہبانی کرے اور اسکے دار و مدار پر واقف
رہا کرے۔ قلب کی نگہبانی سے مراد یہ ہے کہ اُسے ذکر سے غافل رہنے نہ
دے۔ اور شیطانی ونفسانی خطرات سے اور غیر اللہ کی محبت سے پراگندہ نہ
ہونے دے۔ نیز قلب کے مدار پر واقف رہنے سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت
ہر آن اور ہر لحظہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے کہ اس کا مدار یاد الہٰی میں یا
غفلت و معصیت میں ہو رہا ہے۔

اگر اس کو غفلت میں پائے تو فوراً اُسے ذکر میں مشغول کرے تاکہ شیطان
اس پر مسلط نہ ہوجائے جو دل اللہ کی یاد سے غافل رہتا ہے اسمیں شیطان
تصرف کرتا ہے اور جو دل ذاکر ہے وہ مثل عرش اللہ ہے۔

ایک عارف نے فرمایا کہ وقوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ قلب کو اللہ کی

طرف متوجہ یعنی اکمل رجوع کرے۔ تاکہ سب طرف سے توجہ (خیال) ہٹ کر معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے اور غیر اللہ کی محبت اور نفسانی و شیطانی خطرات کا گزر نہ ہو سکے خصوصاً ذکر کرتے وقت اسکی سخت ضرورت ہے۔

اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے وقوف عددی اور حبس دم کو ذاکر کے لئے لازم قرار نہیں دیا۔ بلکہ فوائد میں قرار دیا ہے لیکن وقوف قلبی ان کے نزدیک بھی ضروری چیز ہے۔

ذکر یا رابطہ وغیرہ میں اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ اس کی سخت ضرورت ہے اور دار و مدار طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کا اسی پر منحصر ہے۔ کسی بزرگ صاحب قلب نے خوب کہا ہے ؎

علیٰ بیض قلبك كن كانك طائر
فمن ذالك الاحوال فیك تولد

یعنی اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح بیٹھ جا۔ کیونکہ اسی طریقے سے تیرے دل میں نورِ خدا پیدا ہوگا۔

یعنی جس طرح پرندے انڈے کو سیتے ہیں تو بچے پیدا ہوتے ہیں اسیطرح تو اے انسان (سالک) اپنے دل کے انڈے کو لے کر بیٹھ تاکہ تجھ میں کیفیات و تجلیات پیدا ہوں اور انوار الٰہی و اسرارِ خداوندی کے ثمرات کا مشاہدہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان انعامات و ثمرات اور فیضانِ حاصل ہونے کے بعد قربِ خداوندی و معرفت الٰہی کا شرف اور بزرگی حاصل ہو جائے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ سورۃ الاحزاب رکوع ۶ (اے ایمان والو. اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح وشام اسکی تسبیح کرتے رہو.)

اللہ رب العزت کا منشا یہ ہے کہ تم بے تعداد ذکر کرو۔ شب و روز کی قید نہیں صبح و شام کی قید نہیں طہارت غیر طہارت کی قید نہیں۔ کپڑے پھٹے ہوئے یا ہونے کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر لحظہ ہر آن اور ہر ایک حالت میں اللہ کے ذکر میں لگے رہو.

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۔ سورۃ النساء رکوع ۱۵ (اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے یعنی جو بھی حالت ہو ہر حال میں

اللہ اللہ کرو)

شریعت میں جتنی عبادتیں ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک حد ہے۔ مثلاً نماز کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

أَقِمِ الصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ. سورۂ ہود رکوع ۱۰

(نماز قائم کرو دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصّہ میں)

فرض روزوں کے لئے بارہ مہینوں میں ایک مہینہ معین ہے۔ زکوٰۃ سال بھر میں ایک دفعہ فرض ہوتی ہے۔ ایسے ہی حج سال بھر میں بلکہ عمر میں ایک دفعہ اس کی ادائیگی مطلوب ہے۔

لیکن ذکر اللہ کے لئے کوئی حد نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی یہ ہے کہ بندہ بے شمار و بے تعداد ذکر چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں جاری رکھے۔

بہت سے ذاکر شاغل لوگ ذکر میں حضورِ قلب نہ ہونے اور دل نہ لگنے کے سبب سے ذکر کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے اس لئے کہ اس وقت تو ایک ہی آفت ہے کہ ذکر کی حالت میں وسوسے آتے ہیں دل نہیں لگتا۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ غفلت ہو جاتی ہے اور دل دوسری طرف ہٹ جاتا ہے لیکن ذکر کا وجود تو ہے۔ اور اگر ذکر چھوڑ دیا تو ذکر ہی سے غفلت ہو جاوے گی اور اثنائے ذکر میں غفلت ہونے سے ذکر کو بالکل چھوڑ دینے کی غفلت بہت سخت ہے اسلئے کہ ذکر اگرچہ غفلت کے ساتھ ہو اُس سے بہرحال بہ رجہا بہتر ہے کہ بالکل ذکر نہ ہو کہ پہلی صورت میں گو قلب غافل ہے لیکن زبان تو مشغول ہے اور دوسری صورت

ہیں نہ زبان سے ہی ذکر ہوا اور نہ دل سے۔ زبانی ذکر بھی بہت بڑی دولت ہے
کہ اگر زبان کو دوزخ سے نجات ہو گئی تو کیا بقیہ اعضار کو نہ ہوگی۔ اور کیا بعید
ہے کہ تجھکو اللہ تعالےٰ اس غفلت آمیز ذکر سے کہ جس میں دل وساوس
میں لگ جاتا ہے بلند فرمادے اور ان وساوس کو دور فرما کر بیداری کا ذکر
نصیب فرمادے کہ جس میں قلب وساوس نفسانیہ کی طرف نجاوے اور ذکر زبانی کے
وقت قلب بیدار ہو اور ذکر زبانی کی طرف اس کو توجہ ہو یعنی ذکر زبانی میں دل
لگنے لگے۔ اور پھر اس سے آگے اور ترقی عنایت فرمادے تاکہ ذکر بیداری سے اس
ذکر کی طرف بلند فرمادے جسکے ساتھ حضوری بھی ہو جسکا حاصل یہ ہے کہ ذکر بیداری
میں تو صرف اسقدر امر تھا کہ قلب زبان کے ذکر کی طرف متوجہ تھا اور بیدار تھا
وساوس کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا اور ذکر حضوری میں قلب کی صفت ہو جاوے
جیسے دیکھنا آنکھ کی صفت ہے ایسے ہی ذکر قلب کی صفت لازمہ غیر منفکہ
ہو جاوے لیکن اس صورت میں بھی قلب کو احساس اور ادراک اس امر کا ہوتا ہے
کہ ذکر میری سنت ہے اور میں ذاکر وحاضر ہوں پھر کیا عجب ہے کہ حقتعالیٰ
اور ترقی عنایت فرمادے کہ اس میں سوائے مذکور حقیقی یعنی حق تعالیٰ شانہٗ
کے ماسوا بالکل ہی قلب غائب ہو جاوے یعنی قوائے ادراکیہ اور تمام حواس
پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ بس اللہ اللہ رہ جائے۔ اسکا بھی شعور وادراک نہ
رہے کہ میں ذاکر ہوں اور اللہ تعالےٰ مذکور ہے اور میں حاضر ہوں اس لئے
کہ اس ذکر میں بھی ایک قسم کی غفلت ہے کہ اپنے نفس کا ادراک ابھی بھی موجود
ہے اور جب اس قوتِ ادراک پر بھی ذکر کا غلبہ ہوگا تو یہ علم بھی جاتا رہے گا۔

کریں ذاکر ہوں۔ یہ بھی ماسوا میں داخل ہو کر قلب سے فنا ہو جائے گا۔ اور لَآ
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے الٰہ میں داخل ہو کر لَا کے تحت میں داخل ہو جائے گا۔ اب
اگر کسی کو تعجب ہو کہ بھلا ہم کو یہ مرتبہ کہاں نصیب یہ تو بڑا مشکل ہے۔!
دشوار تو جب ہے جبکہ ہم یہ کہیں کہ تم کوشش کر کے اس مرتبہ کو حاصل کرو
یہ تو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔ اس لیئے مایوس
نہ ہونا چاہیئے!۔

حق تعالےٰ شانہٗ نے تجھکو تین طرح کی بزرگی عطا فرمائی۔ وہ تینوں قسمیں
مل کر تیرے لئے بے انتہا خوبیوں اور کمالات کا ذخیرہ ہو گئیں اور حق تعالےٰ
کی رحمت و انعام تجھ پر کامل درجہ ہوئی۔

سب سے پہلی بزرگی تو یہ ہے کہ تجھ کو اپنا ذاکر بنایا کہ زبان سے
اور دل سے اور اعضاء و جوارح سے تو اس کا ذکر اور عبادت بجالاتا ہے
اور اگر اس کا فضل تیرے حال پر نہ ہوتا تو تیرا قلب اور زبان کب اس
قابل تھی کہ احکم الحاکمین اور اُس پاک ذات کا ذکر اُس پر جاری ہو اور تو
کیسے اس کا اہل تھا کہ سارے بادشاہوں کے بادشاہ کی طاعت و عبادت کر
سکے۔ اس لئے کہ نقص اور کاہلی اور سستی تیری ذات کے اندر داخل ہے اور پھر
تیری طرح بلکہ ظاہری صورت شکل میں تیرے سے اچھے اور آدمی بھی تو ہیں
یہ فضل اور رحمت ہی ہے کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق کو غفلت میں ڈالا اور تجھکو
اپنے ذکر میں لگایا۔

دوسری بزرگی تجھکو یہ عطا فرمائی کہ تجھ کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ اپنا

اور اس نسبت کے ساتھ خلقت کی زبان سے تراذکر کرایا.
دوست تجھ کو فرمایا اور ولی اللہ (اللہ کا دوست) اور صفی اللہ (اللہ کا برگزیدہ)
کر لوگ تجھ کو ولی اللہ (اللہ کا دوست) اور صفی اللہ (اللہ کا برگزیدہ)
اور اللہ والا کہتے ہیں۔ یہ کتنے بڑے شرف کی بات ہے۔ آج دنیا میں
ایک ادنیٰ بادشاہ یا حاکم کسی کو کوئی خطاب یا لقب دیدیتا ہے تو مارے خوشی
کے پھولا نہیں سماتا۔ اور اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ رعایا کے آدمی کو اپنا دوست
کہدے اور اپنے لوگوں کو حکم کردے کہ اس کو ہمارا دوست کہو تو اس کے فخر
اور مسرت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی تو جب ادنیٰ بادشاہ جسکی بادشاہی محض
فانی اور وہمی اور مجازی ہے اسکی طرف منسوب ہونے اور تعلق ہوجانے
کا یہ حال ہو تو جسکی بادشاہی حقیقی ہے اور جس کے اوپر کوئی بادشاہ نہیں ہے
وہ کسی کو اپنا کہے اور اپنی طرف منسوب کرے تو اس بزرگی کی کیا انتہا ہے؟
تیری بزرگی تجھکو یہ عطا فرمائی کہ اپنی مجلس میں تیرا ذکر کرکے تجھ کو
ممتاز اور بالا کیا کہ وہ بے نیاز ذات تیرا ذکر فرماتی ہے اس لئے کہ حدیث
شریف میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص مجھکو اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں بھی اسکو اپنے جی
میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھکو محفل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسکو ایسی محفل میں
یاد کرتا ہوں کہ وہ محفل اسکی محفل سے بہتر ہے یعنی ملائکہ کی محفل.
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندۂ ذاکر کو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے اور
اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ یعنی تم مجھ
کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ اور اس سے بڑھ کر کون سی بزرگی ہوگی کہ

بندہ جسکی حقیقت ایک مشتِ خاک ہے اس خاکی پتلے کو رب الارباب و شاہنشاہ یاد فرماوے۔ پس اے ذاکر تجھ پہ اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمت کامل و تام عطا فرمائی۔

بندہ سے جو طاعت و عبادت و ذکر اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ بدوں اس کے نہیں ہوتا کہ بندہ کے اس عالم میں آنے سے پہلے اس کی روح کو حق تعالےٰ نے اپنی وحدانیت و حقائق کا مشاہدہ نہ کرایا ہو بلکہ جو بندہ طاعت و عبادت و ذکر کرتا ہے اس کی روح پہلے سے باطنی مشاہدہ کر چکی ہے اُسی کا اثر اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے چاہے بندہ کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور وجہ اس خبر نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس عالم میں جب روح اس جسم میں مقیّد ہوتی ہے تو اس جسم کے عوارض کا اس پر غلبہ ہوجاتا ہے اور اُس عالم کے واقعات سے بے خبر ہوجاتی ہے اور جسکو حق تعالےٰ چاہتے ہیں اس کو اس کا علم بھی عطا فرما دیتے اور موانع کو اٹھا دیتے ہیں۔

پس ذکر الٰہی سالکوں کے لئے قربِ خداوندی حاصل کرنے کا نہایت آسان طریقہ و مفید ذریعہ ہے اور تمام مخلوق کے لئے باعثِ رحمت و برکت ہے اسی لئے ہر ایک شئے اللہ کی تسبیح (ذکر) کرتی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵ (نہیں ہے کوئی شے مگر وہ خدا کی تسبیح (ذکر) کرتی ہے حمد کے ساتھ۔

"سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور ایک لمحہ بھی اس پاک ذات سے غافل نہ رہے۔ کیونکہ جو دل اللہ کی یاد سے غافل رہتا ہے اس میں شیطان تصرف کرتا ہے

اور اس کے دل میں طرح طرح کا وسوسہ ڈال کر اسے قرب خداوندی ، نورِ ہدایت سے بعید اور کفر کے قریب کر دیتا ہے اسی واسطے اللہ تبارک وتعالے نے اپنے مومنوں کو مطلع کیا کہ کسی حالت میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ جیسا کہ آیت قرآنی شاہد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

سورۃ المنافقون رکوع ۲ (اے ایمان والو! نہ غافل کر دے تمکو تمہارا مال اور تمہاری اولاد۔ اللہ کے ذکر سے اور جو لوگ ایسا کریں گے (یعنی مال ، دولت جاہ وحشمت اور بال بچے میں مشغول ہو کر تم میں سے جو اللہ کا ذکر نہ کر سکا) وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے ۔

اور اللہ جل شانہ' اپنے کلام پاک میں ایمان والوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

سورۃ الاحزاب رکوع ۶ (اے لوگو جب ایمان لائے ہو تو ذکر کرو اللہ کا بکثرت اور اس کی پاکی (تسبیح وتہلیل) بیان کیا کرو صبح وشام۔

سالکان طریقت اور مسلمانانِ عالم کو چاہیئے کہ صرف نماز پر اکتفا نہ کریں بلکہ نماز کے علاوہ بھی ہر حالت میں ذکر الٰہی کیا کریں۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالے نے صاف حکم دیا کہ نماز سے فارغ ہو کر بھی ہر حال میں اپنے پروردگار کو یاد رکھو یعنی اس کا ذکر کیا کرو۔ ارشادِ مولائے کریم ہے :

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا

وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ. سورۃ النساء رکوع ۱۵ (پس جب تم پڑھ چکو نماز ذکر کیا کرو اللہ عزوجل کا (یعنی اللہ کو یاد کرو) کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں۔

اور یہ بھی فرما دیا کہ جب راہِ خدا میں جنگ کے لئے نکلو اس وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ بلکہ کثرت سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ سورۃ الانفال رکوع ۶ (اے ایمان والو جب تمہارا مقابلہ ہو کسی فوج سے تو مضبوطی سے جم جاؤ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔

اللہ کے ذکر سے دینی و دنیوی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اور ہر کام میں کامیابی و برکت حاصل ہوتی ہے۔

مذکورہ آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ مومنوں کے لئے صلاح و فلاح حاصل کرنے کا ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے۔

سورۂ جمعہ میں بھی اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (اور اللہ کا ذکر کرو بکثرت تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

مذکورہ آیتِ قرآنی کے علاوہ فضائلِ ذکر کے متعلق بہت سی احادیث بھی صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

حضورِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں سے کون لوگ زیادہ
اونچے درجوں پر ہوں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کرنے
والا خواہ مرد ہو یا عورت (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا ہے کہ جب باغہائے جنت
پر تمہارا گزر ہو تو کچھ کھایا پیا کرو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم۔ باغہائے جنت کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ذکر الٰہی کے حلقے (ترمذی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وقت صحابۂ کرام کی ایک جماعت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے ایک حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے ایک حلقہ (جماعت) پہ گزر ہوا اور آپ
(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کس غرض سے بیٹھے ہو انھوں
نے جواب دیا کہ ہم اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ کا ذکر کریں اور ہم کو اسلام نے جو ہدایتیں
نعمتیں دی ہیں اس کا شکر ادا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو
رب خدا کی بتلاؤ صرف اسی لئے بیٹھے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ قسم ہے اس
ذات کی اس کے سوا اور کسی غرض سے نہیں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سنو!
میں نے تم لوگوں کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہیں دی ہے مگر بات یہ ہے کہ میرے پاس جبرئیل
علیہ السلام آئے اور مجھ کو اطلاع دی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے متعلق فرشتوں سے

فخر و مباہات کر رہا ہے (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان گھٹنے ٹیکے بیٹھا رہتا ہے ابن آدم کے قلب پر جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے۔ اگر وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے (بخاری)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے یعنی یاد کرنے والا زندہ ہے اور یاد نہ کرنے والا مردہ ہے (بخاری و مسلم)

حدیث قدسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اسکے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسلام کے احکام بہت ہیں۔ آپ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے کوئی ایسی چیز (عمل) بتا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ۔ یعنی تمہاری زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہا کرے (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

سالکان طریقت کو معلوم ہو کہ حضور انور سردار انبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ان فی الجسد مضغة فاذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ یعنی جسمِ انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے وہ جب اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ وہ (ٹکڑا) قلب ہے جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دل میں گندگی کا ایک داغ لگتا ہے اس طرح جتنے گناہ زیادہ ہوتے جائیں گے اتنی ہی دل میں معصیت کی گندگی اور اندھیری بڑھتی جائے گی ایسے دل کو صاف کرنے کے لئے ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کی صیقل ہوا کرتی ہے اور قلوب کی صیقل ذکرِ الٰہی سے ہوا کرتی ہے (بخاری و مسلم) لکل شیئ صقالة وصقالة القلوب ذکر اللہ۔

سالکانِ طریقت پر ہر گناہ سے بچنا لازم ہے کیونکہ گناہ ایک قسم کی پلیدی یا گندگی ہے جو دھوئیں کی صورت میں پذیر ہو کر دل کو گھیر لیتا ہے اور وہ دھواں بھی نہایت خطرناک ہے جب وہ دل میں پہنچتا ہے تو دل کی بینائی (نور) کو ضائع کر دیتا ہے۔ دل کی بینائی دیدارِ حق کا اصل ذریعہ ہے۔ اہل اللہ کو جو تجلی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے وہ اپنے دل کی آنکھ ہی سے خداوند کریم یعنی تجلی ذات کا مشاہدہ کرتے (دیکھتے) ہیں۔

سالکانِ طریقت یعنی طالبانِ حق کو چاہیئے کہ ذکرِ الٰہی سے اپنے دل کی بینائی کو قائم رکھیں اور اسکی روشنی (نور) زیادہ کرنے کے لئے کثرتِ ذکرِ الٰہی (تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا) کیا کریں کیونکہ اللہ کے ذکر ہی سے قربِ خداوندی

حاصل ہوتا ہے۔ ذکرِ الٰہی کو قابلِ قبول بنانے کے لئے اسکی طرف دل کا لگاؤ ہونا ضروری ہے
کیونکہ جتنا ہی دل کا لگاؤ زیادہ قوی ہوگا اتنی ہی راہِ قرب آسان ہوگی۔ اللہ تبارک
وتعالےٰ کے ساتھ جو دل کا لگاؤ ہے اسکی انتہا میں عشقِ خداوندی کا مقام ہے اور
عشقِ خداوندی کی انتہا محبت کی لہروں میں قربِ خداوندی کا ثمرہ ہے۔ سالک کو چاہیے
کہ ہمیشہ اسکے دھیان میں محو رہے۔ اور ہر آن اسے یاد کرے۔ اور اسکی خوشنودی حاصل
کرنے کے لئے ہر قدم اس کی رضا پر رکھے اور اس کے ہر ایک امر کی تعمیل و تکمیل
کرے۔ اور ہر نواہی سے اجتناب کرے۔ جب بندہ کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو
اسے وہ دوست رکھتا ہے اور فرشتوں کو بھی دوست رکھنے کا حکم کرتا ہے۔ اور
لوگوں میں وہ عزیز ہو جاتا ہے اور چاروں طرف اسکی مقبولیت کی شہرت ہونے
لگتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ راجہ اور بادشاہ بھی تارک الدنیا فقیر کے دروازے
کا محتاج ہوتا ہے اور اسکی خدمت میں سر جھکا کر درگاہِ خداوندی میں اپنے لئے
دعائے خیر کرنے کی عرض کرتا ہے۔

جب ذاکرین کی نگاہ عالمِ خیالاتِ فاسدہ اور ماسوا اللہ سے نکل کر یکسوئی
کے ساتھ ذکر اللہ میں لگ جاتی ہے۔ اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ
حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقر رکوع ۲۰) کے مطابق ہر دنیوی چیز کی محبت سے محبتِ
خداوندی اسکے دل میں نہایت قوی اور زیادہ ہو جاتی ہے ا۔ اس عالم میں سالک
بے مثال طور پر ذکرِ الٰہی میں مستغرق ہو کر ماسوا اللہ کے ہر شئے اور دنیا سے
بے رغبت اور دنیا داروں سے بے تعلق ہو جاتا ہے جسکے سبب اس پر خداوند کریم
نظرِ کرم فرماتا ہے اور اپنی تجلیِ ذات کا پردہ اٹھا کر اس بندہ خاص کو انوار

برکات کے آثار و ثمرات سے نوازتا ہے یعنی سالک ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر ماسوا
اللہ کے فراموش ہو جانے کے بعد اس پر خداوند کریم کا نہایت فضل و کرم ہوتا
ہے اور وہ تجلی ذات کے آثار و برکات بھی ایسے عظمت والے ہیں جس سے سالک
کو معیت کے گرد و غبار سے نکال کر اللہ کی طرف ہمیشہ کے لئے کھینچ لیتے ہیں۔
اور اس کا دل بھی تجلی ذات و انوارِ الٰہی سے معمور و منور ہو جاتا ہے۔ اور وہ
صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (سورۂ بقر رکوع ۱۶) کے مطابق
تجلی ذات کے رنگ سے رنگ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ تجلی ذات اسے مشاہدہ ہونے
لگتی ہے۔ اس وقت سالک کو احکامِ خداوندی و اطاعتِ نبوی صلے اللہ علیہ
وسلم بجالانا نہایت آسان معلوم ہوتا ہے اور اس کی فرمانبرداری کرنا اسے
حکومت و سلطنت سے بھی زیادہ پیارا لگتا ہے۔

اسی مقام پر حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
دمے با یاد حق بودن بہ از ملک سلیمانی

یعنی تیس سال کے بعد یہ حقیقت خاقانی پر ثابت ہوئی کہ ایک دم یادِ حق
میں مشغول رہنا ملک سلیمان سے افضل ہے۔ اس عالم میں سالک کو اپنے
خدائے کریم کی نافرمانی کرنا نہایت گراں و دشوار محسوس ہوتا ہے اور ہمیشہ
وہ دل اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بیزار
رہتا ہے۔ اگر سہواً اس سے اللہ تبارک و تعالےٰ اور اس کے رسول پاک صلے اللہ
علیہ وسلم کی رضامندی اور اطاعت کے خلاف کوئی کام سرزد ہو جائے تو وہ

نہایت شرمندہ ہوکر اپنے مولائے کریم سے توبہ واستغفار کرتا ہے۔
سالک کو ایسی عجز و استغفار پسندیدہ حالت میں دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ
اس پر نہایت مہربان ہوجاتا ہے اور اسے اولیاء و ابدال اور غوث و قطب
وغیرہ کے درجات سے نوازتا ہے اور اسے اسرار علوم علوی و سفلی سے باخبر کردیتا
ہے اور اس پر رموز الہیہ منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اس وقت وہ دنیاداری سے
بے تعلق اور دنیا کی سب چیزوں سے بے رغبت ہوجاتا ہے اور محبت خداوندی
اس کے دل میں ہر چیز سے زیادہ قوی ہوجاتی ہے اور ہر محبت کے مقابلے میں محبت
خداوندی اسے عزیز معلوم ہوتی ہے اسکی زندگی کا ہر قدم اللہ تبارک وتعالیٰ
کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اٹھتا ہے اور اللہ کی محبت میں وہ اپنی زندگی کے
ہر سانس کو ذکر الہیٰ کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ دنیا کی تمام لغویات بھی اسکے دل
سے اللہ کی محبت کو زائل نہیں کرسکتیں بلکہ اس کی ضد میں اللہ کی محبت اور زیادہ
ہوجاتی ہے وہ اس محبت کو اپنی زندگی کا اصل مقصد سمجھتا ہے، ایسے مخلص بندوں
کے متعلق ہی اللہ پاک کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ سورۃ البقرہ رکوع ۲۰ (اور جو
لوگ ایمان والے ہیں ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے)

جب ذکر الہیٰ کرتے کرتے سالکان طریقت پر وہ کیفیت آپہنچتی ہے جو عارف
اللہ سے مناسبت اور خصوصیت رکھتی ہے تو اس وقت ان کے دلوں میں اللہ
کے خوف سے لرزہ پیدا ہوجاتا ہے اور اللہ کی باتوں کو سنتے ہی ان کے بدن
کے رونگٹے (بال) کھڑے ہوجاتے ہیں ان کی ظاہری و باطنی حالت اسں

ہیت کے مطابق ہوجاتی ہے۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ ؕ سورۃ الزمر رکوع ۳ (یعنی اللہ نے اتاری ہے بہتر بات (جو) کتاب ہے یکساں دہرائی جانے والی۔ (اس کو سننے سے) بال کھڑے ہوجاتے ہیں ان خدا ترس لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ پھر نرم ہوجاتے ہیں رونگٹے ان کے اور دل ان کے ذکر الٰہی کی طرف)

یہ بکمال پسندیدہ بندوں کے افعال ہی کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملخصا ومایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الّذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان یسئل اعطیتہ وان یستعاذنی لاعیذنہ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ (فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرے قرب کی تلاش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبّت کرتا ہوں تو میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں

جس سے وہ سنتا ہے۔ اور وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ طالب المولیٰ کو ذکرِ الٰہی دنیا کے فریب و جال سے نکال کر خدا کا مقرب بنا دیتا ہے اور جہنم کے کھٹکے سے نجات دلا کر جنت میں پہونچا دیتا ہے اور دنیا کی تمام نعمتوں سے ذکرِ الٰہی افضل ہے. پس اگر ذکرِ الٰہی آئینۂ دل کا سہارا ہے اور طالبانِ حق کے لئے عشقِ خداوندی سے زخمی ہوئے دلوں کا مرہم ہے۔ اور ایمان والی روحوں کی غذا ہے۔

حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ذکرِ حق آمد غذا ایں روح را
مرہم آمد ایں دل مجروح را

یعنی ذکرِ الٰہی اس روح کے لئے غذا ہے اور اس زخمی دل کے لئے مرہم ہے۔ معلوم ہو کہ ذکرِ حق کا جو اصل ذائقہ ہے وہ عارف باللہ ہی کو ملا کرتا ہے اور اس کا اصل ثمرہ اسی کو حاصل ہوتا ہے وہی اللہ کے ذکر کی قدر کرتا ہے جو اللہ سے وصل اور دنیا سے فصل کرنا چاہتا ہے۔

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکرِ الٰہی کی حقیقت پہ پہنچ کر جب عشقِ خداوندی کا ثمرہ حاصل کیا تب اللہ سے وصل کر کے ذکر اللہ کی تعریف اس طرح کی۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام ⁂ شیر و شکری شود جانم تمام

خود چہ شیریں ست نام پاک تو ⁂ خوشتر از آبِ حیات ادراک تو

اللہ اللہ یہ کیا میٹھا نام ہے کہ دودھ شکر کی طرح مری جان ہوئی جاتی ہے۔ تیرا نام پاک خود کتنا میٹھا ہے اور تیرا ادراک آبحیات سے بدرجہا افضل ہے۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ دل میں اللہ کا نور پیدا کرے اور خصائل رذیلہ۔ حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت، کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب اور شہواتِ نفسانی وغیرہ سے اپنے دل کو پاک کرے۔ یہ سب خصائل ایسے ہیں کہ ذکر الٰہی کے انوار کو کھا لیتے ہیں اور دل میں اندھیرا کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی کو دل میں جمنے نہیں دیتے جس سے کہ دل میں انوارِ الٰہی پیدا ہو سکیں۔ جس دل میں اللہ کا نور نہیں ہے وہ دل "دل" ہی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چوں نہ باشد نور دل دل نیست آں

چوں نہ باشد روح جز دل نیست آں

یعنی جب نہ ہو نور دل میں وہ دل ہی نہیں اور جب نہ ہو روح جز، تو وہ کل ہی نہیں۔ حقیقتاً دل انوارِ الٰہی کی جگہ ہے اگر وہ انوارِ الٰہی سے خالی (ویران) ہو تو وہ شیطان کا حجرہ بن جاتا ہے۔

جس طرح اگر کسی مکان میں انسان کی آبادی نہ ہو تو اس میں جنات رہتے ہیں تصرف کر لیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل ذکر الٰہی سے غافل اور تجلیِ ذات سے خالی ہوتا ہے تب اس میں شیطان کا لشکر آباد ہو جاتا ہے اور وہ ان انسانوں کے دل میں

طرح طرح کے وسوسے ڈال کر دل کو حق کی طرف سے موڑ دیتا ہے۔

حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

دل اس کو کہتے ہیں جو دل ذکر الٰہی اور تجلیٔ ذات سے معمور ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ اسے نظر رحمت سے دیکھتا ہو اور جو ذکر الٰہی سے غافل اور انوارِ الٰہی سے خالی (ویران) ہو اور فضول خیالات سے بھرا ہوا ہو وہ دل دیو، بھوت اور شیطان کا حجرہ (گھر) ہے۔ حقیقتہً وہ دل "دل" ہی نہیں ہے۔

پس سالکانِ طریقت و مسلمانانِ عالم کو چاہیئے کہ اپنے قلوب کو ذکر الٰہی سے معمور کریں اور ہر قسم کی پلیدی و گندگی سے اپنے دل کو پاک و صاف رکھیں تاکہ ان کو نعمتِ عظمےٰ حاصل ہو سکے۔

غوث الاعظم حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے

اگر تم اس ذاتِ باری تعالیٰ کو ارادہ سے یاد کرو تو وہ تمہیں افادہ سے یاد کرے گا۔ تم اسے تنگدستی میں یاد کرو وہ تمہیں فراخدستی کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے نفقے ساتھ یاد کرو وہ تمہیں اقتدار کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے سلام کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں اکرام کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے صدق کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں رزق کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے تعظیم کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں تکریم کے ساتھ یاد کریگا تم اسے صفائی کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں نیکی کے ساتھ یاد کریگا۔ تم اسے ترکِ جفا کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں وفا کے ساتھ یاد کریگا۔ تم اسے ترکِ خطا کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں عطا کے ساتھ یاد کریگا۔ تم اسے خلوص کے ساتھ یاد کرو تو وہ تمہیں خلاصی کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے غفلت کے بغیر یاد کرو تو وہ تمہیں مہلت کے بغیر یاد

کریگا۔ تم اسے ندامت سے یاد کرو تو وہ تمہیں کرامت سے یاد کرے گا۔ تم اسے معذرت
سے یاد کرو تو وہ تمہیں مغفرت سے یاد کریگا۔ تم اسے دعا سے یاد کرو تو وہ تمہیں عطا
سے یاد کرے گا۔ تم اسے توبہ سے یاد کرو تو وہ تمہیں بخشش سے یاد کرے گا۔ تم اسے حمد و
ثنا سے یاد کرو تو وہ تمہیں احسانات و انعامات سے یاد کریگا۔ تم اسے شوق و محبت سے
یاد کرو تو وہ تمہیں وصال و قربت کے ساتھ یاد کرے گا۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ سورۃ عنکبوت ع ۵ (اور یقیناً اللہ کا ذکر بڑا ہے)

واقعی یہ بندوں کی بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے کہ وہ ایسے رحیم و کریم آقا کے ذکر و یاد
سے غفلت برتتے ہیں۔

مسلمانوں پر ساری نحوست اس امر کی ہے کہ وہ خدا کو بھول بیٹھے ہیں،
جب تک مسلمان اللہ کے رہے انھوں نے دنیا بھر پر حکومت کی، جب تک خلوص
اور صدق کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنی گردنیں جھکاتے رہے سارے عالم کی
گردنیں ان کے سامنے جھکیں رہیں۔

فِکر کی فضیلت

وصول الی اللہ کے واسطے خدا کی مخلوق پر غور و فکر کرنا بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ بغیر فکر کے عبادت بھی ناقص رہتی ہے اسی طرح فکر کے علاوہ صرف ذکر تنہا قابل قبول ہونا محال ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا۔ آسمان اور زمین میں سب انسانوں کے فائدے کیلئے پیدا کیا ہے ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی اگر بندہ غور و فکر کرے تو آسانی کے ساتھ خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ سورہ حشر رکوع ۲ (یعنی اور ہم یہ سب مثالیں بیان کرتے ہیں ان کیلئے تاکہ وہ لوگ فکر کریں)۔

ایک دوسری جگہ فکر کرنے والے کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. سورۃ آل عمران (اور غور کرتے ہیں وہ لوگ (میری خلق پر) جو کچھ پیدا کیا ہے میں نے آسمان اور زمین کے بیچ میں)

تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ ایک ساعت کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دی جائیگی کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہے؟ جواب ملے گا۔ وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اسکے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جسکے پیچھے یہ سب جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائیگا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے۔ جو چپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقات میں سوچ رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ ذات پر غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراء الوراء ہے) بلکہ اسکی مخلوقات پر غور کیا کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور

ملے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی خاص بات سنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو خاص نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑو میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر اٹھے، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینۂ مبارک پر بہتے رہے۔ پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدے میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گزار دی حتیٰ کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلانے کے لئے آ گئے میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا۔ حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ سورۂ آل عمران رکوع ۲۰ (یعنی بیشک آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے ردّ و بدل میں کھلی نشانیاں ہیں۔ اہل عقل کو)

پھر فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو یہ آیت پڑھے اور ان چیزوں پر تفکر نہ کرے عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے کہ ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک ساعت کا غور اسّی سال کی عبادت سے افضل ہے۔

ام درداؓ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ ابو درداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی
فرمایا غور و فکر۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل
ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات
اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنیٰ ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ
اور ہوتا ہے۔ ایک۔ اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور و فکر معرفت کی کنجی ہے دوسری
اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے یہی غور و فکر ہے جسکو صوفیائے کرام
مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ یا روح اللہ روئے زمین
پر اور کوئی بھی آپ کے مثل ہے۔ فرمایا۔ ہاں ہے جس شخص کا کلام بالکل ذکر ہو اور
خاموشی بالکل فکر ہو اور نظر بالکل عبرت ہو وہ میرے مثل ہے۔
حضرت سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین نے فرمایا کہ عبادت
سے تم اپنی آنکھوں کو حصہ دو لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم) کیونکر؟ فرمایا اس طرح پر کہ مصحف میں دیکھکر کلام اللہ پڑھا
کرو اور اسکے معنیٰ میں تفکر کیا کرو اسکے عجائبات سے عبرت لیا کرو۔
حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دنیا میں تفکر کرنا حجاب
آخرت ہے اور آخرت پر تفکر کرنے کا ثمرہ حکمت اور دلوں کی زندگی ہے۔ تفکر جسکی
حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے قلب کیلئے بمنزلۂ چراغ کے ہے اور قلب بدون فکر
کے مثل اندھیری کوٹھری کے ہے کہ بدون شمع و چراغ کے کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس میں

کیا ہے ؟

اسیطرح بدون فکر کے کسی شئے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی اور جب فکر کریگا تو اسکے حقائق اشیاء قلب پر منکشف ہوں گے اور حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا اور دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا کھلی آنکھوں معلوم ہوگا۔ اور حق تعالےٰ کا عظمت و جلال اور اس کا قہار و جبار و منعم حقیقی ہونے کا مشاہدہ ہوگا اور نیز اپنے نفس کے مخفی عیوب اور نفس کے حیلے بہانے اور دنیا کا جائے غرور ہونا مفصل معلوم ہوگا اور اگر فکر جاتا رہا تو قلب مثل اندھیری کوٹھری کے رہ جاویگا کسی شئے کی اسکو تمیز نہ رہیگی

تفکر ایک آئینہ ہے جس میں نیکی اور بدی نظر آتی ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک گھڑی غور و فکر کرنا ساری رات کی عبادت سے افضل ہے۔

فکر تین قسم پر ہے۔ اول یہ ہے کہ جو مصنوعات پہ فکر کی جاتی ہے جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی موجودگی معلوم ہوتی ہے اور ایمان کو تقویت ہوتی ہے۔ یہ شان علمائے حقانی کی ہے۔

دوسری قسم یہ ہے جو کہ رب العزت کی مہربانیوں اور احسانوں اور بڑی بڑی نعمتوں پہ فکر کی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ یہ شان عاقلین اور خدا کے پسندیدہ و مقبول بندوں کی ہے

تیسری قسم یہ ہے کہ جو اپنے اعمال (اچھے برے کاموں) پہ اور اخلاص پیدا کرنے میں فکر کی جاتی ہے۔ یہ صفات عابدوں کی ہیں۔۔

فکر کی بدولت دینی و دنیوی ہر کام کا انجام بخیر ہوتا ہے اور بے فکری و بے پروائی کے سبب سے اکثر لوگ ناکامیاب رہتے ہیں یہی سبب ہے کہ

صوفیائے کرام ذکر اللہ کے ساتھ ہی ساتھ خلقِ خدا پر فکر کرنا اپنے لئے لازم سمجھتے ہیں۔ چونکہ اسکی دی ہوئی نعمتوں پہ فکر کرنے سے محبتِ خداوندی میں زیادتی ہوتی ہے اور ذکرِ الٰہی میں بھی لذت کا اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے اہل اللہ فکر کو عقل کا مغز بتاتے ہیں۔
پس غور و فکر وصول الی اللہ کے واسطے ایک عمدہ طریقہ ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ اس دولتِ بابرکت سے محروم نہ رہے۔

مشارطہ کا بیان

مشارطہ کے لغوی معنیٰ باہم شرط کرنا ہے۔ جب کوئی شخص سوداگری میں شرکت (تجارت) کرنا چاہتا ہے تو وہ ضرور اپنے بھاگیدار (حصہ دار) سے پہلے ہی شرط و معاہدہ کرلیتا ہے تاکہ وہ بعد میں دھوکہ نہ دے اور تجارت کو بخیر و خوبی انجام دے سکے سستی اور غفلت نہ کرے اسی طرح صوفیائے کرام بھی اپنے نفس سے نیکی کرنے کا عہد و اقرار کرلیتے ہیں تاکہ آخرت کی دائمی سوداگری میں کوئی نقصان نہ آجائے اور بھاگیدار نفس مال خیر (نیکی) کے بجائے کہیں شر (بدی) خرید کرنہ بیٹھے۔ پس اے سالک تو بھی اپنے نفس کی چال سے باخبر رہا کر کیونکہ وہ تیرا بھاگیدار ہے اور تجھے اس کے ساتھ تمام زندگی آخرت کی سوداگری میں گزارنا ہے اور آخرت کی سوداگری دنیا کی سوداگری سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے

اسی طرح اس کا ایک نقصان دنیا کے لاکھوں کروڑوں نقصان سے بڑھ کر ہے۔ تیرا ایسا گیدا نفس سراسر دھوکہ باز ہے اور وہ عقلِ سلیم سے محروم ہونے کے سبب آخرت کی تجارت کے طریقے سے نا آشنا ہے نہ اسمیں سوداگری کرنے کی صلاحیت ہے نہ خیر و شر کی تمیز۔ بلکہ وہ سراپا گناہگار بدکار سیہ کار ہے تجھے اس کے شر سے آگاہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ اسلئے کہ ایسا نہ ہو کہ تجھے کہیں دھوکہ دے بیٹھے اور اپنی غلطی سے تجھے آخرت کے انعامات و ثمرات اور قرب باری تعالیٰ و دیدار خداوندی سے محروم کردے۔ لہٰذا اے سالک طالب حق تو اس نفس کی ہر حال دہر آن نگہبانی کر اور اسے اچھی باتوں و خصلتوں کی تعلیم دے۔ اور اچھے کاموں پر لگائے رکھ تمام فرائض اور احکام الٰہی و اتباع رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل و تکمیل کرنے اور عبادات اذکار الٰہی تلاوتِ قرآن مجید صدقہ و خیرات وغیرہ ادا کرنے اور دن بھر تمام امور میں صدق، اخلاص، ادب، خدمت، تواضع وغیرہ بجالانے اور حرص، طمع، بخل، غیبت حسد، کبر وغیرہ سے بچنے کا حکم کر اور نفس سے ان سب باتوں کے پابند رہنے پر عہد و اقرار لے اور دن بھر ان شرائط کی پابندی و نگہبانی کر تاکہ ان سب کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہونے پائے۔ اسی شرط و معاہدہ کو طریقت میں صوفیائے کرام مشارطہ کہتے ہیں۔

محاسبہ کا بیان

محاسبہ کے لغوی معنیٰ حساب کرنا ہے اور سالکانِ طریقت اپنے نفس سے حساب طلب کرنے کو محاسبہ کہتے ہیں کہ اے نفس اگر تو رات کو سوتے میں مرجاتا تو یہی آرزو رہتی کہ کاش ایک ہی دن کی مہلت اور ملجاتی تاکہ کچھ تو اپنا نامۂ اعمال درست کرلیتے۔ اب خدا نے یہ نعمت دی ہے یعنی زندگی عنایت کی ہے تو اے نفس، کہا مان اس سرمایۂ زندگی کو غنیمت جان ضائع مت کر، خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل کی مہلت نہ ملے اور حسرت ہی حسرت رہے۔

آج ہی یہ سمجھ لے کہ تو نے مرکر ایک ہی دن کی مہلت مانگی اور حق تعالیٰ نے مہلت دی اس سے بڑھکر اور کیا نقصان ہوگا کہ تو تضییع اوقات کرے اور سعادت حاصل کرنے سے محروم رہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نزدائے قیامت کو ہر روز و شب کہ چوبیس گھنٹے

ہوتے ہیں ان کے عوض چوبیس[۲۴] خزانے بندے کے سامنے رکھ کر ایک خزانے کا
دروازہ کھولیں گے بندے نے اس ساعت میں جو نیکیاں کی ہیں ان کے سبب سے
اس خزانے کو پر نور دیکھے گا۔ اس وجہ سے اسقدر خوشی اور راحت ونشاط اور
فرحت اس کے دل کو حاصل ہوگی کہ اگر اس میں سے دوزخیوں کو بانٹ دے تو وہ
آتش دوزخ سے بیخبر ہوجائیں وہ خوشی اس سبب سے حاصل ہوگی کہ بندہ جانیگا
کہ یہ انوار خدا کے نزدیک اسکی قبولیت کا وسیلہ ہوں گے۔

پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھولیں گے وہ سیاہ اور تاریک ہوگا اسمیں
سے ایسی بدبو آتی ہوگی کہ سب لوگ ناک بند کرلیں گے وہ خزانہ ساعتِ معصیت
ہے اسے دیکھ کر ایسی ہیبت اس کے دل میں پیدا ہوگی کہ اگر جنتیوں پر تقسیم کیجائے
تو سب کو بہشت تلخ ہوجائے۔

ایک خزانے کا دروازہ کھولیں گے وہ خالی ہوگا۔ نہ اسمیں نور ہوگا اور نہ
ظلمت۔ یہ خزانہ وہ ساعت ہے جس میں بندے نے نہ کچھ گناہ کیا ہے اور نہ
عبادت۔ اسوقت بندے کے دل میں ایسی حسرت وپشیمانی پیدا ہوگی کہ جیسے
کوئی شخص بڑی مملکت اور بے انتہا خزانے پر قادر ہو اور اس کی قدر نہ جانے
حتیٰ کہ وہ ضائع ہوجائے۔

تمام عمر کی ایک ایک ساعت اسی طرح بندے کے سامنے پیش ہوگی۔
چنانچہ صوفیائے کرام رات کو اپنے نفس سے اوقات کے حساب طلب کرتے
ہیں کہ دن رات میں انکا وقت کس کس کام پر صرف ہوا۔ پس جسکو محاسبہ کرنے
کا ارادہ ہو تو چاہیئے کہ رات کو جب دنیوی کام دکاج سے فارغ ہو تو تنہائی

یں صبح سے لیکر سونے تک جو وقت صرف ہوا اس کے ہر ایک حصّہ اور لمحہ کو یاد کرے کہ کون ساوقت کہاں اور کس کام میں گزرا۔ معصیت میں یا بندگی میں۔ جو وقت بندگی میں گزرا ہوا یاد آئے اس پر شکر خداوندی ادا کرے۔ اسی طرح ہر ایک نیکی یاد آنے پر الحمد للہ کہتا جائے اور دوران محاسبہ میں جب کوئی گناہ سرزدہ یاد آئے تو اس پر نادم ہو اور بارگاہِ بے نیاز میں خلوص دل سے توبہ کرے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ زبان سے کہتا جائے۔

اسی طرح تمام اوقات پر نگاہ دہراتا جائے اور ساتھ ہی ساتھ توبہ و استغفار و شکر خداوند کریم ادا کرتا جائے اسی کا نام محاسبہ ہے۔

مراقبہ اور مشاہدہ کا بیان

مراقبہ رقبہ سے ہے۔ لغت میں رقبہ گردن کو کہتے ہیں چونکہ جب کسی بات کی فکر میں اور کسی خیال میں آدمی مستغرق ہوجاتا ہے تو فطری طور پر عادتاً خود بخود گردن جھک جاتی ہے۔ اسی مناسبت سے صوفیائے کرام نے اس کا نام مراقبہ رکھا ہے۔

پس جب سالک ہر چیز اور ہر کام سے فارغ اور یکسو ہو کر اور تمام حواس

ظاہرہ وباطنہ کو جمع کر کے اور ہر قسم کے خیالات وخطرات کو دل سے نکال کر حرف باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ایک گوشہ میں چشم بند کر کے اسکے دھیان میں مستغرق ہو جانے کا نام مراقبہ ہے۔

اور اس مراقبہ کے ذریعہ جب سالک اللہ تبارک وتعالیٰ کے عشق ومحبت میں بے انتہا غرق ہو کر اپنے کو اور تمام خلق کو بھول جاتا ہے اور اسکی نگاہ غیر اللہ کے خیالات سے بالکل اٹھ جاتی ہے تو اس وقت تجلی ذات کا سالک پر بے انتہا نزول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سالک تجلی ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسے جو کچھ نظر آتا ہے اسے مشاہدہ کہتے ہیں۔

ذکرِ خفی کی فضیلت

امام الطریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ محبوب سبحانی امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دار و مدار ترقی اور قربِ حق کے واسطے ذکرِ قلبی یعنی ذکرِ خفی پر رکھا ہے برخلاف دیگر طریقوں کے۔ کہ ان مبارک طریقوں میں ذکر ربانی و سیر آفاقی سے سلوک شروع کیا ہے اور حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے ذکر خفی اور سیر انفسی سے اور دیگر حضرات نے سلوک کو مقدم رکھا ہے اور حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جذب کو مقدم رکھا ہے۔ سب طرق مبارک میں زیادہ تر ذکر اہم

ذات اور نفی اثبات کو لیا ہے اور اکثر حضرات نقشبندیہ نے اسم ذات کے ذکر کو لیا ہے
یا صرف ذکر ذات کو جس سے مراد وقوف قلبی ہے یعنی دل کا خیال ہر وقت ذات واجب
الوجود کی طرف ہونا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ذکر کلمۂ توحید سے سلوک طے ہوتا ہے۔
اور ذکر اسم ذات سے جذب پیدا ہوتا ہے اسی واسطے حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین اپنی کوشش سلوک کو مؤخر جان کر جذب ربانی کو مقدم رکھتے ہیں۔
راز ذکر اسم ذات کا یہ ہے کہ اکثر محققین و محدثین حضرات اس اسم کو اسم اعظم
کہتے ہیں۔ علاوہ اس کے جس قدر خداوند کریم کے اسماء صفات ہیں انکا ایک
حرف کم کر دینے سے وہ اسم بے معنیٰ ہو جاتا ہے جیسے رحمٰن یا رحیم
کی رے کریم کا کاف کم کر دیا جائے علیٰ ہٰذا القیاس لیکن اسم ذات کا ایک
ایک حرف ذات کی طرف اشارہ ہے۔
جیسے اللہ کا الف گرا دینے سے لِلّٰہ رہجاتا ہے۔ لِلّٰہِ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور لِلّٰہ کا لام گرا دینے سے لَہٗ بن جاتا ہے۔
لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور لَہٗ کا لام کم کر دینے سے ھُوْ رہجاتا
ہے سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست ⁂ اسم اعظم از برائے قرب اوست

یعنی اللہ اللہ ذات پاک دوست کا اسم اعظم ہے اسکے (یعنی خدا) کے قرب
کے لئے۔

اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق ⁂ حرف حرفش می دہد جاں را رواق

یعنی اللہ اللہ یہ کیا خوشذائقہ نام ہے کہ اس کا ہر ہر حرف جان کو تازگی اور راحت بخشتا ہے۔

ذکر خفی کے استدلال میں حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آیۃ: اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً (سورۃ الاعراف رکوع ۷) اور حدیث شریف اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا (بخاری) نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا بیشک تم نہیں پکارتے ہو بہرے کو اور نہ غائب کو۔ یعنی آہستہ ذکر کرو اسلئے کہ چلا کر تو جب پکارا جاتا ہے جب کہ کوئی بہرا یا غائب ہو لیکن یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ خدا سمیع و حاضر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ وہ ذکر خفی جسکو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستّر درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالےٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کیلئے جمع فرمائیں گے اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اسکی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکر خفی ہے (مسند ابو یعلیٰ)

حضرت عائشہ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اس ذکر پر جسکو وہ سنیں ستر درجے بڑھا ہوا ہے (بیہقی) یہی مراد ہے اس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزے است ٭ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

میں عاشق اور معشوق میں ایسی رمز بھی ہوتی ہے جسکی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے حضرت جُنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انھوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے۔ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں۔ آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنھوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔

حضرت جُنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا

(فضائل ذکر)

صرف زبانی ذکر سے کشودِ کار باطن کلی نہیں ہوتا، جب تک کہ نظر گاہِ رب العلمین اور جلوہ گاہِ خالق ارض وسماں یعنی (دل) نورِ ذکر سے منور ہو کر خیالِ غیر اللہ سے خالی نہ ہو جائے، لائقِ رحمت نہیں ہوتا۔

باب سوم

لطائف کے بیان

لطائف لطیفہ کی جمع ہے جسکے معنی خوبی۔ نرمی تازگی کے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام نے چند مقدس و پاکیزہ جگہ کو لطیفہ کے نام سے نامزد کیا ہے۔

جس میں سالکان طریقت پر خداوند قدوس کے حقائق و معارف کے پوشیدہ راز کھلتے ہیں اور جس کے ذریعہ عاشقانِ خدا کو قربِ حق و معرفت مولائے کریم حاصل ہوتا ہے اسی کا نام لطیفہ ہے۔

امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انسان دس چیزوں سے مرکب ہے اور چونکہ یہ دس چیزیں محض اللہ تعالےٰ کی لطف سے وجود میں آئیں اور اشرف المخلوقات یعنی انسان کا جز بنیں اسوجہ سے ان چیزوں کو لطائف کہا جاتا ہے۔ ان دس لطیفوں میں پانچ لطیفوں کا اصلی مقام عرش عظیم سے اوپر ہے جکو عالمِ امر کہتے ہیں اور پانچ کا عرش کے نیچے جکو عالمِ خلق کہتے ہیں۔

بالائے عرش کے ۵ لطیفے یہ ہیں :۔ قلب۔ روح۔ سِر۔ خفی۔ اخفےٰ

اور تحت عرش کے ۵ لطیفے یہ ہیں۔ نفس، آگ، ہوا، پانی، مٹی۔

ان دس لطیفوں میں سے آخری چار لطیفوں سے انسان کا جسم بنا ہے۔
اور اول کے چھ لطیفوں کو جسم انسانی کے خاص خاص مقامات سے خالق جل شانہ
نے تعلق و تعشق عطا فرمایا ہے۔

قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ہے۔ روح
کا مقام دائیں پستان کی طرف دو انگل کے فاصلے پر ہے۔ سر کا مقام بائیں
پستان کے برابر دو انگل کے فرق پر ہے سینہ کی طرف جھکا کر۔ خفی کا مقام
دائیں پستان کے برابر دو انگل کے فرق پر ہے سینہ کی طرف۔ اخفیٰ کا مقام وسط
سینہ۔ ۶ لطیفہ نفس جو آگ، ہوا، پانی، مٹی ان سب کا لب لباب ہے
اس کا مقام وسط پیشانی ہے۔

نقشہ لطائف ستہ

نفس

اخفیٰ

سر

خفی

قلب

روح
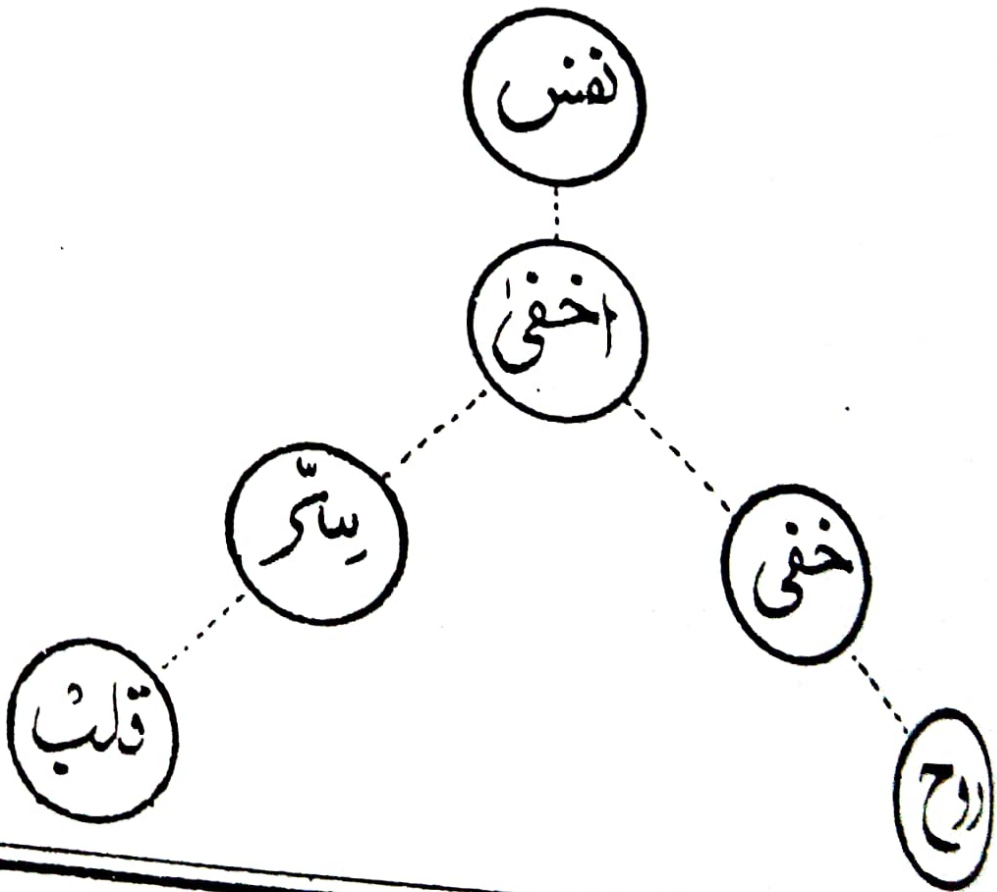
چونکہ خداوند کریم نے عالم امر کی لطیف و نورانی چیزوں کو انسان کے ظلماتی قالب میں رکھ کر انھیں جسمانی لذتوں پر ایسا فریفتہ کیا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے وصول کو بھول گئے اور کدورت کے سبب باوجود اقربیت کے اپنے مولائے کریم سے دور ہو گئے۔

تلقین ذکر و فکر مراقبہ اور توجہ مرشد سے مقصد یہی ہے کہ لطیفے غفلت و ظلمت سے بیدار و صاف ہو کر اپنی حقیقت کو پہچانیں اور اپنی اصل کی طرف رجوع کریں اور ترقی کرتے کرتے مطلوب حقیقی سے واصل ہو جائیں اور خداوند قدوس کی محبت اور اس ذات بحت کی تلاش میں غرق ہو کر اپنی ہستی کو بالکل بھول جائیں

یہ لطائف عشرہ اور ان کی اصل دائرہ امکان میں داخل ہے اسکی نقشہ یہ ہے

دائرۂ امکان
اخفیٰ
خفی
سر
روح
قلب
فوق العرش
عالم امر
عالم خلق
عرش
تحت عرش
نفس — نور بے کیف
اخفیٰ — نور سبز نہایت خوشنما
سر — نور سفید مثل نور مہتاب
قلب — نور زرد مثل روشنی چراغ
خفی — نور سیاہ چمکدار
روح — نور سرخ مثل گل انار
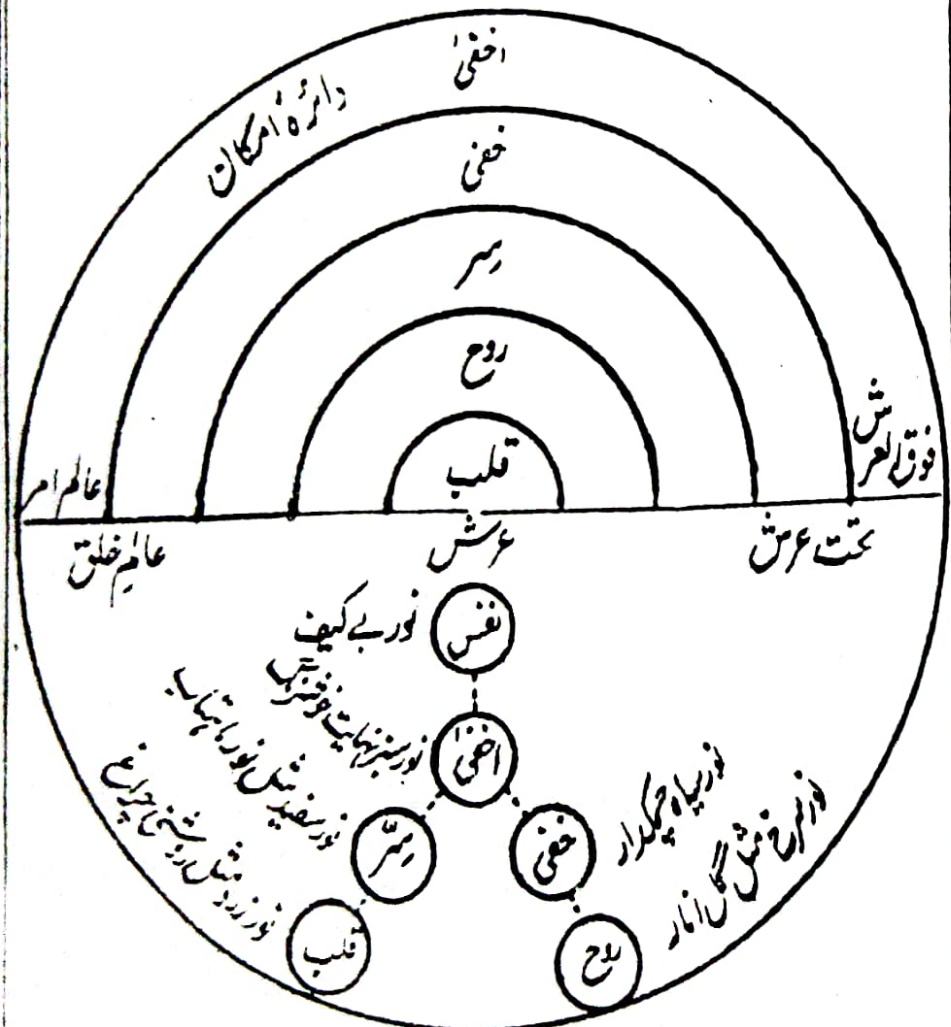
عالم امر کے لطائف خمسہ قلب، روح، سر، خفی، اخفی جاری ہونے کے بعد لطیفہ نفس جسکا مقام وسط پیشانی ہے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ لطیفہ نفس چاروں عنصر آگ، ہوا، پانی، مٹی کا لب لباب ہے اور ان سب کی حقیقت ہے۔

مراقبہ کا طریقہ

طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں سلوک کے مقامات میں مراقبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ دوزانو نمازی کی طرح سر جھکا کر بیٹھے اور دل کو غیر اللہ کے خیالات و تصورات سے پاک وصاف کر دے پھر آنکھ بند کر کے لطائف عشرہ میں سے کسی ایک لطیفہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور انوارِ الٰہیہ پہ تصور جمائے اور مبدا ئے فیض سے اس لطیفہ پر فیض آنے کا انتظار کرے حتیٰ کہ اس تصور میں مستغرق ہو جائے۔ مراقبہ کرتے وقت کسی عضو کو جنبش نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ کا طریقہ ایک بلی سے سیکھا ہے۔ ایک روز میں راستہ میں جا رہا تھا۔ کہ ایک بلی پر اچانک میری نظر پڑی جو چوہے کے بل کے آگے گھات لگائے بیٹھی تھی۔ اسکے سکوت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک بال تک نہ ہلتا تھا۔ میں یہ منظر دیکھ کر حیران ہوا۔ ناگاہ میرے

باطن میں غیب سے آواز آئی ، اے پست ہمت ! میں تیرا مقصود جو ہے سے کم نہیں ۔ تو میری طلب میں اس بلی سے کم نہ ہو" میں نے اس دن سے مراقبہ کا یہ طریقہ اختیار کیا جس سے مجھے مراقبہ کا پورا فیض ملا ۔

سلوک کی ابتداء و تعلیم سنۃ

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ اپنے طلبہ کو یوں سلوک طے کرایا کرتے تھے کہ پہلے لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہو کر اسکو ذکر کیا کرتے تھے پھر لطیفہ روح ، پھر لطیفہ سر خفی اخفیٰ نفس وغیرہ بالترتیب ۔
ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ درود شریف ایک مرتبہ الحمد شریف تین مرتبہ سورۂ اخلاص پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر اسکا ثواب اپنے سلسلہ کے مشائخ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواح کو پہنچائیں پھر مودب ہو کر خشوع وخضوع کے ساتھ باوضو ہو کر بیٹھیں اسکے بعد اپنی موت اور بعد الموت کے حالات کو یاد کریں ۔ اور دل سے غیر اللہ کے تمام خیالات وخطرات کو نکال کر زبان کو حلق کے ساتھ چپکا کر آنکھیں بند کر کے لطیفہ قلب جسکا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے ۔ دل کی خیالی زبان سے اللہ اللہ کہے

تمام اوقات میں اس ذکر پر فوقیت اختیار کرے۔
مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ اپنا سارا وقت ذکر میں صرف کرے نماز میں صرف فرائض، واجبات اور سنن موکدہ پر قناعت کرے پاخانہ اور پیشاب کی حالت میں بھی ذکر سے غافل نہ ہوں۔ یہاں تک کہ قلب جاری ہو جائے یعنی ہر وقت بلا ارادہ اور بلا اختیار قلب سے اللہ اللہ نکلنے لگے جس وقت یہ حالت ہو جاتی ہے تو قلب ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ کسی سے بات کرو یا اور کوئی کام کر دکھاؤ پیو اس حالت میں بھی قلب اپنے کام میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ سونے کی حالت میں بھی جبکہ تمام جسم پر غفلت طاری ہو جاتی ہے تب بیدار رہتا ہے اور ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ اس حالت کے پیدا ہونے کے بعد قلب کو ذرا دیر کے لئے بھی خاموش کرنا غیر ممکن ہو جاتا ہے ایسی ہی حالت کے متعلق کہا گیا ہے کہ
"دست بکار و دل بیار"
اسی طرح چھیوں لطیفوں کو بالترتیب مذکورہ جاری کرے۔ لطیفوں میں کامیابی کی بہت سی علامتیں ہیں ان میں سب سے بڑی چند علامتیں یہ ہیں :۔
اول یہ کہ عبادت و اطاعت میں سے سستی دور ہو جائے اور گناہوں کی رغبت دل سے مٹ جائے اور معرفت مولیٰ و قربِ خداوندی حاصل کرنے کا شوق و ذوق دل میں بڑھ جائے۔
دوسری علامت یہ ہے کہ لطیفوں کی طرف متوجہ ہونے سے سالک کو اس لطیفہ مشاہدہ ہونے لگے اور عبادت و اطاعت میں بے مثال لذت

محسوس ہونے لگے اور لطیفوں میں بے ساختہ ذکر اللہ کی حرکت محسوس ہونے لگے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب طالب بازار میں جائے تو سوائے ذکرِ خدا کے کوئی بات اسکو سنائی نہ دے تب ثبوت ذکر قلبی ہے

حضرت شاہ غلام علی صاحب مجدد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک دل کے جاری ہونے کا یہ اچھا ثبوت ہے کہ جب طالب خواب سے بیدار ہو تو اپنے دل کو بلا اپنی کوشش اور خیال کے خدا کے ذکر میں پائے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ لطیفوں کا نور مشاہدہ ہونے لگے اور ساتھ ہی ساتھ اس سے ذکر الہٰی کی آواز سنائی دے اور حرکت بھی محسوس ہونے لگے۔ اور دل متفرق خیالات سے یکسو ہوجائے اور محبت خداوند قدوس و اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ سالک کے اندر قوی ہوجائے۔ یہ درجہ بہت کم سالکین کو میسّر ہوتا ہے۔ صرف مخصوص طالبان خدا اس درجہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ جب سالک کے دل میں لفظ اللہ کا نقش جم جاتا ہے اور باطن سے میٹھی میٹھی آواز سنائی دیتی ہے تو اس کے دل سے دنیوی محبت محو ہوجاتی ہے۔

جب لطیفہ قلب میں پوری کامیابی ہوجائے تو پھر لطیفہ روح کا ذکر شروع کرے۔ پھر لطیفہ روح کی کامیابی پر لطیفہ سِرّ کا ذکر کرے اسی طریقے پر ترتیب وار چھیوں لطیفوں کو خوب اللہ تعالےٰ کے ذکر میں پختہ کرے۔ جسقدر ذکر قلبی قوی ہوگا اسی قدر سلطان الاذکار قوی ہوگا اور جس قدر سلطان الاذکار قوی ہوگا اسی قدر ولایتِ صغریٰ کا حال اور فیضان قوی ہوگا اور پھر ہر ایک مقام پر ترقی

ت قوی ہوگی .

ذکر قلبی کے بعد ترقی کرنے کی کوشش نہ کریں تب تک زیادہ توقف کریں جب
پختہ ہو جانے پر آگے سلطان الاذکار کی طرف چلنا چاہیئے .

ذکر قلبی قاعدہ بغدادی کی طرح ہے . جو بچہ قاعدہ روانی سے پڑھے گا وہ قرآن
شریف پڑھنے میں بھی تیز اور رواں ہوگا اور جس بچہ کی حروف شناسی اور روانی کم ہوگی .
وہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا . یہی حال ذکر قلبی کا ہے .

سلطان الاذکار کا بیان

عارف رستہ کے ذکر اللہ سے جاری ہونے کے بعد تمام اجزاء جسم حتیٰ
کہ ایک ایک رونگٹا ذکر اللہ کرے اور ذاکر اس کو محسوس کرے اسکو سلطان الاذکار
کہتے ہیں . کبھی کبھی اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ تمام بدن میں جنبش ظاہر ہو جاتی ہے اور
کبھی رعشہ کی طرح حرکت ظاہر ہوتی ہے . اور کبھی رونگٹے کھڑے ہونے کی سی
حالت ظاہر ہو جاتی ہے یا چیونٹیاں سی اس کے بدن پر چلنے لگتی ہیں . اور
تمام بدن میں ایک قسم کی خنکی اور سبکی معلوم ہوتی ہے .

جب سالک پر سلطان الاذکار کا درجہ کھلتا ہے تو وہ اپنے کو ہمیشہ ذکر
کرتا ہوا پاتا ہے اور بدن کے ہر ہر بال سے ذکر الٰہی سنائی دیتا ہے یہاں
تک کہ شجر . حجر . درند . پرند . در و دیوار ، ذرہ ذرہ ، آسمان و زمین سب چیزوں
سے وہ ذکر الٰہی کی آواز سنتا ہے .

جب سالک پر سلطان الاذکار کا عالم اور اس کی کیفیت غالب
ہو جاتی ہے اس پر وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ
لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۵) (نہیں ہے کوئی چیز
مگر یہ کہ تسبیح کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ۔ مگر تم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں
سمجھ سکتے ہو) کا راز کھلتا ہے۔ اس کا ایک لحظہ عین کا ذکر اوروں کے ستر
سال سے بہتر ہے اسی مطلب میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است ٭ دلے داند دریں معنی کہ گوش است

خدا کے ذکر میں تو جس چیز کو دیکھیگا مصروف ہے لیکن اسکو وہی شخص جانتا
ہے جسکے پاس خدا کے دیئے ہوئے کان ہیں۔ اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں ؎

ایں سخن از گوش دل باید شنود ٭ گوش گل ایں جا ندارد ہیچ سود

یہ بات دل کے کانوں سے سنو! مٹی کے کان یہاں کچھ فائدہ نہیں دیتے۔

جب سالک کے اندر کسی وقت غفلت کا غلبہ ہوتا ہے تو ان چیزوں کا
ذکر سن کر سالک کی غفلت دور ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ عزیزان علی رامیتنی
رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذکروا اللہ ذکرا
کثیرا سے کیا مراد ہے۔ تو خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
نہ ذکر کرنے والے سے زبانی ذکر کرنے والا کثیر میں ہے اور کم ذکر کرنے والے
سے زیادہ ذکر کرنے والا ذکر کثیر میں ہے اور زبانی ذکر کرنے والے سے بھی

ذکر ہے، لاذکر کثیر ہے۔ کیونکہ ہر وقت دل اس کا جاری ہے اور جب دل جاری
ہوتا ہے ذکر اعضاء و جوارح اور رگیں اور بوٹ اس کے ذکر کے ساتھ گویا
ہوتے ہیں۔ تو اس وقت میں سالک ذکر کثیر میں شمار کیا جاتا ہے۔ پھر اس سالک
کا ایک روز کا ذکر اوروں کے ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔
سالک سلطان الاذکار کا ذکر ایک لمحہ کا اوروں کے عمر بھر بلکہ صدہا
سال سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ ذکر قلبی اور ذکر لسانی کا شمار صدہا سال کا لاکھوں
کروڑوں ہزاروں وغیرہ وغیرہ مرتبہ میں شمار ہو سکے مگر صاحب سلطان الاذکار
تمام مخلوقات آسمان و زمین، شجر و حجر، در و دیوار اور ذرہ ذرہ سے
ذکر سنتا ہے جسکا شمار سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا۔
لطیفہ نفس کی کامیابی پر لطیفہ قالبیہ جسکا مقام تمام بدن ہے ذکر
کرتا ہے اسی ذکر کا نام سلطان الاذکار ہے۔ کبھی سلطان الاذکار
کو بیچ کے درمیان یعنی دماغ کے اوپر مقرر کرتے ہیں اس سے بھی تمام بدن ذکر
سے جاری ہو جاتا ہے۔

ذکرِ نفی و اثبات کا بیان

ذکر نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو دوزانو بیٹھے اور دل کو
خطرات و وساوس سے پاک و صاف کر کے سانس کو ناف کے نیچے روکے اور
خیال کے ساتھ کلمہ لا ناف سے لیکر اپنے دماغ تک لے جائے اور الٰہ

کو دائیں کندھے کی طرف پہنچائے اور لفظ اِلَّا اللہ کو دل پر اس طرح ضرب لگائے کہ اس کا اثر دیگر لطائف پر پہنچے۔ اس مجموعہ عمل سے صورت لا معکوس پیدا ہو جاتی ہے۔ شکل اس کی یہ ہے۔

دماغ

شانہ

قلب

ناف
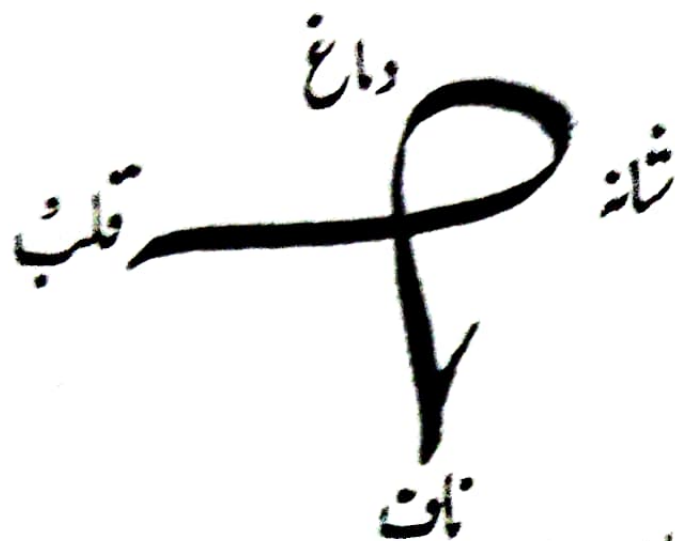
اور محمد رسول اللہ کو سانس چھوڑنے کے وقت خیال میں رکھے۔ اس کلمہ کے معنی یوں تصور کرے۔ لَا نہیں اِلٰہ کوئی معبود اِلَّا اللہ مگر اللہ۔ اس ذکر میں یہ شرط ہے کہ معنی کا لحاظ کرے نہیں ہے مقصود بجز ذات پاک بوقت نفی اپنی ذات کی نفی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور اثبات کے وقت حق سبحانہٗ کو ملحوظ رکھے۔

ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں چونکہ اللہ کے سوائے سب کو نیست اور فانی سمجھنا اور اللہ کو موجود اور باقی سمجھنا ہوتا ہے اس واسطے اس ذکر کو نفی اور اثبات بولتے ہیں۔

نیز یہ بھی شرط ہے کہ ذکر میں کئی بار زبان خیال سے کمال خاکساری اور عاجزی کے ساتھ مناجات اور التجا کرے اے باری تعالیٰ میرا مقصود

...ہے اور تو اپنی محبت اور معرفت مجھے عنایت فرما۔ اس حالت میں اپنی
توجہ سوئے دل اور دل کی توجہ بذات الٰہی رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان دونوں
چیزوں کے بغیر نسبت محال ہے۔ اس توجہ کا نام وقوفِ قلبی ہے کوشش ہونی
چاہیے کہ دل تمام خدشات سے پاک وصاف رہے تاکہ خیالات غلبہ نہ کرسکیں
...کو نگہداشت کہتے ہیں۔ سانس کی رکاوٹ ذکر میں قلب و ذوق اور رقت و
...خیالات اور ترقی محبت کے لئے مفید ہے۔ ہوسکتا ہے حصولِ کشف کا
...ث بن جائے۔

نیز نفی واثبات کے ذکر میں طاق یعنی تین۔ پانچ۔ سات یا اکیس وغیرہ کا
معمول رہنا چاہیئے اس لئے اسکو وقوفِ عددی کہتے ہیں اسکو حضرت خضر
...علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم فرمایا تھا۔

اگر اس عدد کے اندر نتیجہ ظاہر نہ ہو تو سمجھئے کہ آدابِ طریقہ میں کوتاہی ہوئی ہے
...ے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ذکر شروع کریئے۔

ذکر کرتے وقت کسی عضو پر یہاں تک کہ سر اور منہ اور زبان اور ہونٹھ
...ظاہر میں بالکل حرکت وجنبش نہ ہو۔

ذکر تہلیل لسانی

کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو تہلیل لسانی کے ساتھ مذکورہ طریقہ پر پچیس دم
...معمول میں رکھے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکر میں افضل ذکر لاالہ الااللہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایمان کی تجدید کس طرح کریں۔ ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو کثرت سے پڑھا کرو۔

ایک دوسری حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا۔ وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمۂ طیبہ کے پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اسکی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپکو یاد کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لاالہ الااللہ کہا کرو۔ عرض کیا اے میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان

...جس ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
...تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔ (نسائی)

...پیدا کرنے کے لئے جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی
...اس کلمے کو تو نام ہی جلاء القلوب ہیں دلوں کی صفائی ہے
...حضرات صوفیائے کرام اس کا ورد کثرت سے کرتے ہیں۔

...ذکر کا کم درجہ گیارہ سو مرتبہ ہے اور اعلیٰ درجہ پانچہزار ہے اور اگر
...سے زیادہ کرے تو اور بھی فائدہ مند ہے۔

باب چہارم

مراقبہ دائرۂ امکان یا احدیت

اس دائرہ میں مراقبہ احدیت کیا جاتا ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے:

اول دل کو ہر قسم کے خطرات اور دنیوی خیالات سے پاک و صاف کرکے
...نیت کرے۔ جو کچھ فیض آرہا ہے وہ اس ذات کی طرف سے ہے۔ جو
تمام صفات کمالیہ کی جامع اور ہر قسم کے نقائص و زوال سے منزّہ ہے اور اس کے
فیض کا مورد میرا لطیفہ قلب ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک مقام کا دائرہ قرار

دیا ہے۔ اور یہ دائرہ امکان سب سے پہلا دائرہ ہے اور یہ طرز و اصطلاح دائرہ خاص آپ ہی کا قرارداد ہے۔

ذکر الٰہی سے کل لطائف منور ہو جانے کے بعد اس سب لطائف کے نور ایک ساتھ جمع ہو کر ایک دائرہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں وہی دائرۂ امکان ہے

دائرہ ہر مقام کے واسطے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دائرہ کا کوئی پہلو کوئی سمت کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح قرب حق میں ہر مقام میں کوئی سمت اور کوئی حد نہیں ہے لہٰذا دائرہ کو مقامات سے نہایت مناسبت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق میں تعلق دائرۂ امکان کا دس لطائف سے ہے۔ پانچ عالم امر کے قلب روح سر خفی اخفیٰ اور پانچ عالم خلق کے نفس آگ ہوا پانی مٹی۔

عرش سے اوپر ہر لطیفہ عالم امر کا ہے اور عرش سے نیچے ہر لطیفہ عالم خلق کا ہے (صورت اسکی اگلے صفحہ پر ہے)

عالم خلق اس کو کہتے ہیں جو بتدریج وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے۔ عالم امر لفظ کُن کے ساتھ ہی پیدا ہوئے ہیں۔

سالکان طریقت میں جو صاحب کشف ہوتا ہے اس پر تحت الثریٰ سے لیکر عرش، کرسی، لوح و قلم وغیرہ سب کا احوال منکشف ہوتا ہے ایسا اکمل سالک وہ ہے جسکو اکل حلال، صدق مقال، کثرت عبادت، قلت طعام و قلت منام حاصل ہوں۔

اس مقام میں ذکر الٰہی کرتے کرتے جب وجد و سکر کی حالت آتی ہے
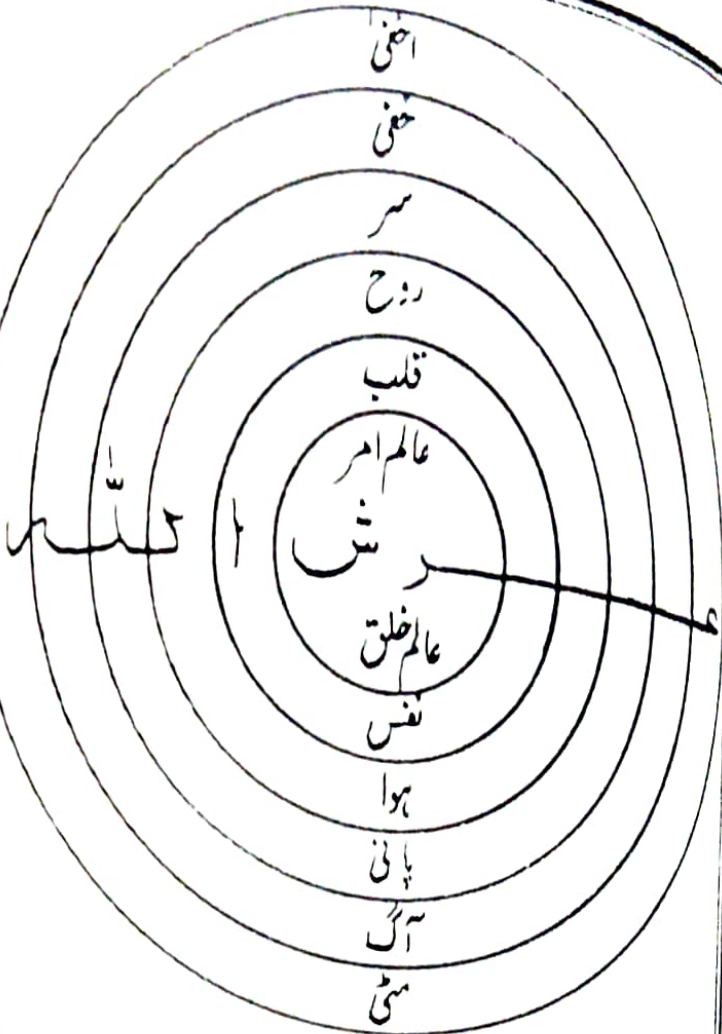
ہونا کی ابتدا ہے۔ بعض طلبہ اور اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو ان حالات مذکورہ میں سے کچھ نہیں دیا جاتا۔ یہاں تک کہ بعض کو اپنے ولی ہونے کا علم نہیں ہوتا۔ قبر میں جاکر معلوم ہوگا۔ نبوّت کے واسطے معجزہ لازمی ہے لیکن ولایت کے لئے کشف و کرامت لازمی نہیں۔

ولی کو اتباعِ سنتِ نبوی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ضروری اور لازمی ہے۔

مشارب کے مراقبات

پہلا مراقبہ لطیفۂ قلب

اپنے لطیفۂ قلب کو مقابل لطیفۂ مبارکہ سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھ کر بزبان خیال عرض کرے کہ اے میرے معبود فیض تجلیات افعالیہ جو آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفۂ قلب میں اضافہ فرمایا تھا، پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ قلب میں القاء فرما۔

یہ لطیفۂ قلب نہایت پاکیزہ اور متبرک وخداشناس لطیفہ ہے وجود انسانی میں تجلیٔ ذات کی جائے ظہور ہے۔ اس کا نور زرد رنگ ہے۔ سب سے پہلے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اس لطیفہ میں قرب خداوندی حاصل ہوا۔ اسی واسطے صوفیائے کرام اس لطیفہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم کہتے ہیں جسکو اس لطیفہ کی راہ سے قرب خداوندی حاصل ہوا۔ اسے آدمی مشرب کہتے ہیں۔

لطیفۂ روح کا مراقبہ

اپنے لطیفۂ روح کو مقابل لطیفہ روح مبارک سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ اے میرے معبود صفات ثبوتیہ کی تجلیات کا فیض جو لطیفہ روحِ مبارک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لطیفہ روح حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہم السلام میں مرحمت فرمایا تھا۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ روح میں القاء فرما۔

اس لطیفہ کا نور سرخ رنگ ہے اور سب سے پہلے اس لطیفہ کی راہ سے سیدنا حضرت نوح علیہ السلام وسیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا۔ جو سالک اس لطیفہ کی راہ سے قرب حاصل کرتا ہے اسے ابراہیمی مشرب کہتے ہیں۔

لطیفۂ سِرّ کا مراقبہ

اپنے لطیفۂ سر کو مقابل لطیفۂ سر مبارک سرورِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ اے میرے معبود شئونِ ذاتیہ کی تجلیات جو لطیفہ سر مبارک آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سر میں عنایت فرمائیں۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ سر میں القاء فرما۔

اس لطیفہ کا نور سفید مثل آفتاب کے ہے۔ اس لطیفہ میں طالب صادق پر

حقائق و معارف کے پوشیدہ راز کھلتے ہیں ۔

سب سے پہلے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ لطیفہ منکشف ہوا اور اس لطیفہ کی راہ سے قربِ حق حاصل ہوا ۔ اسی واسطے صوفیائے کرام اس لطیفہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم کہتے ہیں ۔ جس سالک کو اس لطیفہ کی راہ سے قربِ خدا حاصل ہو اسے موسوی مشرب کہتے ہیں ۔

لطیفۂ خفی کا مراقبہ

اپنے لطیفۂ خفی کو مقابلِ لطیفۂ خفی مبارک آں سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم رکھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ اے میرے معبود صفاتِ سلبیہ کی تجلّیات کا فیض جو لطیفۂ خفی مبارک آں سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لطیفۂ خفی مبارک حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام میں افاضہ فرمایا ہے ۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ خفی میں القا فرما ۔

یہ لطیفۂ خفی حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے زیرِ قدم اور سیاہ نور سے منوّر ہے جو طالب اس لطیفہ کی راہ سے قربِ خداوندی حاصل کرے اسے عیسوی مشرب کہتے ہیں ۔

لطیفۂ اخفیٰ کا مراقبہ

اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو مقابل لطیفۂ اخفیٰ مبارک آں سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رکھ کر بزبانِ خیال عرض کرے ۔ کہ اے میرے معبود تجلّیاتِ شان

طوامع کا فیض جو لطیفہ اخفیٰ مبارک آں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں
اضافہ فرمایاہے۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ اخفیٰ میں القا فرما۔
یہ لطیفۂ مبارک رحمۃ للعلمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ
وسلم کے زیرِ قدم ہے اور نہایت ہی سبز رنگ کے نور سے معمور و منور ہے۔ جو
سالک اس لطیفۂ مبارک کی راہ سے خداوندِ کریم کا تقرب حاصل کرے اس کو
بزرگانِ دین محمدّی مشرب سے ملقب کرتے ہیں۔

دائرۂ ولایتِ صغریٰ کا بیان

معیّت کا مراقبہ

اولاً دل کو غیر اللہ کے خیالات و تصورات سے پاک و صاف کرکے آیۂ کریمہ
وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (سورۂ حدید ع) کا مضمون ملحوظ خاطر رکھکر
صمیم قلب سے جانے کہ فیض آرہا ہے اس ذات کی طرف سے جو میرے اور ہر ذرۂ
کائنات کے ساتھ اسی شان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جو اس کی مراد ہے۔ ولایتِ
صغریٰ کے دائرہ کا فیض جو اولیاءِ عظام کی ولایت اور اسمارِ حسنیٰ اور صفاتِ مقدسہ
کا ظل ہے میرے قلب کے فیض کا مورد ہے۔
ولایتِ صغریٰ یہ وہ مقدس مقام ہے جسمیں سالکانِ طریقت درجۂ فنا و

بقاء سے مشرف ہوتے ہیں۔ اس مقام پر سالک کو ولایت اولیاء کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

مشائخ طریقت نے اس مقام کو چند ناموں کے ساتھ تعبیر کیا ہے جیسے: ولایتِ صغریٰ، وحدت الوجود، ہمہ اوست، مقامِ جمع، فناء و بقاء، نسیان ماسوا اللہ۔ ان میں سے ولایتِ صغریٰ اور نسیان ماسوا اللہ، یہ دو نام حضرات نقشبندیہؒ مجددیہؒ کے قرار داد ہیں۔ ان حضرات کی تحقیقات سلوک میں مقام ہمہ اوست سے آگے اور بہت مقامات ترقی کے ہیں اسی واسطے اس ولایت کو ولایتِ صغریٰ فرماتے ہیں یعنی چھوٹی ولایت اور دیگر طریقے کے مشائخ کبار اکثر و بیشتر اس مقام ہمہ اوست کو انتہائی ترقی اور قربِ خداوندی فرماتے ہیں۔

دائرہ
ولایتِ صغریٰ
ظلال اسماء و صفات

اس مقام کو نسیان ماسوا اللہ کے نام سے تعبیر کرنا بہت ہی موزوں ہے کیونکہ طالبِ حق اس مقام میں ماسوا اللہ سے فراموش اور سب طرف سے پھر کر خداوندِ قدوس کی طرف یکسو ہو جاتا ہے اور خداوندِ کریم کی محبت اور تصورات تجلّی ذات کے علاوہ ہر قسم کی محبت اور خیالات و تصورات دل سے مٹ جاتے ہیں۔ نیز نسیان ماسوا اللہ شریعت سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہے۔ بموجب ارشادِ نبوی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد) اتنی کثرت سے یادِ خدا کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں

دوسری جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون تم میں سے کوئی ہرگز ایمان والا نہ ہوگا۔ جب تک کہ اسکو یہ کہا نہ جائے کہ وہ دیوانہ ہے جب کوئی یاد الٰہی میں مشغول ہوکر دنیا سے نفرت اور دنیا داروں سے بے تعلق ہوجاتا ہے تو اسکو دنیا دار لوگ دیوانہ پاگل کہتے ہیں۔ اسی لئے عارف باللہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہر کرا باشد زیزداں کاروبار ٭ یافت باشد آنجا بیروں شد زکار

جسکا تعلق اور لگاؤ خدا سے ہوجائے وہ اس وقت دنیا کے کاروبار سے بے تعلق اور بے لگاؤ پایا جائے گا۔

اس دائرہ میں سالک پر ظلال اسمار وصفات مشہود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس پر وجد وسکر کی حالت طاری ہوتی ہے اس مقام کے احوال و انوار نہایت بیچون و بے چگونیت ہے۔

اس خاص مقام میں بہت بڑا اختلاف اور رد وکد صوفی صوفیوں میں اور صوفی علمار میں واقع ہے جسکی تائید میں علمار طریقت اہلِ عرفان، اور صوفیائے کرام نے بہت سے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں اور اس کی تردید میں بھی ان کے بہت سے مکتوبات موجود ہیں۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس مقام کے احوال وانوار وکوائف سے بے خبر ہوتے ہوئے اہلِ حال اولیار اللہ کی نقل کرکے اپنے لئے گمراہی اور جہنم مول کر لیتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس مقام کے اہلِ حال اولیار

اللہ پر طعن و طنز کر کے اپنے کو خسر الدنیا والآخرۃ میں ڈالتے ہیں حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد ٭ کم کسے باشد زاو آگاہ شد

تمام دنیا اس وجہ سے گمراہ ہوگئی (کہ) اس مسئلہ میں بہت کم لوگ واقف ہوئے۔

اسلیئے میں بارگاہ رب العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک مجھے اس خاص نازک مسئلہ میں حق اور صحیح بات تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ایسا پاکیزہ علم میرے سینہ میں ڈالے جسکی تحریر میں لغزش نہ ہو اور عند اللہ جل شانہٗ و عند الرسول صلے اللہ علیہ وسلم مقبول ہو اور عام لوگ اسکو بخوبی سمجھ سکیں۔

یہ مقام ہمہ اوست یعنی ولایت صغریٰ سلطان الاذکار کے انتہا پر شروع ہوتا ہے۔ بعض شیخ سالک کو اس مقام کے انوار مشاہدہ کرتے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کی تعلیم کرتے ہیں۔ بعض شیخ یہاں پر اس طرح مراقبہ کرنے کا حکم کرتے ہیں کہ تمام عالم میں سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی موجود نہیں مطابق ذکر لا موجود الا اللہ کے۔ اور بعض شیخ کچھ تعلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی ہمت باطنی سے اس مقام کی انتہا میں کھینچ کرلے جاتے ہیں۔ اور بے ساختہ سالک پر خود بخود اس مقام کا حال طاری ہو جاتا ہے۔

لیکن ایسے شیخ بہت کم ہیں۔ ایسے پیر فی زمانہ زیادہ ہیں کہ طالب کو نہ ذکر قلبی ہے، نہ سلطان الاذکار حاصل ہوا ہے۔ نہ ہمہ اوست کا نور اس پر وارد ہوا ہے بلکہ وہ شیخ خود ہی ان باتوں سے نا آشنا ہیں۔ اگر بابرکت شیخ کامل کسی سالک کو مل جائے تو بڑی خوش نصیبی ہے۔

شیخ کو چاہیئے کہ سالک کو اپنی تحقیقات کے مطابق تعلیم کرے اپنے واردات
…ے باہر طریقت کے مقامات کے احوال میں گفتگو نہ کرے۔ کیونکہ راہِ طریقت میں بہت
…سی مشکلات ہیں اور انھیں مقامات کے احوال و انوار میں بہت سی چون بیچون
…بیگونیت ہے جسکو سمجھنا دشوار ہے۔

خصوصًا اس مقام ولایت صغریٰ میں سالک پر بے مثال انوار کی کیفیت
…حوال گزرتے ہیں۔ اسکو بیان کرنا دشوار ہے اور لکھنے سے قلم قاصر ہے اس مقام
…میں سالک پر طرح طرح کے نور کی بارش ہوتی ہے۔ اور خطرات و وسواس اور ہیبت
…کے طوفان کی بیچ دھار سے اپنی نور ایمان کی کشتی کا گزر ہوتا ہے۔
ان سب مصیبتوں سے نجات حاصل کرکے بہت کم لوگ اپنی منزلِ مقصود
…تک پہنچتے ہیں۔

طریقت ایک سمندر ہے۔ طالبِ حق کے لئے۔ اور قرب اس کا کنارہ ہے
…جو شیخ دوران سلوک میں طریقت کی مشکلات اور احوال و انوار کا مشاہدہ کرتے
…ہوئے مقام ہمہ اوست کے احوال سے آشنا ہوکر قربِ حق پر پہنچا ہو۔ وہی
…اپنے مریدوں کو اس نازک مسئلہ کی تعلیم دے سکتا ہے۔ لیکن جس شیخ پر ہمہ اوست
…کا ورود نہ ہوا اور جس نے اس مقامِ عالی کے احوال کو مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اس کے
…لئے مناسب نہیں کہ صرف تصوف کی کتابوں سے پڑھکر۔ اور صوفیائے کرام سے
…سن کر نقلی طور پر مقام ہمہ اوست کی کسی کو تعلیم کرے۔ شیخ کو ایسی غلطی سے
…بچنا بہت ضروری ہے۔ اسلئے کہ مرید اپنے ایمان کو مضبوط اور طاقتور کرنے
…کے لئے شیخ کے پاس آتا ہے اگر شیخ مذکورہ طور پر غلطی کرے تو وسواس شیطانی

سے نورِ ایمان کے کھو جانے کا اغلب اندیشہ ہے۔

اس مقام کی ابتدار میں سالک کے دل میں بے حد وساوس پیدا ہوتے ہیں
جس سے بہت سے لوگوں کی ایمان کی کشتی غرق ہو گئی۔ اور بہتیروں کے روحانی پیر
لڑکھڑا گئے۔

اسی سبب سے بعض جاہل شیخ اس مقام میں گمراہ ہو گئے اور اپنے مریدوں سے
کہتے ہیں کہ میں اور تم جو کچھ دیکھ رہے ہیں یہ سب عین خدا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔
اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صراطِ مستقیم عنایت فرمائے۔

طالب صادق جب کثرتِ ذکرِ خدا کرتا ہے تو اس کے لطائف اور جسم گناہوں
سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی لیاقت کے موافق عروج کرتا ہے یہاں
تک کہ وہ اپنی اصل یعنی جسکو حقیقت ممکنہ کہتے ہیں مشاہدہ کر لیتا ہے۔

حقیقت ممکنہ اس کو کہتے ہیں کہ جب اللہ رب العزت کی ذات کے سوا
اور کسی چیز کی بنیاد ہی نہ تھی۔ اس بے بنیادی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے انوارِ
اسمارِ صفات نے مجتمع ہو کر بنیادی عکس ڈالا۔ جس سے ایک ظلِ نورانی جو
نہایت ہی خوش نما خوش رنگ وجود کی بنیاد قائم ہوئی۔ جسکو حقیقتِ
محمدیؐ کہتے ہیں۔

جب رب العالمین نے چاہا کہ خود کو اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر کروں اور عالم
کو پیدا کروں تو اس نے مجموعہ انوار اسمار صفات سے وجود محمدی صلے اللہ علیہ
وسلم کا عکس قائم کیا جسکو حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ اس حقیقتِ محمدیؐ کے
نقطہ سے تمام عالم کا صوری نقشہ کھینچ دیا جسکو حقیقتِ ممکنہ کہتے ہیں۔ م

لولاک لما خلقت الافلاک۔ جس طرح دائرہ مرکز سے الحاق نہیں کر سکتا اسی طرح کوئی بھی مخلوق میں سے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اسی مناسبت پر حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل ۔یعنی مجھے اللہ پاک کے ساتھ وہ وقت حاصل ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ میری برابری کر سکتا ہے اور نہ کوئی پیغمبر برگزیدہ۔

چونکہ طالب خدا عدم کی طرف پشت اور اسماء و صفات الٰہی کی طرف مُنہ کرکے تقرب الی اللہ چاہتا ہے، اسکو اصطلاح صوفیہ میں "سیر الی اللہ" کہتے ہیں۔

کل شیئ یرجع الی اصلہ کے تحت میں حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

ہر کسے کہ دور ماند از اصل خویش ؛ باز جوید روزگار وصل خویش

یعنی جو کوئی اپنی اصل و حقیقت سے دور رہا ایک عرصہ تک وہ اسکا طالب وصل رہا اور ڈھونڈھتا رہا۔

حب الوطن شعبۃ من الایمان یعنی وطن کی محبت شعبۂ ایمان سے ہے۔

ہر مومن کا اصلی وطن حقیقت ممکنہ ہے جہاں روحوں کا قیام اور اسماء و صفات الٰہی کے انوار کا ظہور، لہٰذا ہر ایماندار اپنی حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور چونکہ حقیقت ممکنہ میں تمام مخلوق کی حقیقت کا اجمالی نقشہ موجود ہوتا ہے جیسا کہ ایک تخم میں درخت کی حقیقت جڑ اور شاخیں پتے اور پھل وپھول وغیرہ سب

چیزیں مجموعی طور پر موجود رہتی ہیں۔ اسکی تفصیل درخت کامل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتی ہے بالکل اسی طرح حقیقتِ ممکنہ میں اسماء و صفات کے انوار رحمن، رحیم، جبار و قہار، شافی اور حق وغیرہ اور عدم محض سب ایک ہی جگہ موجود ہوتے ہیں تو سالک اپنے کو حقیقتِ ممکنہ میں جن صفات سے متصف دیکھتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق درجہ ہمہ اوست میں "انا الحق۔ سُبْحَانِی وَمَا اَعْظَمَ شَانِی" وغیرہ الفاظ بحالتِ بے خودی کہہ اٹھتا ہے۔ یہ الفاظ خلاف شرع سالک کی زبان سے نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ دوران سلوک مقام ہمہ اوست کی سیر الی اللہ میں سالک کی پشت عدم کی طرف ہوتی ہے اور انوار اسماء و صفات الٰہی کی طرف منہ ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے سامنے جو کچھ دیکھتا ہے کہتا ہے۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے۔

جب سالک سیر الی اللہ سے حقیقت ممکنہ میں ترقی پاتا ہے۔ اسوقت کے حالات اور حقیقتیں بیان سے باہر اور قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ لیکن یہ حالت سالک پر ہمیشہ کیلئے قائم نہیں رہتی۔ دریا کی طرح نور کی موجیں آیا کرتی ہیں اور نور کی موجوں کے ہر قطرے میں وہ اسوقت اپنی شکل و صورت دیکھتا ہے۔

یہ حالت مشاہدہ ہوتے ہی سالک پر بے خودی کا عالم طاری ہوتا ہے اور اس بے خودی کے عالم میں سالک کی نگاہ و علم سے تمام ہی شکلیں غائب ہو جاتی ہیں۔ اس کیفیت کو مشائخ طریقت فناء سے موسوم کرتے ہیں۔

جب سالک اللہ تبارک و تعالےٰ کے عشق و محبت میں بے انتہا غرق ہو

اپنے کو اور تمام خلق کو بھولجاتا ہے اور اسکی نگاہِ علم سے غیر اللہ کے خیالات
بالکل اٹھ جاتے ہیں تو اس وقت تجلّی ذات کا سالک پر بے انتہا نزول ہوتا
ہے اس وقت نور کی موج اپنے شباب پر پہنچتی ہے تو سب شکلیں غائب ہوتی
ہیں اور انوار کے ذرہ ذرہ میں سالک اپنی شکل وصورت کو دیکھتا ہے۔ جب
عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوتا ہے تو اس وقت سالک بے خود اور بیخبر ہو جاتا ہے
اس بے خودی کے عالم میں ذات بحت کو رو رو کے پکارتا ہے اور تجلّی ذات میں اسکو
ڈھونڈتا رہتا ہے۔ سالک کو اس بے تابی اور بے قراری کے عالم میں گرفتار
دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور سالک کو اطمینان
دینے کے لئے انوار الٰہی اور تجلّی ذات کے ہر حصہ سے آواز انا الحق اور سبحانی
ما اعظم شانی وغیرہ الفاظ کی صدا آتی ہے۔ یعنی سالک خداوند قدوس کو
جس صفت کے ساتھ ڈھونڈھتا ہے مطابق فرمان نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہٖ وسلم انا عند ظن عبدی بی یعنی جو بندہ مجھ پہ جیسا گمان
رکھیگا میں اس کے گمان کے موافق اس سے پیش آؤں گا اور پیش آتا ہوں۔
اسی کے مطابق تجلی ذات سے جواب آتا ہے اگر سالک صفتِ حق کی
جستجو میں ہو تو تجلّی ذات سے جواب آتا ہے کہ انا الحق اور اگر سبحان کی
تلاش میں ہو تو جواب آتا ہے سبحانی ما اعظم شانی اسی طرح اگر
سالک معبود کی تلاش میں ہو تو تجلّی ذات سے جواب آتا ہے لا الٰہ الا انا
فاعبدون۔ یہ سب الفاظ سالک کی زبان سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ
عشق خداوندی کی زیادتی اور طلبِ حق کی سچی طلب کے سبب انوار الٰہی

سالک کے جسم کے ہر ہر رگ میں وروح میں سما جاتے ہیں اور جو انوار الٰہی سالک کے اندر موجود ہیں اس سے سالک کی طلب کے مطابق جواب آتا ہے اس وقت سالک کے جسم کا کوئی حصہ اس کے اختیار میں نہیں رہتا جس سے کہ وہ اپنے کو ان سب الفاظ سے روک سکے۔ اسکا تمام جسم تجلّی ذات کے اختیار میں ہو جاتا ہے پس تجلّی ذات اس سے جو کہلاتی ہے وہ کہتا ہے اور جو کام لینا چاہتی ہے وہی کرتا ہے۔

بموجب حدیث قدسی شریف اللہ تعالےٰ ایسے بندہ خاص کے افعال کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملخصاً ومایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتّٰی احببتہٗ فاذا احببتہٗ فکنت سمعتہ الّذی یسمع بہ وبصرہ الّذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان یسئل اعطیتہ وان یستعاذ نی لاعیذنہ (بخاری)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ (فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرے قرب کی تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور وہ پاؤں

بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسکو پناہ دیتا ہوں۔

اسی مقام ہمہ اوست کے بیخودی کے عالم میں حضرت منصور حلاّج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ انا الحق۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا سبحانی ما اعظم شانی۔ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت میں اس مسئلہ کی خوب تشریح کی ہے ؎

با مریداں آں فقیرِ محتشم ؛ بایزید آمد کہ یزداں نک منم

مریدوں کے پاس اس بزرگ درویش نے (یعنی حضرت بایزیدؒ) نے آکر کہا کہ میں خدا ہوں۔

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنون ؛ لا الٰہ الا انا فاعبدون

(یہاں تک کہ) اس مست نے صاف یہ کہا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس (تم لوگ) میری عبادت (پرستش) کرو۔

چوں گزشت آں حال گفتندش صباح ؛ تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب یہ حال گزر گیا تو ان سے صبح کہا گیا کہ آپ نے ایسا کہا تھا اور یہ بات (شریعت میں) درست نہیں ہے۔

تو حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ ؎

حق منزّہ از تن و من با تنم ؛ چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تبارک و تعالیٰ جسم وغیرہ سے پاک ہے اور میں جسم رکھتا ہوں جس وقت میں ایسا کہوں تو مجھے مار ڈالنا چاہیئے۔

پھر جب حضرت بایزیدؒ کو حال طاری ہوا تو یہ فرمایا ؎

چون ہمائے بیخودی پرواز کرد ؛ آں سخن را بایزید آغاز کرد

جب بیخودی کا ہما اڑنے لگا تو پھر بایزیدؒ نے وہی کہنا شروع کیا۔

عقل راسیل تحیر در بود ؛ زاں قوی تر گفت کا دل گفتہ بود

(جب) تحیر کا دریا (انکی) عقل کو بہا کرلے گیا تو پہلے سے بھی زیادہ زور دیکر وہی الفاظ کہنے لگے۔

نیست اندر جبہ ام الا خدا ؛ چند جوئی در زمیں و در سمار

کہ میرے لباس میں خدا ہے (تم لوگ) زمین و آسمان میں کب تک جستجو کروگے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ فیصلہ فرمایا ہے جیسا کہ عالم ہوش میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ؎

اے بروں از وہم وقال وقیل من ؛ خاک بر فرقِ من و تمثیل من

اے خدا تیری ذات میرے قیاس و گفتگو سے باہر ہے میرے اور میری تمثیلات پر خاک پڑے۔

پس اس حکایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ غلبۂ عشق و محبت کی حالت میں عقل قائم مقام نہیں رہتی۔ دریائے تحیر عقل و تمیز کو بہا کرلے جاتے ہیں اس وقت سالک کی زبان سے ایسے الفاظ نکلنا کچھ بعید از عقل نہیں۔ کیونکہ جب مجنوں سے کوئی پوچھتا کہ تو کون ہے؟ تو اس وقت مجنوں جواب میں کہتا تھا کہ انا لیلیٰ یعنی میں لیلیٰ ہوں۔ جب بندہ کی محبت میں بندہ اپنے کو بھول جاتا ہے تو کوئی خدا کی محبت میں اپنے کو بھول جائے اور "خدا" کہنے

لگے تو کیا تعجب کی بات ہے؟

جیسے چراغ کی روشنی دھوپ میں نظر نہیں آتی حالانکہ چراغ کی روشنی موجود ہوتی ہے، یا جیسے صفراوی بخار والے مریض کو میٹھی چیز بھی کڑوی معلوم ہوتی ہے حالانکہ مٹھائی میں کڑواہٹ نہیں ہے۔ یا جیسے پیلیا (یرقان) والے مریض کو تمام جہاں پیلا ہی پیلا نظر آتا ہے حالانکہ جہاں پیلا نہیں ہے۔ یہ سب اسکی آنکھ اور علم کا قصور ہے اسی طرح بیماریِ محبتِ الٰہی میں سالک مجبور و معذور ہے کہ اس کی نگاہِ علم و محبت میں تمام جہان میں سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا اور اسی مقام میں سالک پر ذوق و شوق، گریہ و زاری، آہ و فغاں، بے ہوشی و مدہوشی اور اسی مقام میں دردِ محبت ہوتا ہے جب سالک ہوش کے عالم میں آتا ہے تو اپنے آپ کو اور تمام خلق کو موجود پاتا ہے اور خالق و مخلوق میں تمیز کر لیتا ہے۔ اس حالت کا دَور سالک پر کچھ عرصہ تک رہتا ہے۔ کسی کو منٹ اور کسی کو پانچ دس منٹ تک کسی کو گھنٹہ بھر کسی کو دن بھر کسی کو مہینہ بھر کسی کو سالہا سال اسی حالت میں گزر جاتے ہیں۔

اسی عالی مقام ہمہ اوست جسکو اصلاحِ صوفیہ میں کُفرِ طریقت بھی کہتے ہیں۔ کُفرِ طریقت اسکو کہتے ہیں کہ امتیاز اٹھ جائے اور بجز ذاتِ حق کوئی نظر میں نہ رہے۔ جب تک یہ حال سالک پر طاری نہ ہوگا فیضانِ الٰہی اخذ کرنے کے لائق بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی دوسروں کو اپنی ہمت باطن سے فیض پہنچا سکتا ہے۔ غرض یہی عشقِ شدید عالمِ غیب سے فیض لینے اور مخلوق میں فیض پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی حال سے گزرنے کے بعد تمام

سلاسل صوفیہ میں وہ شخص اولیاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس حال کے گزر جانے کے بعد ہی قطب، ابدال، اوتاد، غوث وغیرہ منصب کے لائق ہوتا ہے اور اسی فنا کے بعد اولیاء اللہ سے فیض اخذ کرنے کے لائق ہوتا ہے اور اسی فناء کے بعد الحب للّٰہ والبغض للّٰہ (مشکوٰۃ) پر عمل کرنے کے لائق ہوتا ہے اور اسی مقام میں کشف اور خرق عادات کثرت سے صادر ہوتی ہیں اسی مقام میں تمام دنیا کا نقشہ سینہ میں نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان و زمین کی حقیقت وسعتِ قلب کے مقابلہ میں نقطہ کے مانند معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا رومؒ ایک حدیث قدسی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است ؛ من نہ گنجم در سرا بالا و پست
من نہ گنجم در زمین و آسمان ؛ من بہ گنجم در قلوبِ مومناں

نبی اکرم علیہ افضل التحیۃ والسلام نے کہا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :۔
میری گنجائش نہ بلند مکان میں ہوتی ہے نہ پستی میں، اور نہ میری گنجائش زمین میں ہوتی اور نہ آسمانوں میں (بلکہ) میری گنجائش سچے مومن کے دل میں ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جب خدائے تعالیٰ مومن کے قلب میں سما سکتا ہے تو تمام خلق کا مومن کے قلب میں سمانا اور تمام آسمان و زمین کی حقیقت نقطہ کے مانند معلوم ہونا کیا دشوار ہے۔

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کا دل میں سمانے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ پاک بذاتِ خود مومن کے دل میں رہتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تجلی ذات سما

حاقی ہے۔ اللہ رب العزت نے جس طرح دنیا میں حرم شریف کو بیت اللہ کا
شرف عنایت کیا۔ اسی طرح وجود انسانی میں مومن کے قلب کو اللہ پاک نے
عرش اللہ اور بیت اللہ قرار دیا ہے۔ جس طرح بیت اللہ شریف میں ہمیشہ
رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے اسی طرح صالح مومن کے دل میں انوار کی
بارش ہوتی ہے جس طرح انسان آنکھوں کے نور سے آسمان کو دیکھتا ہے اور
آسمان آنکھوں میں سماجاتا ہے لیکن نہ آسمان آنکھوں کی پتلی میں گھس جاتا ہے
اور نہ آنکھ آسمان میں۔ اسی طرح مومن اپنے دل کے نور سے خداوند کریم کو دیکھتا
ہے۔ اور جب دل کو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو مومن کے دل میں خدا یعنی تجلی
ذات سماجاتی ہے۔

ریاضت ومجاہدہ کرنے کے بعد اہل اللہ کو جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ
تجلی ذات کا قرب ہے اور جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ بھی انوار الٰہی اور تجلی ذات
ہے اور اسی مشاہدہ کرنے کے لئے اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے محنت و
شقت کیجاتی ہے کیونکہ تجلی ذات کا قرب حاصل کرنے کے بعد اہل اللہ کو
ایسا اطمینان حاصل ہوجاتا ہے کہ ہم نے تجلی ذات کا ہی قرب حاصل کرلیا
ہے اور بعض کو یہ گمان ہوتا ہے کہ جب ہم نے تجلی ذات کا قرب حاصل کرلیا اور اسکا
مشاہدہ بھی، تب ایسی حالت میں ممکن ہے کہ ذات بحت کا بھی مشاہدہ کرسکیں اور اس
کا قرب حاصل کرسکیں حالانکہ ذات بحت کا قرب حاصل کرنا اور اس کا مشاہدہ
کرنا بالکل ناممکن ہے کیونکہ ارشاد ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ یعنی کسی
کی نگاہ اسکا ادراک نہیں کرسکتی۔ (سورۂ انعام ع ۱۳)

جب دنیا میں اس آنکھ سے ذات واجب الوجود کے دیکھنے سے قاصر و مجبور ہو تو بندہ خاکی خدا میں مل جائے یا خدا بن جانے پر کیسے قادر ہوسکتا ہے جبکہ بندہ کو روح اور پھول کی خوشبو اور آنکھ کی روشنی اور ہوا اور آواز اور درد و دوا کے اثر شفا و نقصان ہی نہیں دکھتے تو ان کے خالق کو کیسے دیکھ سکتا ہے، پھر دیکھنا تو درکنار خود خدا میں مل جانا اور انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کا دعویٰ کرنا کیونکر اور کیسے ہوسکتا ہے۔ جو خلاف احکام قرآنی، خلاف حدیث نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) اور خلاف ارشاد صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کب درست ہوسکتا ہے

اگر ہوسکتا ہے تو اتنا کہ اثنار سکر اور غلبۂ محبتِ خدا میں بحالت مدہوشی یا بے ہوشی ایسا فرمایا ہو۔ چونکہ کلام اہلِ سکر قابل ماننے کے نہیں ہوتا۔

پس ان بندگانِ خاص اہلِ حال کے واسطے اتنا کہنا کافی ہے۔ السکاریٰ معذورون (سکر کرنے والے معذور ہیں) ان کا حال ان کے لئے نور ہے اور ان کے حال کی اتباع اہلِ قال کے واسطے نار ہے ؎

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس ❊ ہست رب الناس را با جانِ ناس

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں ❊ غیر فصل و وصل نندیشد گماں

مرصفاتش را چناں داں اے پسر ❊ کز وے اندر ناید وہم جز اثر

ظاہر ست آثار و نور و رحمتش ❊ لیک کے داند جز او ماہیتش

ہیچ ماہیات اوصاف و کمال ❊ کس نداند جز بہ آثار و مثال

صد ہزاراں وصف گر گوئی و بیش ٭ جملہ وصف اوست او زیں جملہ بیش

یعنی جو اتصال کہ پروردگار کا انسان کے ساتھ ہے وہ نہ قیاس میں آسکتا ہے نہ عقل میں چونکہ اسکا قرب فصل و وصل سے بالاتر ہے۔ اسلئے انسان کا گمان (خیال) بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ صرف فصل و وصل کے چکر ہی میں رہتا ہے۔ اسکی تعریف اسقدر سمجھ لو کہ انسان کے وہم و خیال میں سوائے اس کے کون جان سکتا ہے چاہے کوئی لاکھ اسکی تعریف کرے لیکن وہ ان تمام اوصاف اور تعریفوں سے بالاتر ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس درجہ اور اس مقام فنا و بقا میں ترقی نصیب ہوئی تو بجائے نام محمد عبدالباقی کے باقی باللہ مشہور خلائق ہوئے۔ جب ترقی ہوئی تو فرمایا کہ "توحید کوچۂ تنگ است شاہراہ دیگر ست یعنی مقام وحدۃ الوجود تنگ راستہ ہے بڑا راستہ شاہراہ یعنی راستہ فرمودہ انبیاء علیہم السلام اور ہے۔ اسی طرح شروع حال میں اولیاء متقدمین میں سے بعض بعض نے توحید وجودی کے الفاظ بحالت سکر فرمائے ہیں بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام سے ترقی نصیب فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بحالت سکر توحید وجودی کا اظہار ہوا ہے لیکن اخیر میں یہ فرمایا ؎

نمی بینی کہ شاہِ چوں پیمبر ٭ نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے سردار انبیاء بشریت سے پاک ہو کر خدا نہ بن سکے تو تو کیوں خواہ مخواہ کوشش کرتا ہے

بے گناہ نگذشت بر ما ساعتے ؛ با حضور دل نہ کردم طاعتے

میری ایک گھڑی بھی ایسی نہیں گزرتی جس میں مجھ سے گناہ سرزد نہ ہو ، اور نہ آج تک کبھی مجھ سے کوئی عبادت خلوص کے ساتھ ہوئی ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جبکہ کلیم اللہ اور اولوالعزم نبی ہونے کے باوجود ایک ہی پرتوِ صفات سے بیہوش ہو کر گر پڑے اور لَن تَرَانِی کا آواز سنا تو بچارے ولی خاکپائے انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں خدا کو کیسے دیکھ سکتے ہیں ؟ ختم المرسلین سراج انبیاء جنابِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے شبِ معراج میں عرشِ معلےٰ پر بلایا اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے رب العزت جل شانہٗ کو اپنی ظاہری چشم مبارک سے دیکھا ۔ مگر ایسا قرب ہونے کے باوجود اور ایسے خاص وقت میں بھی جنابِ باری تعالےٰ کے سامنے عرض کیا ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوائے خدا کے نہیں ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ تعالےٰ کے بندے اور اسکے پیغمبر ہیں ۔ ایسا وقتِ خاص مخلوقِ الٰہی میں سے کسی کو بھی یہ مرتبہ اور رتبہ نصیب نہیں ہوا ۔

اپنے کو اور اُمتِ گناہ گار اور صالحین کو اور خدائے عز و جل کو الگ الگ جانتے رہے ۔ اور ایک دوسرے کو فرق فرماتے رہے ۔ پس ولی کی زبان سے جو کچھ خلافِ شرع بات نکلتی ہے وہ سب غلبہ محبتِ خدا اور تجلی ذات میں مدہوشی اور بیہوشی کی حالت میں نکلتی ہے ۔

دائرہ ولایتِ کبریٰ کا بیان

جب سالک ولایتِ صغریٰ کا مقام جو ولایتِ اولیاء ہے طے کر لیتا ہے تو ولایتِ کبریٰ میں اسکا عروج ہوتا ہے۔ یہ ولایت کبریٰ جس کا دوسرا نام ولایتِ انبیاء ہے اس دائرہ کی اکمل ولایتِ انبیاء کے علاوہ کسی اور شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔

سالک کو اس مقام کی ولایت و نعمت حاصل ہونا کمالِ اتباعِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر مخصوص ہے۔ سالک کے اندر جسقدر حضورِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع قوی ہوگی اتنا ہی اس کے لئے قربِ خداوندی اور ولایتِ کبریٰ کا راستہ آسان ہوگا۔

اس مقام میں اولیاء اللہ کو جو ولایت حاصل ہوتی ہے وہ ولایتِ انبیاء بر عکس ہے۔ اس مقام کی ولایت انبیاء علیہم السلام کو بارگاہِ ربّ العزت
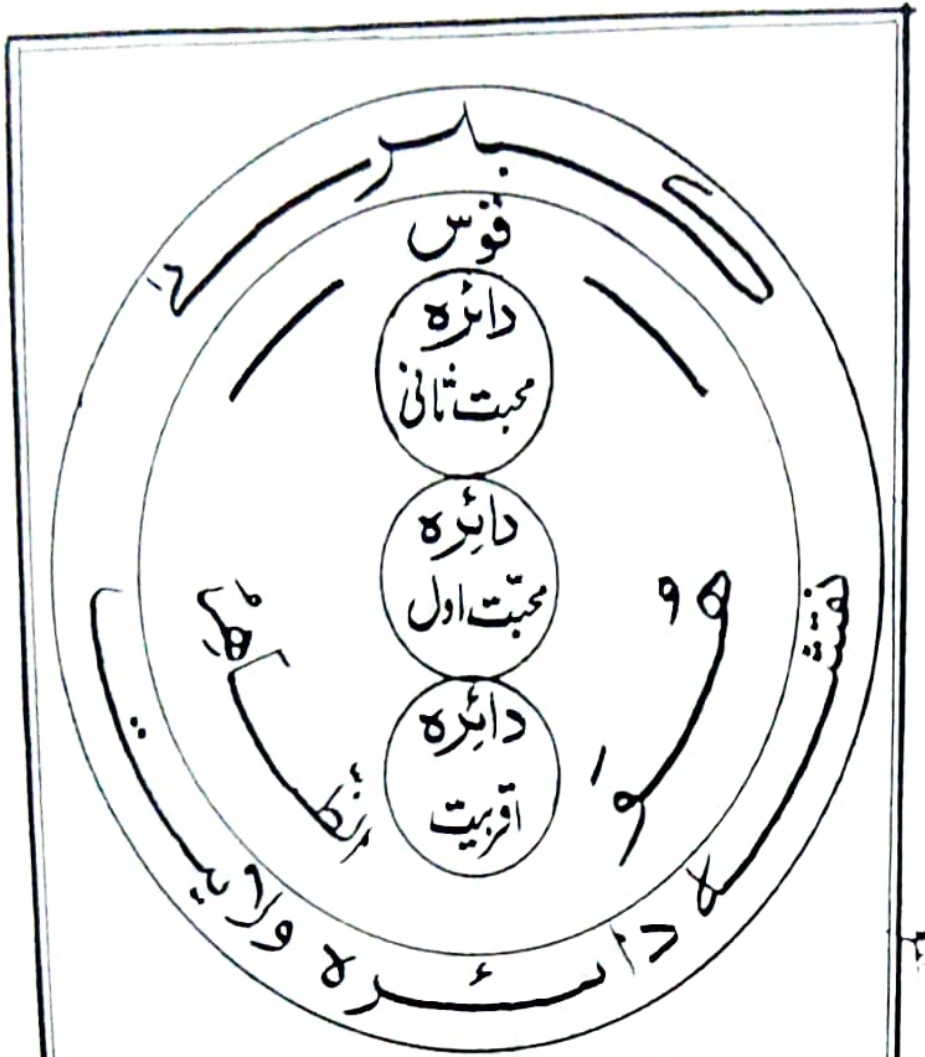
سے بلا واسطہ حاصل ہوئی اور اولیاء کرام کو انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔

تو ولایت انبیاء علیہم السلام خاص ہے اور ولایتِ اولیاء عام ہے یعنی جو طالبِ حق وصول الی اللہ کے واسطے محنت و مشقت اور مجاہدہ کرے گا، اسے ولایتِ اولیاء حاصل ہو سکتی ہے لیکن ولایتِ انبیاء مجاہدہ وغیرہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ اس ولایتِ انبیاء کے انوار و برکات حاصل ہوتے ہیں اور اس ولایتِ انبیاء کا عکس اولیاء کرام کی ولایت پر گرتا ہے۔ اور اس عکس کا جلوہ سالک کی ولایت میں قائم مقام ہو جا

ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ولایتِ انبیاء کل اور ولایت اولیاء اس ولایت کا جُز ہے
اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کو معصوم اور اولیاء کو محفوظ کہتے ہیں

اس مقام ولایتِ کبریٰ میں علم شریعت کا رنگ غالب ہے جو بے خودی اور مستی شوق و ذوق آہ و نعرہ ولایتِ صغریٰ میں پیدا ہوتا ہے اس مقام میں آکر سب جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ سالک اپنے کو خوب جان لیتا ہے کہ تیری اصل شر و فساد ہے جو کچھ خیر ہے وہ منجانب اللہ ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ سورۃ النساء رکوع ۱۰ (جو اچھی بات تمہیں پہنچے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تمہاری طرف سے ہے) چشم باطن سے دیکھ لیتا ہے

اس مقام کے بعض سالک کو حضورِ انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بذاتِ خود پرورش کرتے ہیں۔

سالک کو اس دائرہ ولایتِ کبریٰ سے پہلے جو ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ فنائے نفس حاصل ہوتا ہے وہ صرف صورت فناء ہے۔ حقیقی فناء اس دائرہ میں حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ولایتِ صغریٰ میں جو فنا حاصل ہوا تھا اس میں مدہوشی اور بے خودی کا عالم تھا جس نے سالک اس فنا کو پورا پورا احاطہ نہ کر سکا اس دائرہ میں سالک کو با ہوش و حواس فنائے نفس حاصل ہوتا ہے۔ یہ فنا ولایتِ صغریٰ کے فناء سے افضل و اکمل ہے۔ مگر اس دائرہ کی فناء میں سالک کے ہوش و حواس برقرار رہنے کے باوجود اپنے آپ کو تجلّی ذات میں پوشیدہ پاتا ہے اور انوارِ الٰہی میں مستغرق اور پوشیدہ رہتے کے سبب اس مقام کے مبتدی کو اوّلاً ہوش

اور مستی کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ جس سے اس مقام کی ولایت و کمالات کو اخذ کر سکے۔ سالک اس مقام کی فنا و بقا سے مشرف ہونے کے بعد خداوند کریم کے ساتھ اس کا ایک نہایت گہرا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ جس سے راہ راست پر قائم رہنا اس کے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے اور احکام الٰہی کی تعمیل و تکمیل کرنے میں کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ سالک کے سینہ کا دروازہ انوار الٰہی کے لئے کھل جاتا ہے اور نہایت لطیف تجلی ذات کا اس کے سینہ میں نزول ہوتا ہے جو بیان سے باہر ہے اور اس انوار الٰہی کے جلوے سالک اپنے سینہ کو پوشیدہ پاتا ہے اسی انوار الٰہی سے دل میں حق و ناحق باتوں کا انقاء ہوتا ہے جس سے وہ ولایت و کمالات اور طریقت و معرفت کے راز و نیاز کو خوب سمجھ لیتا ہے اس مقام میں تین دائرے اور ایک قوس ہے اور اس اس ولایت کبریٰ کا تعلق اسم ھو الظاھر سے ہے۔

ان پانچوں مراقبات کی نیت نیچے درج کی جاتی ہے۔

ولایتِ اولیٰ کی نیّت

آیت کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد سورہ ق رکوع ۲ کے مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے از روئے باطن جانے کہ فیض آرہا ہے۔ اس ذات کی طرف سے کہ جو میری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ اس شان سے جو اس کی مراد ہے میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے لطائف خمسہ

کے فیض کا مورد ہے۔

ولایتِ کبریٰ کے دائرہ اولیٰ کا منشا رفیض جو ولایتِ انبیائے عظام علیہم السلام اور اصل ولایتِ صغریٰ کا دائرہ ہے۔

ولایتِ کبریٰ کے دائرہ ثانیہ کی نیت

آیت کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۂ مائدہ ع) کے مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سمجھے کہ فیض آرہا ہے اس ذات کی طرف سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ ولایتِ کبریٰ کا دائرہ ثانیہ جو ولایتِ انبیاء عظام اور دائرہ اولیٰ کا اصل ہے میرے لطیفہ نفس کا مورد ہے۔

ولایتِ کبریٰ کے دائرہ ثالثہ کی نیت

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کے مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خیال کرے کہ فیض آرہا ہے اس ذات کی طرف سے جو مجھکو دوست رکھتی ہے اور میں اسکو دوست رکھتا ہوں۔ ولایت کبریٰ کے دائرہ ثالثہ کا منشا رفیض جو انبیاء عظام علیہم السلام اور دائرہ ثانیہ کا اصل ہے میرے لطیفہ نفس کے فیض کا مورد ہے۔

توسّ کی نیت

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ کے مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سمجھے کہ فیض آرہا
ہے اس ذات کی طرف سے جو مجھکو دوست رکھتی ہے اور میں اسکو دوست رکھتا ہوں
ولایتِ کبریٰ کی توس کا فیض ہے جو دائرۂ ثالثہ کی اصل ہے میرے لطیفہ نفس کے
فیض کا مورد ہے۔

اسم ظاہر کا مراقبہ

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو مسمّٰی باسم ظاہر ہے۔ عالم امر کے
لطائف اور میرے لطیفۂ نفس کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ ولایتِ علیا کا بیان

ولایت علیا۔ یہ وہ مقام ہے جسکی ولایت نہایت لطیف و بابرکت ہے اس
مقام کی اکمل ولایت ملائکہ علیہم السلام ہی کو حاصل ہے بشرطِ کثرتِ بندگی و
اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احکامِ الٰہی کی تعمیل و تکمیل کے ذریعہ اس
مقام کے انوار و برکات اور فیضان و نعمت ابر ولایت سے مشرف ہوتا ہے اور
تعلق اس کا اسم ھوالباطن سے ہے اور یہ ولایت علیا انبیا علیہم السلام
کی ولایت یعنی ولایتِ کبریٰ سے افضل ہے۔ کیونکہ ولایتِ کبریٰ کا تعلق اسم ھوالظاہر

ہے اسی واسطے انبیاء علیہم السلام دنیا میں ظاہر و مبعوث ہوئے اور ولایت علیا کا تعلق اسم ھوالباطن سے ہے اس وجہ ملائکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے اسلئے ترقی ملائکہ اسماء و صفات اور شئونات ذات تک ہے چونکہ تعلق اسم ہوالباطن کا ذات غیب الغیب سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے، بمقابلہ اسم ہوالظاہر کے اسیواسطے فرشتوں کی ولایت انبیاء علیہم السلام کی ولایت سے افضل ہوئی مگر انبیاء علیہم السلام کو خداوند قدوس کا زیادہ قرب و عزت حاصل ہے اور ولایت کمالات کا جز ہے اسلئے ولایت کے درجہ سے کمالات کا درجہ بلند و افضل ہے۔

ولایت علیا
اسم
هُوَ الْبَاطِنُ
ذات

واضح رہے کہ ولایت علیا کو ولایت انبیاء سے اس لئے افضل نہیں کہا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب ملائکہ علیہم السلام سے کم ہیں بلکہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام دونوں ہی خدا کے مقرب ہیں اور اپنی اپنی جگہ میں بلند ہیں۔ فرشتوں کی شان اپنی مخصوص جگہ میں بلند ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان اپنی جگہ پر بلند و بالا ہے مگر ملائکہ علیہم السلام کو انبیاء علیہم السلام کا شان و مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ولایت جزو کمالات ہے جز کی خوبی اور بھلائی عین کل کی خوبی اور بھلائی ہے۔ جملہ قرب حق اور جملہ خوبیاں تمام خلق کی یہ سب خوبی ہے۔ رسول پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی۔ لیکن بعض مخلوق میں بعض قوم اور بعض افراد کو

بعض بعض معاملات میں خصوصیت ہے۔ جیسے ملائکہ پوشیدہ رہے اور انبیاء علیہم السلام ظاہر ہوئے اسی طرح نہ خضر علیہ السلام کو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے رتبہ و بزرگی اور علم کا مرتبہ حاصل ہے نہ موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کا رتبہ وعلم کے مرتبہ اور شرف و بزرگی حاصل ہے۔

یا جیسے ترقی اسلام اور فتوحات امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوئیں ویسے رسول پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے زمانے میں نہ ہوئیں لیکن ان جزئی خصوصیات سے نہ خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہو سکتے ہیں اور نہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رسول پاک صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے بہتر و افضل ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر سب بڑے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جسکو جو نعمت و شرف و بزرگی دی ہے وہی اس جگہ بڑا اور افضل ہے اور وہ اس کے لئے خاص ہے

سالک ولایت سے انتہائی ترقی کر کے درجۂ کمالات میں پہنچتا ہے ولایت کے درجہ سے کمالات کا درجہ بلند و افضل ہے اور ولایت کمالات کا ہی ایک جز ہے اور جز کی خوبی مل کر کل کی خوبی انجام پاتی ہے جیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ملک شام اور کسریٰ کے فتح کی کنجیاں عنایت ہوئیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ ملک فتح نہ ہوئے بلکہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں فتح ہوئے لیکن یہ فتح

خلفاء میں فاتح خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ یا جیسے تخم درخت کہ درخت کی شاخوں کی بلندی پتوں کی سبزی پھولوں کی خوشبو پھل کا ذائقہ یہ سب تعریف تخم درخت کی ہے۔ شاخیں، پتے، پھول پھل اپنے جزئی فضل سے درخت کے فضلِ کلی پر سبقت نہیں لے جا سکتے۔

پس معلوم ہوا کہ ولایت علیاء کمالاتِ نبوت کا جز ہے اسی طرح ملائکہ بھی سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا جز ہیں۔ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہی کے نور سے ملائکہ کی پیدائش ہے۔ ملائکہ کی ترقی اسماء و صفات کی تجلی و شیونات ذاتیہ تک محدود ہے اسی طرح سالک کی رسائی بھی اس مقام میں اس ظل تک ہے جہاں بلا پردہ تجلی ذات وصفات موجود ہے جس جگہ میں ملائکہ کی رسائی نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کا درجہ تمام فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کے درجہ سے افضل و اعلیٰ ہے اسی واسطے شبِ معراج میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک اس جگہ تک پہنچے جہاں نظر کی رسائی ہونا دشوار ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہیٰ کے طے کرنے کے بعد جو سراپردہ شہنشاہی نظر آیا جبرئیل امین نے اپنا قدم پیچھے ہٹایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا کہ کیا تم ساتھی مجھے تنہا چھوڑ دے گا۔ عرض کیا کہ یہ مقامِ عالی حضور کو مبارک رہے۔ جبرئیل کی مجال نہیں جو بال برابر بھی آگے بڑھ سکے۔

جیسے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اگر یکسر موئے برتر پرم : فروغ تجلی بسوزد پرم

اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں تو تجلی ذات بکت میرے پر پرواز جلا ڈالے۔

ولایت کبریٰ اور ولایت علیا میں فضل جزوی ہے اور کمالاتِ نبوت میں فضل کلی ہے۔ اسی طرح ہر نبی مرسل کو فضیلت وخصوصیت درجہ بدرجہ حاصل ہے۔ جیسے سخاوت ابراہیم علیہ السلام، لسانِ اسمٰعیل علیہ السلام، رضاء اسحٰق علیہ السلام، لحن داؤد علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام۔ مناجاتِ ذکریا علیہ السلام۔ غربت یحییٰ علیہ السلام، خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام۔ فصاحتِ صالح علیہ السلام، حکمتِ لوط علیہ السلام سیاحت وتجرد عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ حاصل ہے۔

اسی طرح ہمارے رسولِ پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو تمام مراتب کے فضائل اور خصوصیات حاصل ہیں۔ جز اور کل میں ایسا فرق ہے جیسا کہ شئے اور اس کے سایہ میں فرق ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرتبہ قرب ومعرفت اور رفعت خلت وخلافت اور صداقت، صبر وحلم، عفو اور شجاعت وسخاوت، شفاعت اور رحمت کو دیگر انبیاء علیہم السلام وملائکہ کرام نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بلکہ تمام خلق آپ ہی کے نور سے پیدا ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری تو آپ کے مرتبہ تک کیسے پہنچ سکتے ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قدم غالب ہے ولایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قدم غالب ہے کمالاتِ نبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، چونکہ ولایت جزو نبوت ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔

یا جیسے رات کو ماہتاب روشن رہتا ہے اور آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے یہ جزئی فضیلت ماہتاب کو آفتاب پر ضرور ہے، لیکن روشنی ماہتاب میں خود بخود نہیں بلکہ روشنیٔ ماہتاب آفتاب سے ہے لہٰذا صفتِ جزئی ماہتاب صفتِ کلّی آفتاب پر سبقت نہیں پاسکتی، اسی طرح قرب ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ و ولایتِ علیا جزئی فضیلت سے کمالاتِ نبوت کے فضلِ کلی پر سبقت نہیں پاسکتیں۔

اس مقام میں ترقی ہونے کے بعد سالک سے معصیت کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور خصائل رذیلہ سے مبرّہ اور اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ سالک کثرتِ بندگی و اطاعت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کرنا اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے اور لغویات سے بچنا اپنے لئے فرض سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ بشریت سے ترقی کر کے ملائکہ علیہم السلام سے اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے جس سے وقتاً فوقتاً ملائکہ علیہم السلام بھی خدمت گزاری اور تعظیم و تکریم کے لئے حاضر خدمت ہوتے ہیں چنانچہ حضرت مرزا جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب تم کیا عمل کرتے ہو کہ جب تم ہمارے پاس آتے ہو تو فرشتے تمہاری تعظیم کیلئے اٹھتے ہیں اور تمہارے

بیٹھنے کے لئے جگہ خالی کرتے ہیں۔ اس مقام کے وصل شدہ ولی کا بدن ہر کثافت سے پاکیزہ ہوکر انوارِ الٰہی کے ساتھ نہایت لطیف ہو جاتا ہے۔ جس سے ہوا میں اڑنا اور پانی پر چلنا اس کے لئے دشوار نہیں رہتا اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل ہونے کے سبب جماعتِ اولیاء میں مرتبہ بلندی پر مقبول ہو جاتا ہے۔

اسمِ باطنؔ کا مراقبہ

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو مسمّیٰ باسم باطن ہے۔ ولایتِ علیا کے دائرہ فیض کا منشا ہے۔ جو اعلیٰ ملائکہ کی ولایت اور میرے عناصر ثلاثہ کے فیض کا مورد ہے سوائے عنصرِ خاک کے۔

دائرہ کمالاتِ نبوّت کا بیانؔ

طالب جب ولایتِ علیا کے فیضان و انوار سے مشرف ہو کر کمال مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ تو اسکو مقام کمالاتِ نبوت سے اللہ تعالےٰ مشرف فرماتا ہے۔ جو کہ نہایت اعلیٰ وارفع مقام ہے اور اس مقام کی ولایت شدہ ولی کو ایسا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل ہوتے ہیں جن کمالات کو پورے طور پر احاطہ و ادراک کرنا ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا کے اولیاء کرام کو دشوار ہے ایسے بندہ خاص اس مقام میں العلماء ورثۃ الانبیاء کا پورا مصداق ہوتا ہے اور علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

دائرہ
کمالاتِ نبوّت

اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو ایسے ذات اکمل ولی کو اللہ جل شانہٗ نبوت عطا کرتا۔ اس مقام میں تجلی ذات وصفات کا ظہور بلا پردہ ہوتا ہے اور ترقی اس جگہ لطیفہ عنصر خاک سے ہوتی ہے اور انعام واکرام الہٰی اسی لطیفہ خاک پر ہوتا ہے جسکے سبب تمام لطائف عالم خلق و عالم امر اس لطیفہ خاک کے تابع ہوتے ہیں اور عنصر خاک انسان کے واسطے مخصوص ہے ۔ اسی واسطے خاص بشر خاص ملائکہ سے اور عام بشر عام ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں ۔

مگر اس بشر کے شرف میں کفّار شریک نہیں۔ اس جگہ بشر سے مراد مؤمن ہے ۔ فرشتوں کے واسطے ایک جگہ مخصوص ہے نہ ترقی ہے نہ تنزل ، اور بشر کے لئے ترقی غیر محدود ہے ۔ بشر فیضیاب جمیع انوار وصفات الہٰی کا حامل ہے فرشتے اس نعمت عظمٰے سے محروم ہیں جیسے جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو شانِ رزاقی اور سخی حقیقی کے دروازہ کو ڈھونڈھتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہے تو یاشافی یاسلام کے فیضان کا انتظار کرنا اور جب گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو صفات رحیم وکریم ستار وغفار کی طرف رجوع کرتا ہے حالاتِ مفلسی میں نادر ہوتا ہے تو غنی مطلق کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے جب کوئی زبردست دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوتا ہے تو بادشاہ حقیقی کی مدد طلب کرتا ہے اور کفّار کے واسطے شان قہّار وجبّار اور مومن اور ضعیفوں کے واسطے شان رؤف ورحیم کی صفت سے متصف ہوتا ہے ۔

جب بندہ اپنی تحقیق وادراک میں عاجز اور متحیر ہوتا ہے تو عرض کرتا ہے رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا ۔ جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے اور

راحت اور نعمت پر شکر ادا کرتا ہے۔ لہٰذا بمطابق ارشاد خداوندی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وہ جو مانگتا ہے اور جو چاہتا ہے خداوند تعالےٰ سب کچھ اس کو عنایت فرماتا ہے اور اپنے دروازہ سے کسی کو محروم نہیں کرتا اسی وجہ سے بشر ملائکہ سے سبقت لے گیا ہے اور ان اسمار و صفات کے انعامات و فیضان سے فرشتے محروم ہیں جو بشر کے لئے مخصوص ہے انہی وجوہات سے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے لقب سے ملقب و متصف ہوا ہے اور امانت کے بوجھ اٹھانے میں سب سے اوّل قدم بڑھایا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ سورۃ الاحزاب ع ۹ (ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر امانت پیش کی مگر سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اس بار کو اٹھا لیا)

اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ظہور ہر شئے کا ضد کے ساتھ ہوتا ہے چونکہ انسان کی اصل مٹی ہے اور مٹی کو پستی ہے اور اندھیری لگی ہے۔ اندھیری کے مقابلہ میں انوارِ الٰہی اور پستی کے مقابلہ میں بلندی و رفعت لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرشِ معلےٰ کے اس بلند مقام پر پہنچے جہاں ناری اور نوری یعنی جنّات اور ملائکہ میں سے کسی کو اس رفعت اور بلندی پر رسائی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی اللہ پاک نے ثابت کر دکھایا۔

اس مقام میں سالک کو شوق و ذوق اور بے تابی و بے قراری وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ صرف ایمان کی مضبوطی اور اطمینانِ قلب رضا و تسلیم اور اتباع کامل

سنّتِ نبوی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم حاصل ہوتا ہے۔ اور ایسی اتباعِ کاملِ سنّت میں قطبیت غوثیت وغیرہ پوشیدہ ہے۔ کیونکہ نبوت کیلئے معجزہ شرط ہے اور ولایت کیلئے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع شرط ہے۔

نیز سالک کو اس مقام میں عاجزی اور نیستی اور دیدِ قصور زیادہ ہوتا ہے اور اپنی عبادتوں میں سے ہر ایک عبادت کو رب کے لائق نہیں سمجھتا مَا عبدناکَ حقّ عبادتکَ وما عرفناکَ حق معرفتکَ ولا احصی ثناءکَ ہم تیری عبادت کا جو حق ہے ویسی عبادت نہیں کر سکے اور ہم نے تیری معرفت کا جو حق تھا ویسا نہیں پہچانا اور میں تیری حمد و ثناء کا احاطہ نہ کر سکا۔

اور خود خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْن (پاک ہے اور برتر ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان صفات سے جن صفتوں سے لوگ اُسے متصف کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث اور آیت کا مطلب سالک پیشِ نظر رکھتا ہے جیسے عام لوگ جنابِ باری میں گناہ کرنے سے نادم ہوتے ہیں۔ یہ بندہ خاص عبادت کر کے عبادت کو ناقص جان کر بارگاہِ الٰہی میں نادم ہوتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عاصیاں از گناہ توبہ کنند　　عارفاں از عبادت استغفار

عام (لوگ) گناہ کرنے والے اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن عارف اپنی عبادت کو ہیچ سمجھ کر استغفار کرتے ہیں

حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے ٭ با حضورِ دل نہ کردم طاعتے

ایک گھڑی بھی بے گناہ کے ہم پر نہیں گزرتی اور ہم نے حضورِ دل سے کوئی عبادت نہیں کی۔

اس مقام میں مراقبہ کرنے کی نیت یہ ہے: فیض آرہا ہے ایسی ذاتِ محض سے جو کمالاتِ نبوت کا منشاء ہے۔ میرے عنصرِ خاک کے لطیفہ کا موردِ فیض ہی

دائرہ کمالاتِ رسالت کا بیان

کمالاتِ رسالت، یہ وہ مقدس مقام ہے جو کمالاتِ نبوت سے افضل ہے جس طرح نبوت اور رسالت میں فرق ہے اسی طرح کمالاتِ نبوّت و کمالاتِ رسالت میں فرق ہے۔ یعنی رسالت کا مرتبہ بارگاہِ رب العزت میں نبوّت کے مرتبہ سے افضل ہے۔

جس طرح کل انبیاء علیہم السلام میں رسول کا درجہ بلند ہے اور درجات میں ایک مخصوص درجہ ہے بالکل اسی طرح گزشتہ مقامات مراقبات کے مقابلہ میں یہ ایک خاص مقام ہے اس مقام کے انوار و فیضان و برکات گزشتہ مقامات سے نہایت لطیف اور زیادہ ہیں اس مقام میں ترقی کے بعد سالک پر کشف و الہام کا درجہ مکمل طریقے پر کھل جاتا ہے۔ اور شئی کی حقیقت چشمِ باطن سے کہ اپنے نفس کو معصیت سے روکنے پر قادر ہو جاتا ہے اور فیضانِ ذات

محبت سے بے پردہ صفات، یہ بندہ خاص مشرف ہوتا ہے۔ اور فیضان لطائف عشرہ کی مجموعی قوت پرواز ہوتا ہے اس مقام میں ترقی کثرت تلاوت کلام پاک وکثرت نوافل و طول قرأت اور اتباع سنت پر منحصر ہے۔
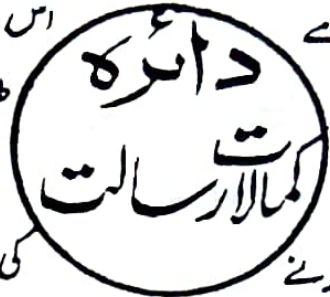
دائرہ کمالاتِ رسالت

اس مقام پر مراقبہ کرنے کی نیت یہ ہے:

فیض آرہا ہے ایسی ذات محض سے جو کمالاتِ رسالت کا منشاء ہے اور میری ہیبت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ کمالاتِ اولوالعزم کا بیان

دائرہ کمالاتِ رسالت کی انتہا میں یہ مقام کمالاتِ اولوالعزم کا مقام سالک پر منکشف ہوتا ہے۔ اس مقام کے انوار وکیف فیضان و برکات کمالاتِ رسالت سے اعلیٰ وارفع ہیں اور ذاتِ بحت سے اقرب ہیں اس مقام کے وصل شدہ سالک ایک مخصوص جماعتِ اولیاء کا سردار بن جاتا ہے اور طالبانِ حق ان کے حکم کی تعمیل وتکمیل کرکے ان کے فیضِ باطن سے مستفیض ہوتے ہیں۔

جس طرح تمام مخلوق میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سب سے بہتر مخلوق ہیں۔ اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں سے تین سو تیرہ مرسلین کا درجہ بلند ہے۔ پھر ان میں سے پانچ نبی اولوالعزم ہیں حضرت آدم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سردارِ دو عالم جنابِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان حضرات پیغمبران

اولو العزم علیہم السلام کی شان و مرتبہ بارگاہ خداوندی میں سب پیغمبروں سے افضل ہے اور اسی حیثیت سے فیضان و انوار الٰہی و انعام و اکرام، اسرار رموز یزدانی سے مشرف ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر کتاب آسمانی نازل نہیں ہوتی۔ نبی مرسل کا اتباع کیا کرتے تھے اور مرسلین پر صحیفہ آسمانی اترے ہیں۔ پیغمبران اولو العزم کو نیا دین اور نئی کتاب عنایت فرمائی جاتی تھی اور اس کتاب الٰہی سے اگلے آسمانی صحیفہ و مذہب منسوخ ہو جاتے تھے اسطرح ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی پیغمبران اولو العزم میں سب پیغمبروں سے اعلیٰ و افضل اور سردار انبیاء رہیں۔ آپ پر قرآن مجید کا نزول ہوا جس سے تمام سابقہ آسمانی کتب اور دین ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گئے۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قرآن مجید کی شان میں خوب فرمایا ہے ؎

دائرہ کمالات اولوالعزم

توریت کہ بر موسیٰ و انجیل بر عیسےٰ ؛ شد محو بیک نقطہ فرقان محمدؐ

یعنی توریت جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن کے ایک نقطہ سے محو ہو گئی۔

آپ کو خداوند قدوس کے ساتھ تمام پیغمبروں سے زیادہ تقرب حاصل ہے

اور درجۂ نبوت میں تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ سبقت حاصل ہے یہی وجہ
ہے کہ تمام انبیاء و ملائکہ مقربین آپ کے قرب خاص کے مرتبہ کو احاطہ نہ کر سکے
اسی واسطے حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لی مع اللہ وقت
لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مُرسَل۔ مجھے اللہ تعالےٰ کے
ساتھ ایک ایسا وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ میری برابری کر
سکتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل جس طرح کل انبیاء علیہم السلام میں پیغمبرانِ اولوالعزم
افضل ہیں اور مرتبہ میں بلند ہیں اسی طرح پچھلے مقامات سے اس مقام کا مرتبہ بلند
و بالا ہے۔ عوام الناس کو ان سب مقامات کے رموز کو سمجھنا اور احاطہ کرنا نہایت
دشوار ہے۔

اسی واسطے اس عزیز نے ان سب مقامات کے مختصر حالات اتباعاً و تبرکاً
لکھ دیئے تاکہ ان پر غور کریں اور ان سب مقامات کی نعمت و معرفت حاصل
کرنے کی کوشش کریں ورنہ بڑے بڑے عقلاء اور عرفاء ان کی تحقیق اور فہمید
میں عاجز ہیں۔

آدمی چاہے کتنا ہی بڑا متقی عابد اور زاہد کیوں نہ ہو وہ اپنی دانست میں
عمل بے ریا کرتا ہے اور سمجھتا ہے لیکن بلا حصول مقامات فنا و بقاء اس کے
ہر فعل میں ریا مشترک ہوتی ہے۔ اور صورتِ اتقاء ولایت صغریٰ میں اور
حقیقت اتقاء ولایت کبریٰ میں اور کمالِ اتقاء کمالاتِ نبوت میں حاصل ہوتی ہے
قبل فناء و بقاء جو افعالِ نیک زاہد یا عابد کو نظر نہیں آتی یہ اس کے خود علم
کی خرابی ہے جیسے کہ ہر مقام میں ہر وقت ہوا میں ذرات اڑتے رہتے ہیں۔

لیکن وہ دیکھتے نہیں ۔ مگر جب کسی مکان میں کسی سوراخ کے ذریعہ سے شعاع آفتاب پڑتی ہے تو اس نورِ آفتاب میں ذرات بالکل صاف نظر آتے ہیں ۔

اسی طرح قبل حصولِ ولایت اعمال میں ریا نہیں دیکھتی اور جب خانۂ دل پہ شعاعِ انوار الٰہی پڑتی ہے تو اعمال میں ریا اور ہر فعل خیر و شر کی صاحبِ ولایت کو تمیز ہوتی ہے جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے :

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰہ (ترمذی) ڈرو مومن کی فراست سے اس لئے کہ وہ اللّٰہ کے نور سے دیکھتا ہے ۔

اس مقام میں سالک کو ترقی ہونے کے بعد وہ اخلاق حمیدہ کا جامع ہوجاتا ہے اور اسکی نظر باطن اسم باطن سے اور نظرِ ظاہر اسم ظاہر سے متعلق ہوجاتی ہے جس سے وہ ظاہر و باطن ہر حالت میں اللّٰہ کے ساتھ رہنے پر قادر ہوجاتا ہے ۔

اسی مقام کے وصل شدہ سالک کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی غم، ایسے ہی ولی کی شان میں اللّٰہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (سورۃ یونس رکوع ۷) کی بشارت ہے اس کا باطن مثل نورِ آفتاب کے ہوجاتا ہے اور اسے کمالِ استقرار حاصل ہوجاتا ہے ۔ اسی مقام کے وصل شدہ سالک کو گمراہ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا اگر اتفاقاً بے ساختہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو وہ فوراً احساس ہونے پر توبہ استغفار کے ذریعہ خداوند کریم کی رضا حاصل کرلیتا ہے ۔

اسی دائرہ میں مراقبہ کرنے کی نیت یہ ہے :

فیض آرہا ہے ایسی ذاتِ محض سے جو کمالاتِ اولوالعزم کا منشاء ہے
اور میری ہیئت وحدانی کا مورد فیض ہے ۔

دائرہ حقیقت کعبہ ربانی کا بیان

یہ وہ مقام مقدس ہے کہ اس مقام پر حقیقت کعبہ ربانی کے راز و نیاز اور شانِ کبریائی کا اظہار سالک پہ ہوتا ہے ۔ جب سالک کو اس دائرہ حقیقت کعبہ ربانی میں کامل ترقی حاصل ہوتی ہے تو تمام مخلوق کی عبادات اور سجود کو اپنی طرف دیکھتا ہے ۔ درحقیقت وہ سب عبادات و سجود تجلی ذات کیلئے مخصوص ہیں ۔ لیکن سالک کو چونکہ تجلی ذات کے قریب اور اسمیں محو ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مخلوقات میری ہی عبادت کررہی ہیں ۔ جیسے کسی بادشاہ کے پاس نقیب چوبدار کھڑا ہو اور شاہی دربار میں رعایا عام لوگ بھی موجود ہوں تو جب رعایا بادشاہ کو آداب وسلام کرے گی تو چوبدار نقیب کو یہ معلوم ہوگا کہ رعایا ہم کو آداب وسلام کررہی ہے حالانکہ یہ آداب وسلام چوبدار و نقیب کیلئے نہیں ۔ بلکہ وہ صرف بادشاہ کے لئے مخصوص ہے۔

دائرہ
حقیقت کعبہ
ربّانی

بالکل اسی طرح سالک تجلی ذات کے قریب ہونے کی وجہ سے وہ دیکھتا ہے کہ مخلوق اس کی عبادت کرتی ہے ۔ حقیقتاً سجدہ و عبادات اللہ ہی کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ اس سالک کے لیئے ۔

سالک کو ایسا گمان کرنا کہ مخلوقات میری عبادات کر رہی ہیں ، ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے جس سے سالک کو اس وہم وگمان سے باز آنا اور توبہ واستغفار کرنا لازم ہے بلکہ ایسی کیفیت کے ظہور پہ سالک اپنے کو بندہ سمجھتے ہوئے ربِ کعبہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے ۔ اس مقام میں مراقبہ کی نیت یہ ہے :

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو تمام ممکنات کا مسجود الیہ ہے اور حقیقتِ کعبہ ربّانی کا منشاء ہے ۔ میری وحدانی ہیئت کے فیض کا مورد ہے

دائرہ حقیقتِ قرآن مجید کا بیان

اس مقام میں سالک حقیقتِ قرآنِ مجید سے مشرف ہوتا ہے اور کلام اللہ کے انوار واسرار و برکات سے مالامال ہوتا ہے اور ہر ہر حرف قرآن پاک کا مثل دریائے ذخار و بے کنار نظر آتا ہے ۔ اور ہر حرف سے تجلی کی چمک عرش تک پہنچتی ہے ۔ سالک کو اس تجلی میں عالمِ ملکوت وجبروت کی چیز نظر آتی ہے بعض اوقات اس مقام کے کمس سالک کو عرشِ الٰہی سے آواز سنائی دیتی ہے اس بندہ خاص سے اللہ پاک کلام بھی فرماتا ہے جس کلام کی حقیقت اور ماہیت اور فیضان وہی جانتا ہے اور خود ہی سمجھتا ہے دوسرا اس سے واقف نہیں ہوتا ۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے مجھ سے ایسا کلام فرمایا کہ اسکو نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا ۔ حضرت شاہ غلام علی مجدد دہلوی

دائرہ حقیقتِ قرآن مجید

فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ میں نے خدا کا کلام سنا ہے لیکن اس میں نہ حرف ہے نہ
آواز۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف باللہ
سے اللہ تعالیٰ ایسا کلام فرماتا ہے کہ وہ کلام کسی دوسرے سے نہیں فرماتا۔

ان حضرات مقدسین کی اقوال اور شرح سے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ
تبارک وتعالیٰ عارف باللہ وانبیاء علیہم السلام سے جو کلام کرتا ہے انہیں کوئی
شک نہیں اور وحی کے رموز کا نمونہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا
تھا اس کا نمونہ بھی عکسی طور پر اس بندۂ خاص پر گرتا ہے اور سینہ اس بندۂ
خاص کا کلام ربانی کے سمجھنے اور احاطہ کرنے کے لئے وسیع ہو جاتا ہے۔

اس دائرہ کے مراقبہ میں اس طرح نیت کرے:
فیض آرہا ہے اپنی ذات سے وسعتِ بیچوں کا مبداء اور حقیقتِ
قرآنِ مجید کا منشاء ہے۔ میری ہیئت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ کا بیان

مقام حقیقتِ صلوٰۃ۔ یہ وہ عالی مقام ہے جس میں سالک پر نماز کی
حقیقت کھلتی ہے اور نماز کے انوار وبرکات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور خداوند
قدوس کی نہایت قربت حاصل ہوتی ہے بلا حجاب بندہ کے سامنے تجلی
ذات اور خالق کے سامنے بندہ ہوتا ہے اسی مقام کے عارف وصل شدہ سالک کو
بحالت نماز یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جہاں سے نکل کر کسی دوسرے جہان میں
پہنچ گیا۔ بعض اکمل سالک کو دیدارِ حق کے لئے نہایت شوق وذوق اور بے چینی

بے قراری اور تڑپ ہوتی ہے۔ جب بے چینی اور بے قراری انتہائی درجہ پہنچتی ہے تو سالک کے باطن سے درد بھری آہ خداوند کریم کی درگاہ میں جاتی ہے کہ خدایا تو اپنا دیدار جمال مجھے دکھا دے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ـ پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھا دے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھوں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لَنۡ تَرٰىنِیۡ

دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ

کہ اے موسیٰؑ تم ہرگز مجھ کو نہیں دیکھ سکتے ہو (اس دنیا میں پورے طور پر)

وَلٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ

لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو پس وہ اگر اپنی جگہ پر قرار رہا تو (البتہ) تم دیکھ سکوگے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا سورۃ الاعراف رکوع ۱۷ (پس جب تجلی فرمائی ان کے رب نے پہاڑ پر۔ تو اس تجلی کو پہاڑ برداشت نہیں کرسکا پہاڑ ٹوٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر گر پڑے۔

بالکل اسی طرح سالک نماز میں بے قراری کے عالم میں اپنے رب کے دیدار کے لئے تڑپتا ہے تو خداوند کریم سالک کی حقیقی تڑپ دیکھکر نظر کرم فرماتا ہے اور کوہ طور کی طرح اپنی تجلی کا عکسی طور پہ ایک ذرا سی جھلک دکھاتا ہے جس سے سالک نماز میں بے ہوش ہوکر گر پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ اولیا کرام پہ جب تجلی ذات جلوہ گر ہوتی ہے تو ان کا جسم کوہ طور کے مانند ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے جو بعض وقت لوگوں کی نظر میں واقع ہوتا ہے۔

ایسا سالک فرمان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحیح مصداق ہوجاتا ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ مسلم شریف۔ کے مطابق جو نماز ادا کرنے کا حق ہے اس کے پورے حق کو ادا کرکے پورا مرتبہ حاصل کرتا ہے اسی حالت کی طرف اشارہ کرکے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ نماز مسلمانوں کی معراج ہے۔ اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ۔ رب سے زیادہ قریب کرنے والی نماز کے علاوہ اور کوئی عبادت نہیں۔ قرۃ عینی فی الصَّلٰوۃ (نسائی) میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

ان حدیثوں کے رازونیاز سالک پر منکشف ہوتے ہیں۔ ایسے بندہ خاص کی ایک رکعت اوروں کی لاکھوں رکعت سے افضل ہے۔ اس معنی میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؎

یک رکعت اورا رکعت تو صد ہزار

بہتر از تو بہتر است اے نابکار

اس کی ایک رکعت تیری لاکھوں رکعتوں سے بہتر ہے اے ناکارہ انسان۔

اس مقام میں مراقبہ کرتے وقت اس طرح نیت کرے کہ:

فیض آرہا ہے بیچوں کی حضرت ذات کی کمال وسعت سے جو حقیقت صلوٰۃ کا منشاء ہے میری ہیت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرۂ معبودیت صرفہ کا بیان

یہ مقام نہایت بلند و عالی مقام ہے جو حقائق الٰہی کے مقامات کعبۂ ربانی قرآن مجید اور صلوٰۃ کا مغز و لب لباب ہے۔ اس مقام میں ترقی قدمی نہیں صرف نظری کی رسائی ہے۔

معبودیت کے مقام میں جو مقام حقیقتِ صلوٰۃ ہے وہ حقیقتِ کعبۂ ربانی اور حقیقتِ قرآنِ مجید کے لئے مخصوص ہے اور وہ اسی کا جوہر ہے۔ اور صلوٰۃ کا درجہ تمام عبادتوں سے افضل ہے کیونکہ صلوٰۃ جامع عبادت ہے اور وہ سب عبادتوں کا مغز ہے۔ اسی واسطے حضورِ اکرم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب عبادتوں سے نماز محبوب تھی اور قربِ خداوندی حاصل کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہے اسی بنا پر نماز درگاہِ خداوندِ قدوس میں سب عبادتوں سے پسندیدہ عبادت ہے معبودیت صرفہ ان سب کا مقصود ہے۔ حقیقتِ صلوٰۃ قدمی سیر کا آخری مقام ہے اس سے آگے سیر کے واسطے روحانی قدم بڑھانے کی کسی طرح کی گنجائش نہیں ہے اس مقام میں یعنی دائرہ معبودیت صرفہ میں سالک اپنی استعداد کے موافق نظرِ روحی سیر کرتا ہے۔ یہ مقام عارفوں کی روحانی معراج سدرۃ المنتہیٰ کی آخری حد کی انتہا پر حجاب کی آڑ میں قربِ باری تعالیٰ کا نہایت اقرب اور مخصوص مقام ہے جسکے احوال و کوائف سے عارف باللہ واقف ہو کر

دائرہ
معبودیت
صرفہ

اطمینان وسکونِ قلب حاصل کرلیتا ہے۔

نیت مراقبہ کی یہ ہے: کہ فیض آرہا ہے ایسی ذات سے جو معبودیتِ صرفہ کا منشا ہے اور میری ہیئت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ حقیقتِ ابراہیمی کا بیان

اس مقام مقدس میں سالک حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔ ان کی روحِ مبارکہ سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور آپ کی ولایت کے رنگ سے سالک کی ولایت رنگ جاتی ہے اس مقام کے اکمل سالک قربِ خداوندی حاصل کرنے کے بعد خلعت درجہ ابدال سے سرفراز ہوتا ہے تو انھیں مردانِ غیب یعنی جماعتِ اولیاء میں ابراہیمی ابدال کہا جاتا ہے خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا۔ راز دار دوست کو خلیل کہتے ہیں آپ کی راز داری جو رب کے ساتھ تھی اس سے فرشتے واقف نہ تھے اس کا اظہار فرشتوں اور خلق پر اس وقت ہوا کہ جب آتشِ نمرود میں آپ گر رہے تھے، اور کسی فرشتے سے یا کسی اور سے کسی قسم کی اعانت و مدد طلب نہ کی۔ اپنے رازدار حقیقی دوست کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: حَسْبِیَ اللّٰہُ یا بروقت قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آپ کی راز داری جو رب کے ساتھ تھی اس سے واقف ہوئے۔ مقام خلیلی میں

دائرہ حقیقت ابراہیمی

آپ ہی کا قدم غالب ہے ۔

تو اس مقام کے سالک کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں جو خوبی اور اخلاق حمیدہ خرق عادت بزرگی وغیرہ موجود تھی وہ سب صفات بکثرت پیدا ہو جاتی ہیں ۔

ترقی اس مقام میں کثرتِ درودِ ابراہیمی سے ہوتی ہے جو کہ اثنار نماز میں پڑھی جاتی ہے ۔ سالک اس مقام کا اپنی حیثیت کے موافق بزرگی ، کشف و کرامات فیض و انوار و برکات سے مشرف ہوتا ہے اور اس سالک کی نگاہ و دل حقیقتِ ذات کی طرف ہوتی ہے ۔ اور تمام خلق سے بے تعلق ہو جاتا ہے مثل اس آیت کے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ سورۃ الانعام ع ۔ بے کہ جن کو تم شریک بناتے ہو میں نے تو ایک طرف ہو کر اس کی طرف اپنا رخ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں تو شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔

اس دائرہ کے مراقبہ میں اس طرح نیت کرے کہ :

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو حقیقتِ ابراہیمی منشار ہے میری ہیئتِ وحدانی کے فیض کا مورد ہے ۔

دائرہ حقیقتِ موسوی کا بیان

سالک جب دائرہ حقیقتِ ابراہیمی کے فیضان انوار و سیر سے مشرف ہو کر کمال مرتبہ پر پہنچتا ہے تو بفضلِ الٰہی دائرۂ حقیقتِ موسوی میں سیر ہوتی ہے

جس سے سالک کو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی حقیقت سے واقفیت ہوتی
ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ولایت کے رنگ سے سالک کی ولایت رنگ
جاتی ہے۔ بارگاہ رب العلمین میں مقبول ہونے کے بعد ایسے سالک کو درجۂ
ابدال سے مشرف کیا جاتا ہے جو مردانِ غیب میں موسوی ابدال سے متصف ہوتے

دائرہ حقیقت موسوی

ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رب العلمین کو جو محبت
خاص تھی کہ جسکی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام
رب العلمین سے کوہِ طور پر ایسے کلام
بے خوف اور بوجہ ناز برداری کے عرض کیا
کرتے تھے کہ جو کلام شایان عبدیت نہ ہوتا اور آپ
ہی کو اللہ تعالیٰ نے کلیم اللہ کے خطاب سے پکارا۔

اس مقام میں سالک کو ایک مرتبۂ خاص حاصل ہوتا ہے اور قرب خداوندی کے
انوار کو مشاہدہ کرنے کی ایک عظیم باطنی ہمت اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ اس دائرہ
میں مراقبہ کرنیکی نیت یہ ہے:
فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو حقیقتِ موسوی کا منشاء اور میری
ہیئت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ حقیقتِ عیسوی کا بیان

اس مقام میں سالک سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حقیقت سے
واقف ہوتا ہے اور آپ کی روحِ مبارک سے فیض و برکات حاصل کرتا ہے۔ چونکہ

دائرہ حقیقتِ عیسوی

انسان ذات وصفاتِ حق کا آئینہ ہے جب آئینہ صاف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جو صفت اس پر تجلی کرتی ہے وہی صفت اسمیں نمایاں ہوتی ہے جو صفت آئینے سے ظاہر ہوتی ہے وہ صاحبِ تجلی کے تصرف سے ہوتی ہے نہ کہ آئینہ سے کیونکہ آئینہ میں پہلے قبولیت عکس کی قابلیت نہ تھی جب صاف ہوگیا تو پھر اسمیں قابلیت آ گئی۔ خلافت کا بھید بھی یہی ہے کہ وہ ذات وصفات خداوندی کا مظہر ہے۔

تو سالک اس مقام حقیقتِ عیسوی میں عکسی طور پر خالقی صفت سے متّصف ہو جاتا ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہوتے تھے۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي سورۃ المائدہ ع ۱۵ (اور جب تم گارے سے پرندوں کی صورت میرے اذن سے بناتے تھے پھر ان میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے پرند ہو جاتے تھے) وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ سورۃ آل عمران ع ۵ (خدا کے حکم سے زندہ کرتا ہوں مُردوں کو)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولایت کے رنگ سے سالک کی ولایت رنگ جاتی ہے۔ جس سے اپنی ہمتِ باطنی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے میں ایک خاص قابلیت اس مقام کے عارف کو حاصل ہوتی ہے اس مقام میں مراقبہ کی نیت یہ ہے:

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو حقیقتِ عیسوی کا منشا ر
اور میری ہیئتِ وحدانی کے فیض کا مورد ہے ۔

دائرہ حقیقتِ محمدّی کا بیان

یہ وہ مقدس مقام ہے جو حقائق انبیاء علیہم السلام کے تمام دائروں سے اعلیٰ و ارفع ہے ۔ اس مقام کو حقیقت الحقائق اور حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی کہتے ہیں ۔ اس مقام سے فیض حاصل کرنا گویا کہ حقائق انبیاء علیہم السلام کے سب دائروں سے فیض حاصل کرنے کے برابر ہے ۔ اس دائرہ کی نسبت قرب باری تعالےٰ میں سب سے افضل ہے اس مقام کا فیض جملہ مقامات کے فیض سے اشرف ہے تمام مخلوقات کی حقیقت اور تعلق اس مقام میں ان کمالات سے ہے جن کا تعلق حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ہے اور یہ جسم پاک وہ ہے کہ جو شبِ معراج میں رب کے نزدیک عرشِ معلیٰ پر پہنچا ۔ یہ جسم مبارک وہ ہے کہ جن کے قرب اور رفعت کے مقابلے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ہستی بھی بے بنیاد ہے ۔ مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر کر اور یہ کہہ کر رہ گئے جسکو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں

اگر یک سر موئے برتر پرم ؛ فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر میں ایک بال کے برابر بھی بڑھوں تو تجلی ذات بحت میرے پر (پرواز) جلا ڈالے ۔ یہ جسم لطیف وہ ہے جس نے رب کے نزدیک اسقدر قرب حاصل کیا کہ جسکو خلعتِ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ہ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

سورۃ النجم ع (پھر آپ اور بھی قریب ہوئے. (یہاں تک) کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا
یا اس سے بھی کم) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی سورۃ النجم ع (نہ تو نبی کی آنکھ نے
غلطی کی ہے اور نہ وہ بہکی ہے) ملا ہے. یہ جسم مبارک وہ ہے جس کا سایہ نہ تھا.
چونکہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دین کے بادشاہ تھے اور بادشاہ خود سایہ ہوتے
ہیں (اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ (بادشاہ خدا کا سایہ ہوتا ہے) اور سائے کا
سایہ ہو نہیں سکتا. اللہ تعالےٰ نے پہلی اور آخری خلقت کو آنجناب صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم ہی کے نور سے پیدا کیا ہے

دائرہ
حقیقتِ
محمدی

تاکہ گمراہی کے جنگل کا بھولا بھٹکا حق کی طرف لوٹ آئے.
تو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تابعداری اور دولت کی پناہ نصیب ہو
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء ع) (جو رسولِ خدا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری کرتا ہے وہ در اصل خدا کی تابعداری
کرتا ہے) اور جس وقت اپنے آپ کا خیال ہوتا تو اس وقت سایۂ حق کی طرف
رجوع کرتے. لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب
ولا نبی مرسل (اللہ تعالےٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں

کرسکتا۔ نہیں برابری میری مرسل نبی یا فرشتہ مقرب کوئی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ اہلِ عالم کے آفتاب تھے لیکن "ربیت عند ربی" (میں اپنے پروردگار کے ہاں رہا) کے پرورش یافتہ تھے اور "یطعمنی" کے دستر خوان سے نوالہ حاصل کرتے تھے اور "یسقینی" کے جام سے شراب نوش جان فرماتے تھے۔

اگرچہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ سب رسول ہیں. ہم نے بعض کو بعض پر بزرگی عنایت کی ہے) سورۃ البقرہ رکوع ۳۳۔ کے بموجب انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک۔ ایک ایک اُمت کے قافلہ کا سالار ہو گزرا اور سب کے سب برگزیدہ تھے۔ ہر ایک کسی خاص اُمت کا پیشرو تھا اور قیامت کے روز اُسی اُمت کو باہر لے جائیگا۔ لیکن پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ان سب قافلوں کے سالار ہیں جنھوں نے نہایت مہربانی سے عدم سے قدم باہر رکھا اور موجودات کے قافلے کی پیشروی کی اور وجود کے صحرا میں ڈالا۔ نحن الاٰخرون السابقون (ہم سب سے بعد میں آنے والے ہیں لیکن سب سے سابق ہیں) کنت نبیا والاٰدم بین الماء والطین (میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے) آخر میں بھی تمام روئے زمین پر ختم نبوت کا سکہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک پر ضرب کیا گیا۔

اور آپ (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر شجر و حجر سلام و درود بھیجتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ سورۃ

الاحزاب ع (اس مقام میں سالک پر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب ہونے کے سبب جو انوار و برکات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہوتے ہیں ان سب کا عکس عکسی طور پر سالک پر بھی گرتا ہے جس سے وہ اپنے آپ کو سراپا انوار الٰہی میں مستغرق پاتا ہے۔ اس عالم میں سالک اکثر اوقات حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ اس دائرہ میں مراقبہ کی نیت یہ ہے :

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو حقیقت محمدی کا منشار اور میری ہیئت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ حقیقتِ احمدی کا بیان

یہ مقام حقیقت احمدی نہایت جلیل القدر اور عالی مقام ہے اس میں سالک عجیب وغریب عنایات الٰہی اور تجلیات ذاتِ لامتناہی سے مشرف ہوتا ہے جسکا تعلق حضورِ مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روحِ اطہر سے ہے۔ جسقدر کہ روح میں اور جسم میں لطافت اور قدامت میں فرق ہے اسی قدر ظہورِ تجلیات ذات میں فرق ہے اس مقام میں سالک کمالات کا جامع ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں مراقبہ کی نیت یہ ہے۔ کہ :

دائرہ حقیقتِ احمدی

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے جو حقیقتِ احمدی کا منشار اور میری ہیئتِ وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ حسب صرف کا بیان

یہ وہ مقام عالی ہے جس میں اسرار خداوندی اور رموزِ سرورِ کائنات صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سالک پر منکشف ہوتے ہیں اور یہ مقام کل تجلیات کا مجموعہ ہے جو بے مثال اور بے گمان ہے جسکی اہمیت کو تفہیم کرنا نہایت دشوار ہے اس لئے کہ اس مقام کے احوال انوار میں نہایت چون بچوں وبیچگونیت ہے اور دیگر مقام کا لب لباب ہے جو بیان سے باہر اور قلم لکھنے سے قاصر ہے

دائرہ حسب صرف

اس دائرہ میں مراقبہ کی نیت یہ ہے۔

فیض آرہا ہے ایسی ذات کی طرف سے حسب صرف کا منشا راور میری ہئیت وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

دائرہ لاتعین کا بیان

یہ وہ مقام ہے جو بے نام اور بے نشان اور بے وہم و بے گمان ہے جس میں ذات بحت کی خاص تجلی جلوہ گر ہے۔ بلکہ یہ مقام ذات بحت ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اس مقدس مقام میں سوائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر کسی بھی انبیاء علیہم السلام کو رسائی نہیں ہوئی اُمتِ محمدی کے خاص بندے

اولیاء کاملین کو اس مقام میں فیض عکسی حاصل ہوتا ہے روحانی قدم سے بھی کسی طرح سیر کرنے کی گنجائش نہیں۔ اس مقام کی خبر میں حضرت مجدد ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

دائرہ لاتعین

؏

بنام آنکہ آں نامے ندارد ۞ بہر نامے کہ خواں سیر بر آرد

اس ذات کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ جس کا کوئی نام نہیں (لیکن) جس نام وصف سے اس کو پکارو وہ اس سے بالاتر اور برتر ہے۔

اس دائرہ کے مراقبہ میں اس طرح نیت کرے:

کہ فیض آرہا ہے ایسی ذاتِ محض کی طرف سے جو دائرہ لاتعین کا منشا ہے اور میری ہیئتِ وحدانی کے فیض کا مورد ہے۔

خاتمہ

خداوند قدوس نے چار کے عدد کو ایک خصوصیت دے رکھی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ
کے اسمِ ذات اَللّٰہ کے چار حروف ہیں۔ مُحَمَّد اور اَحْمَد میں جو حبیب
خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخصوص اسماء ہیں چار چار حروف ہیں۔ کتب
سماوی یعنی توریت، انجیل، زبور اور قرآن چار ہیں۔ ملائک مقربین حضرت
جبرائیل، میکائیل، اسرافیل وعزرائیل علیہم السلام بھی چار ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین بھی چار ہیں۔ ائمہ شریعت اور ائمہ طریقت بھی چار چار ہیں۔ ارکانِ
اسلام یعنی کتاب، سنت، اجماع اور قیاس بھی چار ہیں۔ قربِ الٰہی کے مقام
یعنی شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت چار ہیں۔ بیت اللہ شریف کی
دیواریں چار ہیں۔ عناصر آگ، ہوا، پانی، مٹی۔ اخلاطِ بدن صفرا، سودا
بلغم اور خون۔ طبیعتیں گرمی، سردی، تری اور خشکی چار چار ہیں۔

غرضیکہ پروردگار کے اسماء وصفات میں طریقہ چار ہونے کا بکثرت ہے
جن کو لکھنا باعثِ طوالت ہے۔ پس اسی طریق کے مطابق میں نے بھی اس
کتاب میں چار ابواب قائم کئے ہیں تاکہ اس کے ساتھ ایک نوع مناسبت
پیدا ہو جائے۔

اب میں ان ابواب کے خاتمہ پر چند ضروری فوائد تصوف اور سلوک کی بابت لکھتا ہوں تاکہ طالبانِ حق اور راہِ سلوک میں قدم رکھنے والے حضرات اسکو اپنے لئے شاہراہِ عمل بنائیں۔

نیز کچھ تعویذات اور نسخے برائے فوائد مخلوق عام کے لئے درج کئے ہیں اگرچہ علم تصوف سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔

طالبانِ حق کے لئے چالیس نصیحتیں

(۱) فقیر میں چار حروف ہیں۔ فٓ قٓ یٓ رٓ۔ فٓ سے فاقہ۔ قٓ سے قناعت یٓ سے یادِ الٰہی رٓ سے ریاضت (جس نے ایسا کیا اسپر فٓ سے فضلِ خدا۔ قٓ سے قربِ مولا یٓ سے یادِ حق رٓ سے رحمتِ حق نصیب ہوگی۔ (اور جس نے صورت فقیر کی بنائی اور ایسا نہ کیا اسکو، فٓ سے فضیحت قٓ سے قہرِ خدا یٓ سے یاسِ مولیٰ اور رٓ سے رسوائی نصیب ہوگی۔

۲۔ ظاہری افعال کو گناہوں سے اور باطنی حالت میں فضول کام سے اپنے آپ کو آلودہ نہ کرنا اور خداوند کریم کے احکام کے مطابق مستقل عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔

۳۔ طریقت میں چار چیزیں ضروری ہیں دستِ ۱ شکستہ سوال نہ کرنا۔ پا ۲ شکستہ کسی امید پر کسی کے پاس نہ جانا۔ دین ۳ درست۔ یقین ۴ درست

۴۔ انسان آئینہ کامل ہے اگر یہ اپنے آئینہ کا رُخ عالمِ دنیا کی طرف رکھے تو عکس خراب پڑکر نہایت مکدر اور بدنما ہو جائے گا۔

اور اگر آئینۂ قلب کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف کرے تو سب سے زیادہ مصفّٰی اور خوش نما ہو جائے گا۔

۵۔ منازلِ سلوک دراصل اس لئے ہیں کہ ایمان حقیقی نصیب ہو جائے۔ اور نفس سے تمام بُری باتیں ضائع ہو کر اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جائیں۔

۶۔ جو سالک اپنے آپ کو خارشی کتے سے بھی بہتر جانتا ہے وہ بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے

۷۔ بیمار دل کی چار علامتیں ہیں۔ ایک[1] یہ کہ عبادت سے مزہ نہ پانا۔ دوسرے[2] یہ کہ خدائے تعالیٰ کا خوف نہ ہونا۔ تیسرے[3] یہ کہ اس جہان کی چیزوں کو عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھنا۔ چوتھے[4] یہ کہ علم کی باتوں کو سن کر ان پر عمل نہ کرنا۔

۸۔ حیا اور انس دل کے دروازے پر آتے ہیں اور اگر دل میں زہد اور ورع پاتے ہیں تو داخل ہو جاتے ہیں۔

۹۔ زہد کی ابتدا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ سے ہوتی ہے اس کا وسط صبر ہے اور اس کی انتہا اخلاص ہے۔

۱۰۔ ہر شے کی ایک زینت ہوا کرتی ہے اور عبادت کی زینت خوفِ خدا ہے۔

۱۱۔ جو خواب یا کشف یا الہام یا غیبی آواز قرآن و حدیث کے مطابق ہے تو قابلِ اعتبار ہے اور اگر خلاف ہے تو قابلِ رَدّ ہے۔

۱۲۔ کسی کو کشف ہو یا طے ارض ہو یا کچھ بھی ہو اگر خدا کے سوا اس کے دل میں امید یا خوف وغیرہ ہے تو نہ وہ ولی ہے اور نہ اس کا سلوک قابلِ اعتبار ہے۔

۱۳ ۔ جس دل میں مال وجاہ کی محبت ہے ۔ وہ دل نزولِ رحمت کے لائق نہیں
اور وہ دل درحقیقت دل ہی کہلانے کے قابل نہیں ۔

۱۴ ۔ کشف وکرامات کا خواہشمند یا کیمیا اور دستِ غیب کا طالب طالب خدا
نہیں ہے۔

۱۵ ۔ کلامِ پاک خوش الحان قاری پڑھے یا بلا مزامیر بوڑھا یا جوان حمد ونعت
کے اشعار پڑھے اور اس کے سننے سے وجد و جوش وخروش یا دل کو
راحت نہ ہو اور عورت یا مرد کے اشعار پڑھنے یا مزامیر کی آواز کے
ساتھ کسی کو حال طاری ہو تو سمجھ لو یہ حال نہیں بلکہ وبال ہے ۔

۱۶ ۔ تکلیف وراحت تنگی وکشادگی اور غصہ وخوشی اور اپنے جملہ حالات میں ذکر
قلبی پر نظر رکھے۔ اگر دل میں ذکر پائے تو حق تعالے کا شکر بجالائے اور
اگر غافل پائے تو ندامت اور افسوس کرے ۔

۱۷ ۔ اچھا کھانے یا اچھا پہننے کا نفس کو عادی نہ بنائے اور نہ عمدہ کھانے
کو بے مزہ کر کے کھائے۔ نہ اسقدر زیادہ کھائے کہ بدہضمی وکسل ہو ۔
اور نہ اتنا کم کھائے کہ ضعف پیدا ہو کر عبادت واتباع سے محروم رہے ۔

۱۸ ۔ نہ اتنی زیادہ گفتگو کرے کہ سامعین پریشان اور ملول خاطر ہو جائیں
اور نہ اتنی خاموشی اختیار کرے کہ آنے والے بیزار ہو جائیں ۔ نہ
مالداروں اور دنیاداروں کے پاس اس قدر بیٹھے کہ دل مردہ ہو جائے
اور نہ اتنا دور بھاگے کہ ہدایت کا دروازہ بند ہو جائے ۔

۱۹ ۔ رات کو اس قدر نہ جاگے کہ دماغ اور اعضاء بیکار ہو جائیں ۔ اور نہ

اتنا سودے کہ دنیا و عقبیٰ برباد ہو جائیں۔

۲۰۔ جب تک خاتمہ بخیر نہ ہو مبشرات و الہام یا کشف و کرامات یا کسی حال وغیرہ پر مطمئن نہ ہونا چاہیئے ہمیشہ دربارِ الہٰی میں گریہ و زاری اور بے قرار رہنا چاہیئے۔

۲۱۔ صوفیاء کے سلوک سے یہ ہرگز مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور الوان و انوار کو دیکھیں۔ یہ باتیں لہو و لعب میں داخل ہیں۔ تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۲۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں اور خرابیوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

۲۳۔ جو کہ اپنے آپ کو آدابِ سنت سے آراستہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل کو معرفت کے نور سے منور کرتا ہے۔

۲۴۔ جس نے آداب سے سستی برتی وہ سنن سے محروم ہو گیا۔ جس نے سنن سے غفلت اختیار کی وہ فرائض سے محروم ہوا، اور جس نے فرائض سے کوتاہی اختیار کی وہ معرفت سے محروم ہو گیا۔

۲۵۔ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل کرنا طریقہ صوفیہ پر منحصر ہے جو علم و عمل کی روح ہے۔

۲۶۔ طریقۂ نقشبندیہ کا مدار دو اصولوں پر ہے۔ ایک شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ اور دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص میں استقامت۔

۲۷۔ شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل و اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جز متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔

۲۸۔ شریعت نسخہ ہے۔ طریقت دوا۔ حقیقت پرہیز ہے۔ معرفت شفا۔

۲۹۔ شریعت علم ہے طریقت عمل حقیقت خلوص ہے معرفت دیدار حق۔

۳۰۔ شریعت مثل رہنما ہے۔ طریقت راستہ چلنا ہے۔ حقیقت مقام مقصود تک پہنچنا ہے۔ معرفت صاحبِ مکان سے ملنا ہے۔

۳۱۔ شریعت میں ارشاد عہد الست طریقت میں یاد عہد الست۔ اور شریعت در عمل مصطفیٰ طریقت عروجِ دلِ مصطفیٰ

۳۲۔ ذکر تین قسم ہے۔ ایک تو وہ ذکر کہ زبان سے ہوتا ہے۔ اور دل اس سے غافل ہوتا ہے اسکو ذکر عادتی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ ذکر کہ زبان سے ہوتا ہے اور دل حاضر ہوتا ہے ایسا ذکر ثواب طلب ہے۔ تیسرے وہ ذکر کہ دل ذکر میں مشغول ہوتا ہے اور زبان گونگی یہ ایسا ذکر ہے کہ اس کا مرتبہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳۳۔ انبیاء علیہم السلام کا عذاب وحی کا بند ہو جانا اور اولیاء کا عذاب کرامات کا ظاہر ہونا اور مومن کا عذاب اطاعت میں کمی اور کوتاہی کرنا ہے

۳۴۔ نبوت کے واسطے معجزہ لازمی ہے اور ولایت کے لئے کرامت لازمی نہیں ہے اور ولی کو اتباع نبی ضروری اور لازمی ہے

۳۵۔ قبولیتِ اعمال پورے طریقے پر "کمالِ ایمان" کے بقدر ہے اور نورانیت اعمال "کمالِ اخلاص" سے ہے۔ جتنا ایمان کامل تر اور اخلاص تام تر ہوگا۔

اعمال میں نورانیت و قبولیت اُسی قدر ہو گی کمالِ ایمان اور کمالِ اخلاص "معرفت" کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ معرفت فنا کے ساتھ وابستہ ہے جو فنا میں راسخ تر ہوگا۔ ایمان میں کامل تر ہوگا۔ اسی وجہ سے ایمانِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایمانِ امت پر راجح ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ "فنا" میں فرد کامل تھے۔

۳۶۔ جن کو حق تعالےٰ دوست رکھتا ہے تین خصلتیں ان کو عطا فرماتا ہے:۔ سخاوت مثل سخاوتِ دریا کے اور شفقت مثل شفقتِ آفتاب کے اور تواضع مثل تواضع زمین کے۔

۳۷۔ جس کو حق تعالےٰ قبول فرماتا ہے، ایک فرعون کو اس پر مقرر کرتا ہے تاکہ اسکو رنج پہنچادے۔

۳۸۔ راہِ معرفت میں بڑا اصول حضورِ دل ہے اور حضورِ دل حلال لقمہ اور اہلِ دنیا سے پرہیز کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳۹۔ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ پس درویش کو لازم ہے کہ ان چار چیزوں سے دور رہے۔ اوّل آنکھیں اندھی بنائے تاکہ حرام کردہ چیزوں اور لوگوں کے عیب نہ دیکھے۔ دوسرے کانوں کو بہرا کرے تاکہ نہ سننے کے لائق باتیں نہ سنے۔ تیسرے زبان گونگی کرے تاکہ نہ کہنے والی بات نہ کہے۔ چوتھے پاؤں کو لنگڑا کرے تاکہ منع کردہ چیزوں اور جہاں جانا مناسب نہ ہو وہاں نہ جائے۔

۴۰۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے فرمایا کہ مجھے گناہوں کا مرض

ہر اگر اس کی دوا آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجئے گا۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں سامنے ایک شخص تنکے چننے میں مصروف تھا۔ اس نے سر اٹھا کر کہا۔ یہاں آ۔

اس کی دوا میں بتاتا ہوں۔

حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے

درخت کے پتے، ادب کی چھال، حسن و اخلاق کے بیج۔

یہ سب لیکر نیت کے هاون دستہ میں کوٹنا شروع کرو۔ اور اشکِ پشیمانی کا عرق اس میں روز ملاتے رہو۔ ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولھے پر پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائیِ قلب کی چھلنی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی شکر میں ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا۔ جس وقت تیار ہو کر اترے۔ تو اس کو خوفِ خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔
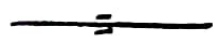
نمبر شمار	اسماء مبارک خواجگان نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم	سنہ پیدائش	ماہ پیدائش	تاریخ پیدائش	سنہ وفات	ماہ وفات	تاریخ وفات	مقام مزار شریف
۱	حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	عام الفیل	ربیع الاول	۱۲	۱۱ھ	ربیع الاول	۱۲	مدینہ شریف
۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	بعد دو سال واقعہ فیل	ذی الحجہ	۶	۱۳ھ	جمادی الثانی	۱۷	مدینہ شریف
۳	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ				۳۵ھ	رجب المرجب	۱۰	مدائن
۴	حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ	۲۳ھ	شعبان	۲۳	۱۰۶ھ	رمضان المبارک	۱۵	مدینہ شریف
۵	حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ	۸۰ھ	ربیع الاول	۱۷	۱۴۸ھ	رجب المرجب	۲۵	جنت البقیع مدینہ شریف
۶	حضرت بایزید بسطامی رح	۱۳۲ھ	ربیع الثانی	۵	۲۶۱ھ	شعبان	۱۵	بسطام۔ ایران
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رح	۳۵۲ھ	شوال	۱۲	۴۲۵ھ	رمضان	۱۵	خرقان
۸	حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رح				۴۵۰ھ	صفر	۲۳	گرگان۔ ایران
۹	حضرت ابو علی فارمدی رح	۴۳۲ھ	ذی الحجہ	۱۲	۴۷۷ھ	ربیع الاول	۴	طوس

تعداد	اسماء مبارک خواجگان نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم	سنہ پیدائش	ماہ پیدائش	تاریخ پیدائش	سنہ وفات	ماہ وفات	تاریخ وفات	مقام مزار مبارک
۱۰	حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح	سنہ ۴۴۰ھ			سنہ ۵۳۵ھ	رجب	۲۷	شہر مرو ترکستان
۱۱	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح	سنہ ۴۳۵ھ	شعبان	۱۳	سنہ ۵۷۵ھ	ربیع الاول	۱۲	غجدوان نزد بخارا
۱۲	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رح	سنہ ۵۵۱ھ	رجب	۲۷	سنہ ۶۱۵ھ	شوال	۱	دیوگر نزد بخارا
۱۳	حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رح	سنہ ۶۲۷ھ	شوال	۱۸	سنہ ۷۱۵ھ	ربیع الاول	۱۷	بخارا
۱۴	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رح	سنہ ۶۳۱ھ	شوال	۱۶	سنہ ۷۲۱ھ	ذیقعدہ	۲۷	خوارم
۱۵	حضرت خواجہ بابا سماسی رح	سنہ ۵۹۱ھ	رجب المرجب	۲۵	سنہ ۷۵۵ھ	جمادی الثانی	۱۰	سماس
۱۶	حضرت خواجہ سید امیر کلال رح				سنہ ۷۷۲ھ	جمادی الاول	۸	قصبہ سوخار مضافات بخارا
۱۷	خواجہ خواجگان امام الطریقت حضرت بہاء الدین رح	سنہ ۷۱۸ھ	محرم الحرام	۴	سنہ ۷۹۱ھ	ربیع الاول	۳	بخارا
۱۸	حضرت خواجہ علاء الدین عطار رح	سنہ ۶۹۵ھ	ذی الحجہ	۱۷	سنہ ۸۰۲ھ	رجب المرجب	۲۰	موضع جغانیان

تعداد	اسماء مبارک خواجگان نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم	سنہ پیدائش	ماہ پیدائش	تاریخ پیدائش	سنہ وفات	ماہ وفات	تاریخ وفات	مقام مزار مبارک
۱۹	حضرت مولانا یعقوب چرخی رح	۶۷۱ سنہ ھ	شعبان	۱۴	۸۵۱ سنہ ھ	صفر	۵	مقام ہلفتو
۲۰	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح	۸۰۶ سنہ ھ	رمضان المبارک	۲۰	۸۹۵ سنہ ھ	ربیع الاول	۲۹	سمرقند
۲۱	حضرت خواجہ محمد زاہد رح	۸۵۲ سنہ ھ	شوال	۴	۹۳۶ سنہ ھ	ربیع الاول	۱	بمقام وخش
۲۲	حضرت خواجہ درویش محمد رح	۸۴۶ سنہ ھ	شوال	۱۶	۹۷۰ سنہ ھ	محرم الحرام	۱۹	موضع اسفرار
۲۳	حضرت مولانا خواجہ محمد امکنگی رح	۹۰۷ سنہ ھ	رمضان المبارک	۱۴	۱۰۰۸ سنہ ھ	شعبان	۲۲	موضع امکنگ
۲۴	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رح	۹۶۸ سنہ ھ	رجب المرجب	۱۷	۱۰۱۲ سنہ ھ	جمادی الثانی	۲۵	قطب روڈ سرائے خلیل دہلی
۲۵	امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رح	۹۷۱ سنہ ھ	شوال	۱۷	۱۰۳۴ سنہ ھ	صفر	۲۸	سرہند شریف پنجاب
۲۶	مجدد الدین حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رح	۱۰۰۹ سنہ ھ	شوال	۲۵	۱۰۷۹ سنہ ھ	ربیع الاول	۹	سرہند شریف پنجاب
۲۷	سلطان الاولیاء حضرت شیخ سیف الدین رح	۱۰۴۹ سنہ ھ			۱۰۹۶ سنہ ھ	جمادی الثانی	۲۰	سرہند شریف پنجاب

تعداد	اسمائے مبارک خواجگان نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم	سنہ پیدائش	ماہ پیدائش	تاریخ پیدائش	سنہ وفات	ماہ وفات	تاریخ وفات	مقام مزار مبارک
۲۸	حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رح				سنہ ۱۱۱۴ھ	جمادی الاول	۱۴	مہرولی شریف دہلی
۲۹	سید السادات حضرت نور محمد بدایونی رح	سنہ ۱۰۳۷ھ	ذی الحجہ	۱۴	سنہ ۱۱۳۵ھ	ذیقعدہ	۱۱	نظام الدین بیچ پیر عقب نالہ دہلی
۳۰	شمس الدین حبیب اللہ الشہید حضرت مرزا مظہر جانجاناں رح	سنہ ۱۱۱۱ھ	صفر	۱۱	سنہ ۱۱۹۵ھ	محرم الحرام	۱۰	خانقاہ مظہریہ دہلی
۳۱	مجدد مائۃ ثالث عشر حضرت مولانا عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی علیہ الرحمۃ	سنہ ۱۱۵۸ھ			سنہ ۱۲۴۰ھ	صفر	۲۲	خانقاہ مظہریہ دہلی
۳۲	غوث زماں قطب دوراں حضرت مولانا شاہ ابو سعید احمدی رح	سنہ ۱۱۹۶ھ	ذیقعدہ	۲	سنہ ۱۲۵۰ھ	شوال	۱	خانقاہ مظہریہ دہلی
۳۳	غوث زماں حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب احمدی مدنی رحمۃ اللہ علیہ				سنہ ۱۲۷۷ھ	ربیع الاول	۲	جنت البقیع مدینہ شریف
۳۴	حضرت حاجی دوست محمد قندھاری دامانی علیہ الرحمۃ	سنہ ۱۲۱۶ھ			سنہ ۱۲۸۴ھ	شوال	۲۲	خانقاہ موسیٰ زئی ڈیرہ اسمٰعیل خاں (پاکستان)
۳۵	زبدۃ الفقہاء والمحدثین حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رح	سنہ ۱۲۴۴ھ			سنہ ۱۳۱۴ھ	شعبان	۲۲	خانقاہ موسیٰ زئی ڈیرہ اسمٰعیل خاں (پاکستان)
۳۶	سید السادات حضرت محمد لعل شاہ ہمدانی دامانی رحمۃ اللہ علیہ							خانقاہ موسیٰ زئی ڈیرہ اسمٰعیل خاں (پاکستان)

حفاظت دشمن کے لئے : اگر کسی کو دشمن یا اور کسی طرح کی بلا و آفت کا خوف ہو تو اس تعویذ کو لکھکر موم جامہ کر کے اپنے داہنے بازو میں باندھ لیں ۔

تبت یدا	ابی لہب	وتب	ما اغنی	عنہ	مالہ	وما کسب	سیصلی
ابی لہب	وتب	ما اغنی	عنہ	مالہ	وما کسب	سیصلی	نارا ذات
وتب	ما اغنی	عنہ	مالہ	وما کسب	سیصلی	نارا ذات	لہب
ما اغنی	عنہ	مالہ	وما کسب	سیصلی	نارا ذات	لہب	وامراتہ
عنہ	مالہ	وما کسب	سیصلی	نارا ذات	لہب	وامراتہ	حمالۃ
مالہ	وما کسب	سیصلی	نارا ذات	لہب	وامراتہ	حمالۃ	الحطب
وما کسب	سیصلی	نارا ذات	لہب	وامراتہ	حمالۃ	الحطب	فی جیدہا حبل
سیصلی	نارا ذات	لہب	وامراتہ	حمالۃ	الحطب	فی جیدہا حبل	من مسد

حفاظتِ مال واسباب کیلئے : اس کو لکھکر گھر میں یا مال و اسباب میں رکھے انشاء اللہ چوری اور رہزنی سے مال محفوظ رہیگا ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ قُلِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ

لَہٗ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا ۝

حصول ملازمت یا منظوری پیغام نکاح کے لئے ۔ ان آیتوں اور نقشوں کو کاغذ پر لکھ کر اپنے داہنے بازو پر باندھ لیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

٧٨٦

یا اللہ	یا رحمٰن	یا رحیم
محمد	احمد	حامد
محمود	حسن	حسین

مقدمہ میں کامیابی کے لئے:

حاکم کے سامنے جاتے وقت اپنی ٹوپی میں رکھ لیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ واللہ المستعان علیٰ ما تصفون

نصر من اللہ وفتح قریب۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔

۱۱۱۵ے ۷۸۶ ۱۱۱۱ھ

ع ع ع

حم حم حم حم حم حم حم وجاء اللہ والنصر نعلینا لا ینصرون

وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد اللہ والہ واصحابہ اجمعین ؕ

وھم ۱۱۱۱۱۱

یاالٰہی بحرمت سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مقدمہ کامیابی عطا کن آمین ؕ

برائے موافقت زن وشوہر۔ میاں بیوی میں محبت ہونے اور باہمی کشیدگی دور کرنے کے لئے اس آیت اور نقش کو بازو پر باندھ لیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالۡبَنِیۡنَ وَالۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَۃِ مِنَ الذَّہَبِ وَالۡفِضَّۃِ وَالۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَۃِ وَالۡاَنۡعَامِ وَالۡحَرۡثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ

ص ۱۱۶ ۹ ۱۱۱ ع دواع

یاحی یاقیوم یامقلب القلوب

فلاں بن فلاں علےٰ حب فلاں بن فلاں

۷۸۶

۶۹۷ع	۸۲ع	۳۱۶ع	۶۱۸۸ع
۹۱۱۶ع	۱۲۱۴ع	۹۱۱۶ع	۱۹۱۶ع
۱۹۱۶ع	۶۱۱۲ع	۹۱۱۲ع	۱۹۱۸ع

فلاں بن فلاں علےٰ حب فلاں بن فلاں

حل مشکلات کیلئے۔ جو کوئی اس دائرہ عظیمہ کو اپنے پاس رکھے اسکی سب مشکلیں آسان ہوں اور کوئی مصیبت پیش نہ آئیگی اور اگر اتفاقاً آویگی تو بہت جلد آسان ہو جاویگی

آبادی دوکان کیلئے۔ جسکی دوکان پر کم بکری ہوتی ہو اسکو دروازہ پر لگاؤ گے خریدار غیب سے آوے

۷۸۶

۷	۳	ع	۲	م	۶	۱
ع	۳	۲	ع	م	۶	م
۲	۶	۲	۶	۲	ع	ع
۲	ع	۶	ع	م	۲	م
۱	۳	۷	م	۳	۲	۷
۷	۳	۳	۲	۲	م	۳
م	ع	۲	م	ع	۲	م

۷۸۶

۲	۱۳	۱۲	۷
۱۱	۸	۱	۱۴
۵	۱۰	۱۵	۴
۱۶	۳	۶	۹

تجارت میں برکت کیلئے۔ ان نقشوں کو لکھکر اپنے مال و متاع میں رکھے انشاء اللہ برکت ہوگی

فہرست مضامین نبراس السالک فی طریق الممالک

تعویذات و نسخہ جات